حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات پر مایہ ناز تصنیف

حکایاتِ رومی رحمۃ اللہ علیہ



حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

حکایاتِ رومی

مؤلّف

مولانا جلال الدّین رومی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین

علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب: .... حکایات رومی

مصنف: .... مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین: .... علامہ محمد اقبال عطاری

ڈیزائننگ: .... ڈیسنٹ گرافکس

صفحات: 240

تعداد: 1000

ناشر: .... اکبر بک سیلرز

قیمت: .... -/250 روپے

ملنے کا پتہ

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر 40- اُردو بازار، لاہور

فون: 042-37352022

انتساب

اپنے رہبر و رہنما، قطب الاقطاب، ابوالکاشف

اعلیٰ حضرت علامہ فقیر محمد جاوید قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام جن سے مجھے بے شمار روحانی فیوض و برکات

حاصل ہوئے

کی حق سے فرشتوں نے اقبالؔ کی غمازی
گستاخ ہے، کرتا ہے فطرت کی حنا بندی
خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی
رومی ہے نہ شامی ہے، کاشی نہ سمرقندی
سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

فہرست

شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب
مقامِ شوق میں ہیں سب دل ونظر کے رقیب
میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

حرفِ آغاز

اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ ان کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بے شمار درود و سلام۔

عاشقوں کے دل عشق الٰہی کے باعث موم کی طرح نرم اور ملائم و گداز ہوتے ہیں اس لئے ان کا محبوب جس طرف چاہتا ہے ان کے دل کو موڑ لیتا ہے۔ محبوب اور معشوق کے دل میں عجلت اور تعجیل اسے عاشق جیسا نہیں بنا پاتی۔ عاشق تو حکم کا بندہ بن جاتا ہے اور انعام کا حقدار قرار پاتا ہے۔ عاشق کی مثال ان بازوں کی سی ہے جو گوشت خوری کی خو کے سہارے اپنے شکار کی طرف بڑی جستجو کے ساتھ متواتر نگاہ رکھے ہوتے ہیں اسی طرح عاشق بھی اپنے محبوب کی جانب للچائی اور ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے تاکہ اس کی طلب کی سیری ہو سکے۔

عشق الٰہی کی تپش اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ اس سے عاشقوں کے دل پگھل کر موم کی مانند ہو جاتے ہیں اور اس طرح اس کے اندر حلیمی، بردباری، استقامت اور تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے میں اس کے دل پر جو بھی احکام اس کے محبوب کی جانب سے نازل ہوتے ہیں وہ ان پر بعینہ عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ ایسے میں عقل و شعور بالکل کام نہیں کرتی اور نہ ہی وہ حیل و حجت سے کام لیتا ہے۔ وہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنی منزل کی جانب گامزن رہتا ہے۔

عاشق اپنے آپ کو محبوب کے حوالے اس طرح کر دیتا ہے جس طرح مردے کو غسال کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور غسال جس طرح چاہتا ہے مردے کو اِدھر اُدھر موڑتا رہتا ہے۔

عاشق بننے کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو نفس جسمانی اور نفس روحانی کی غلاظتوں، خواہشوں، گندگیوں اور کثافتوں سے پاک کیا جائے اور نفس کو مار کر موت سے قبل موت اختیار کی جائے۔ جب عاشق ان سے سے خود کو پاک کر لیتا ہے تو پھر وہ وضو عشق کر لیتا ہے اور یہ وضو ایسا وضو ہے جو اول روز سے محشر تک جاری رہتا ہے اور پھر اس سے نمازِ عشق ادا کی جاتی ہے۔

بقول مرزا غالب!

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

عشق ایک ایسی شے ہے جس کے ہاتھوں کوئی بھی انسان محفوظ نہیں رہتا۔ عشق نہ تو شاہ کا لحاظ کرتا ہے اور نہ ہی گدا کا۔ تصوفِ اسلامی کی بنیاد عشق الٰہی پر ہے اور عشق ایک ایسی بازی ہے کہ ہر جگہ شاہ و گدا، امیر و غریب اس سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔

بقول حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ!

دیکھ محبت عارف والی اندر راہ حقانی
باجھ نشان پیارے پچھے ہو جاوے خود فانی

زیرِ نظر کتاب ''حکایاتِ رومی'' کی ترتیب و تدوین کا مقصد یہ ہے کہ مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت آموز حکایات کو قارئین کے آگے آسان الفاظ میں بیان کیا جائے۔ ہر حکایت کے اختتام پر اس میں موجود نصیحت کے پہلو کو ''وجہ بیان'' کے عنوان سے موضوع بحث لایا گیا ہے تا کہ قارئین ان حکایات میں موجود حقیقی پیغام سے آگاہ ہو سکیں اور ان نصیحت آموز حکایات کو پڑھنے کے بعد اپنی زندگیوں کو احسن طریقے سے گزار سکیں۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ آمین

محمد حبیب القادری

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ''محمد'' اور لقب ''جلال الدین'' تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شہرت پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار کا نام بھی ''محمد'' اور لقب ''بہاؤ الدین'' تھا۔ حضرت محمد بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نابغہ روزگار عالم دین تھے۔ حضرت محمد بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں امام فخر الدین رازی اور محمد خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہم بھی شامل تھے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب چند واسطوں کے ذریعے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۶۰۴ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ابھی صرف اٹھارہ برس ہی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ہر جگہ پھیلتی چلی گئی۔ اس دوران شاہِ روم علاؤ الدین کیقباد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روم آنے کی دعوت دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علاؤ الدین کیقباد کی دعوت پر روم کے شہر قونیہ تشریف لے گئے اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جن کا قلب غم امت سے فیضیاب ہے اور وصالِ حق کے لئے بے تاب۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دور قتل و غارت گری کا دور تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ابھی گیارہ برس کے ہی تھے تاتاریوں کا فتنہ شروع ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں نوے لاکھ آدمیوں کو قتل کیا گیا اور مذہبی منافرت بہت زیادہ تھی۔ اس دور میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت خواجہ فرید الدین عطار، حضرت شیخ محی الدین عربی اور حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہم جیسے نابغہ روزگار اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی شادی اٹھارہ برس کی عمر میں گوہر خاتون سے ہوئی۔ گوہر خاتون سمرقند کے ایک بااثر شخص کی بیٹی تھیں۔ ان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے تولد ہوئے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بے شمار علمائے دین اور طلباء حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے علمی مسائل دریافت فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قونیہ میں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی تعلق حضرت سیّد برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب تقریر شروع کرتے تو ہزاروں لوگوں کا مجمع جمع ہو جاتا تھا۔ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کو تحریر کرتے اور اس کی کتابت کرواتے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا علمی کارنامہ ''مثنوی مولانا روم'' کی تالیف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی کے اشعار مختلف اوقات میں کہے جنہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد لکھتے رہتے تھے اور جنہیں بعدازاں یکجا کر کے ''مثنوی مولانا روم'' کے نام سے ترتیب دیا گیا۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات جب حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی یکسر بدل گئی۔ حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عشق کی آگ میں جھونک دیا جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بے شمار راز افشاں ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود اس بارے میں فرماتے تھے کہ میری ملاقات جب سے حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی ہے انہوں نے مجھے محبت کی آگ میں جلا کر راکھ کر دیا اور روحانیت کی آگ میں پکا کر پختہ کر دیا۔

حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بھی ناساز رہنا شروع ہو گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرتے رہتے اور ان ہی کی باتیں کرتے رہتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ریاضت و مجاہدے شروع کر دیئے یہاں تک کہ بیس بیس دن تک کچھ نہ کھاتے پیتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔

نماز کا وقت ہوتا تو نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اکثر و بیشتر قیام اتنا طویل ہوتا کہ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلتا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ عشاء کی نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہوئے اور قیام میں ہی فجر کا وقت ہو گیا۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سردیوں کے موسم میں حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے اس قدر روئے کہ چہرے پر آنسو برف کی مانند جم گئے۔ ۶۷۲ ہجری میں شہر قونیہ میں شدید زلزلہ آیا۔ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لئے کہا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زمین اس وقت بھوکی ہے اور تر لقمہ ہی اس کی بھوک مٹا سکتا ہے۔ زمین کو عنقریب تر لقمہ ملنے والا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے کچھ دنوں بعد ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت شدید خراب ہو گئی۔ طبیب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرض سمجھنے سے قاصر تھے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۷۲ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قونیہ میں ہی مدفون کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں حضرت بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں ہے جن کا شمار برصغیر پاک و ہند کے نامور اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا نور حامی و مددگار

حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک انجیل میں بھی موجود تھا جو انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار اور صفاء سمندر ہیں۔ آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا ذکر بھی انجیل میں موجود تھا۔ آپ ﷺ کے جہاد روزے اور کھانے کا ذکر بھی تھا۔ عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کی خاطر جب آپ ﷺ کے نام اور ذکر پر پہنچتی تو اس متبرک اسم مبارک کو بوسہ دیتی اور آپ ﷺ کی تعریف کرتے۔ وہ لوگ اس سارے جھگڑے میں خوف و خطرے سے دور تھے۔ وہ حاکموں کے شر سے محفوظ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا نور ان کا حامی و مددگار تھا۔ وہ جو فتنوں میں پھنسے رہے بالآخر ذلیل و خوار ہوئے اور ان کا مذہب و قانون تہہ و بالا ہو گیا۔ جب نام احمد (ﷺ) کسی کا یار ہو جاتا ہے تو وہ ایک مضبوط قلعہ بن جاتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں انجیل میں موجود حضور نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک کا ذکر فرما رہے ہیں کہ عیسائی آپ ﷺ سے جب تک عقیدت رکھتے تھے وہ معتبر تھے اور پھر جب انہوں نے آپ ﷺ کی مخالفت کی تو وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔ پس یاد رکھو کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے اور جو بھی آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو گیا اس نے فلاح پائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے غم سے حنانہ ستون کا آنسو بہانا

حضور نبی کریم ﷺ کی جدائی کے غم سے حنانہ ستون جس سے آپ ﷺ مسجد نبوی میں منبر کی تعمیر سے قبل ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے وہ روتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیرت میں مبتلا تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس ستون سے ارشاد فرمایا کہ اے ستون! تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میری جان آپ ﷺ کی جدائی میں خون ہوگئی اور میری جان آپ ﷺ کی جدائی میں جل رہی ہے اس لئے روتا ہوں۔ میں آپ ﷺ کی مسند تھا لیکن اب آپ ﷺ نے منبر تعمیر کروالیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو کیا چاہتا ہے؟ اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے کھجور بنادیا جائے تاکہ لوگ تیرا میوہ کھائیں یا تجھے سرو بنادیا جائے کہ ہمیشہ تروتازہ رہے۔ اس ستون نے عرض کیا کہ میں بقائے دائمی چاہتا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر اس ستون کو زمین میں دفن کردیا گیا اور وہ انسانوں کی طرح قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔ ایسا اس لئے کیا کہ تاکہ تم جان لو کہ جو اللہ عزوجل کا ہوگیا وہ دنیا کے کاموں کے لئے بے کار ہوگیا کیونکہ وہاں جو باریاب ہوجاتا ہے وہ دنیا کے کام کا نہیں رہتا۔ وہ شخص جس پر اسرار کی بخشش نہ ہوئی وہ بے جان لکڑی کے رونے کی کب تصدیق کرے گا؟ دل میں نفاق رکھنے والا اللہ عزوجل کے رازوں سے کیسے واقف

ہو سکتا ہے؟

وہم انسانوں کو پورے وہم میں بدل دیتا ہے اور جو لوگ امر ''کن'' کے واقف ہوتے ہیں وہی ان رازوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اہل عقل میں شیطان شبہ پیدا کرتا رہتا ہے جس سے وہ اوندھے ہو کر گر جاتے ہیں۔ عقلی دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے جو کہ بہت کمزور ہوتا ہے لیکن امر ''کن'' کے واقف صاحب بصیرت کے پاؤں کا جماؤ پہاڑ کی مانند ہوتا ہے۔

گر باستدلال کارِ دیں بُدے

فخر رازی رازدارِ دیں بُدے

جس طرح اندھا لاٹھی کا محتاج ہوتا ہے اس طرح عوام پیر کامل کی رہبری کے محتاج ہوتے ہیں۔ اندھے کی لاٹھی کیا ہے؟ قیاس اور دلیل۔ اس اللہ نے یہ لاٹھی تمہیں دی ہے کہ آگے بڑھو اور غصہ میں تم نے وہ لاٹھی اسی پر دے ماری۔ تم اندھے نہ بنو بلکہ کسی صاحب بصیرت کو درمیان میں لاؤ' اس کا دامن تھام لو جس نے تمہیں لاٹھی دی۔

غور کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھول میں کیا دیکھا؟ لاٹھی سانپ کیسے بن گئی اور ستون کیسے باخبر ہو گیا؟ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات پر غور کرو کہ اگر یہ بات عقل میں نہ آنے والی ہوتی تو معجزوں کی کیا ضرورت تھی؟

جو عقل میں سمانے والی بات ہے اسے تم قبول کرتے ہو لیکن عقل کی سمجھ میں نہ آنے والے طریقہ کو دیکھو اس کا ذریعہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول شخص کا دل ہے۔ جس طرح آدمی کے ڈر یا حسد سے جن اور درندے دور جزیروں میں بھاگ گئے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کے خوف سے منکروں نے بھی گھاس کے نیچے اپنے سر چھپا لئے۔

خدا رسیدہ لوگوں کا ادراک عام عقول سے بالاتر ہوتا ہے اور یہ ادراک کشف اور ذوقِ حقیقی کے طفیل حاصل ہوتا ہے۔ اہل عقل مکاری سے خود کو سمجھدار بتاتے ہیں اور کھوٹے سکے بنانے والوں کی طرح بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن ان کا باطن اندر سے کڑوی روٹی کی مانند ہوتا ہے۔ فلسفی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے امور

میں دم مار سکے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حنانہ ستون کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی جدائی کے غم سے روتا تھا اور پھر اسے حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر دفن کر دیا گیا اور اس نے حیاتِ جاودانی پالی۔ اس ستون کو بروزِ محشر انسانوں کی مانند اٹھایا جائے گا۔ پس جان رکھو کہ جو اللہ عزوجل کا ہو گیا وہ دنیا کے لئے بیکار ہو گیا۔ وہم انسان کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ شیطان کے شر سے بچو کہ وہ اول تمہارے اندر وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ جس طرح اندھا لاٹھی کا محتاج ہے اسی طرح عوام الناس پیر کامل کی محتاج ہے۔ پس یاد رکھو کہ اگر تم اپنے باطن کو سنوار لو گے تو یقیناً فلاح پاؤ گے۔ ان امور پر جو تمہاری عقول سے بالا ہیں ان پر تنقید کرنے کی بجائے انہیں اللہ عزوجل کی جانب سے جانو۔

پہلی وحی پر حضور نبی کریم ﷺ کی کیفیت

غارِ حرا میں جب حضور نبی کریم ﷺ پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ آپ ﷺ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو چادر اوڑھا دی۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹے تھے۔ مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ دوسری وجہ کو صحیح مانتے ہیں اس لئے اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو یایھا المزمل یعنی کملی اوڑھنے والا کہا اور فرمایا گیا کہ آپ ﷺ روپوشی اختیار کریں گے تو لوگ گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ رات کو قیام کریں کیونکہ آپ ﷺ شمع کی مانند ہیں اور شمع کا کام رات کو کھڑے رہنا ہے۔ آپ ﷺ کے نورِ ہدایت سے ایک عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو کہ شیر کی مانند ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش کی مانند ہے مغلوب رہے گی اور حضور نبی کریم ﷺ امت کے لئے کشتی بان کی مانند ہیں اور رہنمائی وہی کر سکتا ہے جو صاحب عقل ہو بالخصوص دریائی راستوں کا۔ آپ ﷺ تھے کہ ہر جانب شیطان نے جال بن رکھا ہے اور اس وقت علم لدنیہ کا فیض پہنچانے والی ذات صرف آپ ﷺ ہی کی ہے۔

روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے روپوش ہو کر آسمانوں کی جانب اٹھائے جا چکے اور مخلوقِ خدا کے لئے آپ ﷺ آفتابِ ہدایت ہیں۔ آپ ﷺ کی خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنوں سے وہ اپنی رفتار میں کوئی فرق نہیں آنے دیتا۔ آپ ﷺ کے مخالف کتوں کی مانند ہیں اور

ان کے بھونکنے سے آپ ﷺ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جب قرآن مجید کی تلاوت ہو تو خاموشی سے اسے سنو اور یہ کتے اس حکم سے بے بہرہ ہیں اور وہ بھونکتے چلے جاتے ہیں۔ یہ عالم بیمار ہے اور آپ ﷺ اس کے لئے شفاء ہیں۔ مخلوق اندھی ہے اور آپ ﷺ ان کے رہنما ہیں۔ آپ ﷺ اپنے مخالفین کی وجہ سے اس کام کو ترک نہ کریں۔

حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک رہنمائی کی اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ آپ ﷺ اس اندھی مخلوق کی رہنمائی کریں اور ان کو قطار در قطار کھینچ کر لے جائیں۔ آپ ﷺ نبی آخری الزماں ہیں اور آپ ﷺ ان کے سوگ کو خوشی میں بدل دیں۔

جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں ان کو شکوک و شبہات سے نکال کر یقین کی منزل تک پہنچا دیجئے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے خلاف مکر کے جال تیار کر رہے ہیں ان کو میں ہلاکت میں مبتلا کر دوں گا اور جو اندھے ہیں ان کو مزید اندھا کر دوں گا۔ میں ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو بھی شکر سمجھ کر کھا جائیں گے اور ان مخالفین کی عقول اور ان کی تدابیر میری تدابیر سے بڑھ کر نہیں ہو سکتیں۔ ان کا وجود میرے سامنے ایسے ہی ہے جس طرح ایک نر ہاتھی کے مقابلے میں کمبل کا جھونپڑا۔

بروزِ محشر جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو مردے اٹھ کھڑے ہوں گے آپ ﷺ یہاں اپنا صور پھونکیں اور اپنی نبوت کا اعلان کریں اور مردہ دلوں کو ابدی زندگی عطا فرمائیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اور قیامت کو ملا جلا بھیجا گیا ہے جس طرح قیامت حق اور باطل میں تفریق کرتی ہے اس طرح میں بھی حق اور باطل کے درمیان تفریق پیدا کرتا ہوں۔ جس طرح قیامت کے دن مردے زندہ ہوں گے اس طرح آپ ﷺ کی بعثت سے مردہ دلوں کو زندگی حاصل ہو گی اور یقیناً ایسا ہی ہوا۔

اگر ان معارف کے سننے کی اہلیت نہیں تو پھر ان کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔

اگر کوئی نادانی سے دعا کرتا ہے اور اس کی دعا قبول ہونے والی نہیں ہوتی تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

مقام کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے کہ کملی سے اٹھ کر آپ ﷺ نے کیا کیا لیکن وقت کی گنجائش اس کی اجازت نہیں دیتی۔ آپ ﷺ کی سیرتِ پاک کو بیان کرنے کے لئے عمر جاوداں بھی ناکافی ہے۔ بہترین نیزہ باز سے بھی یہ کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل و رسوا ہو جائے گا اور صحیح نشانہ نہیں لے سکے گا کیونکہ اس کے لئے ایک وسیع میدان درکار ہے۔ پس معارف کا بیان تنگی وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے اس کی بھی یہی صورت ہے۔ پہلے بیان کیا گیا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ ان معارف کو بیان کرتے ہیں اس قدر طویل تقریریں کیوں؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ میں اللہ عزوجل کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اس کی رحمت کی موجِ کرم اچھی زمین اور شورزدہ زمین سب کو برابر پہنچتی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضور نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی مشعلِ راہ ہے اور آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر گفتگو کرنے کے لئے ایک طویل مضمون درکار ہے اور ہماری عمر اس کی اجازت نہیں دیتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی مشکل کو بیان کرنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری یہ مشکل حل فرما دیجئے ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے پہلی امتوں سے زیادہ ثواب کے حقدار کیوں ہوں گے جبکہ عمل دونوں ایک جیسے کریں گے پھر یہ فرق کیوں ہے؟ انصاف کی ترازو لٹک رہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ انسان جو کمائی کرے گا اسی کے معاوضے کا حقدار ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے کہ ہر شخص کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنی اس نے قربانی دی ہوگی یا مشقت اٹھائی ہوگی۔

قرآن مجید میں ایک اور موقع پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جن کے پلڑے جھک جائیں گے اور ہر صاحب عقل جب کسی کام کے لئے مزدوری کرتا ہے تو ان کی فہرست تیار کرتا ہے اور اس فہرست میں یہ درج کرتا ہے کہ اس نے فلاں روز فلاں باغ میں بیلچہ چلایا' فلاں نے پانچ دن اور فلاں نے ایک دن' فلاں کاریگر نے دوکان پر اتنی محنت کی' اتنے جوڑے سیئے' اتنے پیالے بنائے یا اتنی گانٹھیں تیار کیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ عزوجل نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ تمہارے رب سے زمین و آسمان کے ایک ایک ذرے کا وزن بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ایسا دانا و بینا ہے کہ اندھیری رات میں کالے پتھر پر اگر کوئی سیاہ چیونٹی بھی چلتی ہے تو اس کے ننھے ننھے پاؤں اٹھتے ہیں اور رکتے ہیں یا وہ دوڑتی ہے تو وہ

ہر شے کو ہر وقت ہر پہلو سے دیکھنے اور جاننے والا ہے۔ کائنات کی ہر ایسی چیونٹی کے متعلق ہر لمحہ یہ علم بھی رکھتا ہے کہ اب اس کا پاؤں اٹھا اور اب ٹکا۔ اس تاریکی میں اب یہ دوڑی اور اب رکی۔ اب اس کا پاؤں پھسلا۔ اب یہ سنبھلتی اور اب یہ میانہ روی سے چلتی ہے۔ اب یہ تھک کر خستہ حال ہو گئی ہے اور اب سرپٹ بھاگی جا رہی ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس چیونٹی کی اس بھاگ دوڑ کا سبب گھر والوں کی فکر ہے یا دانے کا لالچ ہے؟ یہ کوئی کھلنڈرا چیونٹی ہے یا فرض شناس مسافر ہے۔ ایسا واقف راز پروردگار کیا اپنے بندوں کی کوشش اور تکلفات سے آگاہ نہیں ہے؟

کیا وہ نہیں جانتا کہ گنہگار کی آنکھ سے کتنے قطرے آنسوؤں کے بہے؟ کتنی درد کی آہیں بلند ہوئیں؟ کتنے رخسار خون کے اشکوں سے تر ہوئے؟ کتنے کلیجوں سے لہو ٹپکا؟ کون اس کا عارف ہے؟ کون اس کی یاد میں سانس لے رہا ہے؟ کون فقط تسبیح کے دانے ڈھلکا رہا ہے؟ کون فجر سے ہی اس کا راگ الاپ رہا ہے؟ کون سلوک کی منازل طے کرتا ہے؟ کون جہاد کی راہ پر گامزن ہے؟ صبح و شام اس کے دربار کے اندر اور باہر کون وجد کرتا ہے؟ کون فقط دعا گو ہے؟ جو لوگ رات کے تخلیہ میں منازل طے کرتے ہیں ان کی نگاہ میں بادشاہوں کے تاج و تخت حقیر ہیں۔

یہ سفر جان کی ہمت سے طے کیا جاتا ہے اس لئے سوار اور پیادے کی شرط لازم نہیں۔ یہاں دل کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ شوق سے راہ کٹتی ہے۔ اس مسافت میں نہ سواری مل سکتی ہے اور نہ ہی کوئی توشہ کام آسکتا ہے۔ پاؤں اٹھتا ہے توکل اور جز کے مالک کے توکل پر اٹھتا ہے۔ ایسا باخبر اللہ بھلا اپنے بندوں کی جانثاری کا حال اپنے علم قدیم میں نہ لکھتا ہوگا؟ اس کو ذرا ذرا اور ایک ایک بال کا حال کیا یاد نہ ہوگا؟

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ جو کچھ عمل کرتے ہیں اسے لکھ لیا جاتا ہے۔ اسے ہر شخص کی کیفیت کا علم ہے کہ کب اس نے فلاں کام کیا اور کب اس نے ندامت کا سامان مہیا کیا۔ اسے پہلوں کے احوال کا بھی علم ہے اور پچھلوں کے احوال سے بھی وہ بخوبی

واقف ہے۔ پھر ایسا منصف مزاج خدا جس کی انصاف پسندی ایک بال کی دو پھانکیں کر کے ایسی پھانک کے برابر بھی تجاوز کو نا پسند کرتی ہے۔ وہ کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ ایک ہی جیسے عمل کرنے والوں میں سے ایک کو تو ایک حصہ ثواب عطا فرمائے اور دوسرے کو ایک لاکھ حصہ ثواب عطا فرمائے۔

اے اللہ عزوجل کے محبوب! اے آسمان اور زمین والوں کی مشکلات کو حل کرنے والے! اے دونوں جہانوں کے لئے رحمت! ہماری اس مشکل کو حل فرما دیجئے کہ آپ ﷺ کے سوا کوئی زمین و آسمان کی مشکلات حل کرنے والا کوئی نہیں ہے؟ اس دنیا میں سچائی سے واقف انسان کی علامت یہ ہے کہ اس کے خیالات رموزِ الٰہی کے ترجمان ہوتے ہیں۔ اس صحرا میں خاص قسم کے پرندے ہی آ جا سکتے ہیں۔ اگر ان کے جسم کی بناوٹ' ان کی طاقت' ان کے پروں کی ساخت پر غور کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس صحرا کا راستہ اور وہاں کے حالات کتنے مشکل یا آسان ہیں؟

اللہ عزوجل کے حبیب حضور نبی کریم ﷺ پر ہمارا درود و سلام۔ آپ ﷺ پرانی حقیقتوں کے ترجمان ہیں۔ آپ ﷺ عرب و عجم میں سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ آپ ﷺ علم کی کان ہیں۔ آپ ﷺ بخشش اور مہربانی کا خزانہ ہیں۔ آپ ﷺ ایسے بادشاہ ہیں جو نقارے اور پھریرے کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کائنات کے سلطان ہیں اور تمام موجودات کے سردار ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے عزیزو! اے میری بات ماننے والے رفیقو! غور کرو ایک زبردست سیلاب پہاڑوں کے ذریعے اترتا ہے۔ وہ عاشق کی مانند بھاگتا ہوا سمندر سے گلے جا ملتا ہے۔ اس سیلاب کے کتنے ہزار ہاتھ پاؤں ہیں۔ یاد رکھو! ہر پانی ہر دوسرے پانی کا دست و بازو ہوتا ہے۔ پانی پانی کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ پانی کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ پانی کا سہارا پانی ہے۔ پانی کو تقویت پانی سے ہی ملتی ہے۔ یہ پانی کا قافلہ جب پہاڑوں اور ویرانوں کو طے کرتا ہوا ندی نالوں سے جو اس کے بھائی بند ہیں ان سے کمک حاصل کرتا ہوا

اپنے اصلی مقام پر پہنچ جاتا ہے تو یہاں پہنچ کر ہر قطرہ قرآن مجید کی زبان میں نعرہ لگاتا ہے کہ بندہ اپنے مولا کے ساتھ اس شان سے جا ملا کہ دونوں ایک دوسرے سے راضی ہیں۔ کیا اس واقعہ میں کوئی حیرانگی کا مقام ہے؟

حیرانگی کا مقام یہ ہے کہ ایک اکیلا قطرہ کسی پہاڑ کی چٹان یا کسی غار کے منہ یا کسی ایسے بیان میں جس کا اور کوئی ساتھی نہیں تنہا رہ جاتا ہے۔ اس تنہا قطرہ میں بھی یہ شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارا چشمہ تو سمندر ہے وہاں پہنچنا چاہیے۔ تر و تازہ قطروں سے ملاقات کر کے ان کی صحبت میں رہنا چاہیے۔ اب یہ اکیلا قطرہ جس کے نہ ساتھی ہیں اور نہ کوئی رہنما' نہ ہی کوئی پشت و پناہ ہے وہ بے دست و پا تنہا ہے' نہ اس کے پاؤں میں سکت ہے ماسوائے شوق کے پھر یہ اکیلا قطرہ سمندر کی جانب چل پڑتا ہے۔

ریگستان کی تپش سے پاؤں میں آبلے پڑ جاتے ہیں' جنگل کے کانٹے اس کے تلووں کو زخمی کر دیتے ہیں۔ ماسوائے ذوقِ طلب کے کوئی سواری اسے میسر نہیں اور ماسوائے توکل کے کچھ اس کے پاس نہیں اور سوائے یقین کے کوئی زادِ راہ اس کے پاس نہیں ہے۔ اے ننھے قطرے! خاک تیری دشمن' ہوا تیری دشمن' دھوپ تیری دشمن' تیرا ہمدرد کون ہے؟ تیری منزل سمندر ہے جو کہ بہت دور ہے۔ اے کمزور قطرے! تو سمندر تک پہنچنے کی امید کیسے کر سکتا ہے؟

قطرہ کہتا ہے کہ میں ہوں تو ایک ناچیز شے لیکن میری جان میں شوق کی وہ بے چینی ہے جسے کوئی رکاوٹ مایوس نہیں کر سکتی۔ یہ سمندر کی کشش کا اثر ہے اس راہ میں شاید عظیم الشان سیلاب بھی تھک تھک کر خشک ہو جانے کے خوف سے لرزا ٹھتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اس امانت کی ہیبت سے زمین و آسمان اور پہاڑ کانپ اٹھے۔ پہاڑ نے کہا: الٰہی! ہم یہ بوجھ کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ زمین نے کہا کہ میں اس امانت کا بوجھ اٹھانے والوں کے لئے راستہ تو بن سکتی ہوں مگر اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتی۔ آسمان بھی کانپ اٹھا اور پھر انسان کی ایک بوند کے برابر جان نے اس بارِ عظیم کو اٹھا لیا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس مشکل کا ذکر فرما رہے ہیں جس کا ذکر انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ پہلی امتوں کے نیک لوگوں سے ہمارے نیک اعمال کیوں بہتر ہیں؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اس بارِ عظیم کو قبول کیا جسے قبول کرنے سے زمین و آسمان بھی عاجز رہے۔ پس یاد رکھو کہ اگر تم قرآن مجید کو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھامے رکھو گے تو یقیناً فلاح پاؤ گے اور آخرت میں انعام و اکرام کے حقدار ٹھہرو گے۔ نیز اس حکایت میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو دیگر امتوں پر واضح کیا گیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا علم

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے علم الاسماء عطا فرمایا جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں۔ ہر شے کا نام اور اس کی حقیقت انہیں حاصل تھی۔ جو نام کسی شے کو دیا وہ نہ بدلا۔ کسی کو چست کہا تو وہ سست نہ ہوا۔ جو آخر میں مومن ہے اسے شروع میں ہی پہچان لیا اور جو کافر ہوگا وہ بھی ان پر ظاہر ہو گیا۔ جو آخرت پر نگاہ رکھے وہ مومن ہے اور جو چراگاہ پر نظر رکھے وہ بے دین ہے۔ ہمارے نزدیک ہر شے کا نام اس کے ظاہر پر ہے۔ اللہ عزوجل کے نزدیک اس کے باطن پر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ایک لکڑی کا نام عصا تھا اور وہ اللہ عزوجل کے نزدیک اژدھا تھا۔ اس فانی دنیا میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام بت پرست تھا مگر آخرت میں وہ مومن تھے۔

ہمارے نزدیک جس شے کا نام منی تھا اللہ عزوجل کے سامنے ایک پہاڑی کی صورت جیسے تو میرے سامنے ہے۔ عدم میں یہ منی ایک صورت ہی تھی جو اصلی حالت میں اللہ عزوجل کے سامنے موجود تھی اس لئے ہمارا نام وہی حقیقت بنا جو اللہ عزوجل کے سامنے ہمارا انجام تھا۔ انسان کا نام انجام کے اعتبار سے رکھا جاتا ہے نہ کہ اس پر جو چند روز کے لئے رکھتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ نے نورِ پاک کے ذریعے دیکھا اور ہر شے کی حقیقت ان پر واضح ہو گئی۔ جب فرشتوں نے اللہ عزوجل کے انوار کی تجلیاں ان پر پائیں تو سربسجود ہو گئے اور خدمت کے لئے دوڑے۔ جب فرشتوں نے ان سے اللہ عزوجل کے نور کا مشاہدہ

کیا تو سب سر بسجود ہو گئے۔

جس آدم علیہ السلام کا ذکر میں کر رہا ہوں اگر میں قیامت تک ان کی مدح سرائی بھی بیان کرنا چاہوں تو عاجز ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام سب جان گئے لیکن جب قضا آئی تو ایک ممانعت کی سمجھ میں ان سے خطا ہو گئی۔

ممانعت حرام ہونے کی وجہ سے تھی یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور انہیں وہم میں ڈالنا مقصود تھا۔ جب تاویل ان کے دل پر قابض ہو گئی تو ممانعت وقتی تھی۔ طبیعت حیرانگی میں گیہوں کی جانب دوڑ پڑی۔ جب باغبان اپنے پیر میں چبھے ہوئے کانٹے نکالنے میں مصروف ہوا تو چور نے موقع پا لیا اور سامان لے کر بھاگ نکلا۔

جب انہیں حیرانگی سے نجات ملی اور راستہ پر آئے تو سامان لے کر چور بھاگ چکا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے ظلم کیا اور آہ کی یعنی اندھیرا چھا گیا اور راستہ گم ہو گیا۔

قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے۔ اس سے شیر اور اژدھا چوہے کی مانند ہو جاتے ہیں۔ ہدہد بولا کہ اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھ سکتا تو میں تنہا ہی قضا کے راستہ سے بے خبر نہیں۔ مبارکباد کا مستحق ہے وہ شخص جو نیکی کرے، زور کو چھوڑ دے اور زاری اختیار کرے۔ اگر قضا تجھے ڈھانپ بھی لے تو آخرکار قضا ہی تیری دست گیری کرے گی۔ اگر قضا سو بار بھی جان لینا چاہے تو قضا ہی اس کا علاج بھی کرے گی۔

اللہ عزوجل کی جانب سے مصائب کا نزول تنبیہ کے لئے ہوتا ہے یہ عین رحمت ہیں تاکہ ہمیں غفلت سے نجات حاصل ہو اور ہم بیدار ہو سکیں ورنہ امن و سکون کی زندگی غفلت کا باعث بن جاتی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاسماء عطا فرمایا اور ان پر تمام حقائق کو واضح کیا۔ پھر جب قضا آئی تو انہوں

نے ایک ممانعت کو سمجھنے میں خطا کر دی۔ پھر جب انہیں اس ممانعت کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں فریاد کی کہ اے اللہ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ پس جب قضا آتی ہے تو پھر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اللہ عزوجل کی جانب سے مصائب کا نزول بطورِ تنبیہ ہے اور یہ ہمارے لئے باعث رحمت ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پہچانے اور تمام امور کو منجانب اللہ عزوجل تصور کرے۔ اگر انسان مصائب پر بجائے واویلا کرنے کے صبر کرے تو یہ اس کے لئے رحمت کے نزول کا سبب بنیں گے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سارنگی نواز کے لئے اسرار کا آئینہ بن گئے

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک سارنگی نواز کو گریہ زاری کرتے اور استغراق میں محو دیکھ کر فرمایا کہ تیرا یہ رونا تیرے ہوش کی علامت ہے۔ اس کے بعد اس کو اس حالت سے ہٹایا اور استغراق کی جانب لائے۔

گذشتہ واقعات کو یاد کرنا اور آئندہ کی فکر کرنا درحقیقت اللہ عزوجل سے حجاب ہے۔ کب تک تو اس طرح گریہ زاری کرے گا؟ جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں بن سکتی۔ جب تک تو خودی کے چکر کے ساتھ طواف کرے گا تو مرتد رہے گا۔ خودی کے ساتھ تو طوافِ کعبہ شرک ہے۔

ماضی اور مستقبل کے واقعات پر نہیں ان کے پیدا کرنے والے پر نظر رکھ۔ تیری خبریں خبر دینے والے سے غیر متعلق ہیں۔ تیری توبہ بھی ایسی حالت میں گناہ سے بدتر ہے۔ فنا کا راستہ تو دوسرا راستہ ہے اس میں ہوشیاری بھی گناہ ہے۔ خودی کی حالت میں توبہ کرنے سے توبہ کرو۔ کبھی تو نرم آواز کو قبلہ بناتے ہو اور کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتے ہو۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سارنگی نواز کے لئے اسرار کا آئینہ بن گئے اور اس کی جان باطن سے بیدار ہوگئی۔ بوڑھا روح کی طرح گریہ سے آزاد ہو گیا۔ ایک جان چلی گئی اور دوسری جان زندہ ہوگئی۔ اس کے باطن میں ایک حیرانگی بیدار ہوئی جس سے وہ زمین و آسمان سے باہر ہو گیا اور اس کی جستجو کسی کی نہ تھی بلکہ انجذابی تھی جس کی کیفیت بیان

نہیں ہو سکتی۔ وہ جلال ذوالجلال میں مستغرق ہو گیا اور جو کچھ ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق کہا گیا ہے تقاضائے غیبی کی بناء پر کہا گیا ہے ورنہ اس کی شرح بیان نہیں ہو سکتی۔

سارنگی نواز کا حال یہاں تک پہنچا تو اس کی جان کُل میں ڈوب گئی۔ اس نے گفتگو سے دامن جھاڑا اور آدھی بات کہی اور آدھی بات اس کے منہ میں رہ گئی۔ اس عیش و عشرت کو حاصل کرنے کے لئے لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں۔ انسان کے جسم میں جان اور روح جاری پانی کی مانند غیب سے پہنچتی رہتی ہے اور دنیا سے ''چل'' کی آواز آتی رہتی ہے۔ یہی حال انسان کی روح کا ہے یہ غیب سے سنتی ہے کہ جسم کی دنیا سے باہر نکل اور جائی دنیا میں آباد ہو جا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی علیہ الرحمۃ اس حکایت میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایک سارنگی نواز کا قصہ بیان کر رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سارنگی نواز کو گریہ کرتے دیکھ کر فرمایا کہ تیرا یہ رونا تیرے ہوش کی علامت ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی حقیقت سے آگاہ فرمایا تو اس کی قلبی کیفیت بدل گئی۔ یاد رکھو کہ انسان خودی میں مبتلا ہو کر جتنی بھی عبادت کرتا ہے وہ ریا کاری پر مبنی ہوتی ہے اور ریا کاری اللہ عزوجل کو ناپسند ہے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور شاہِ روم کا ایلچی

شاہِ روم کا ایلچی امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ خلیفہ وقت کا محل کس طرف ہے تاکہ میں اپنا گھوڑا اور یہ سامان جو میں ساتھ لایا ہوں وہاں لے جاؤں؟ لوگوں نے کہا کہ خلیفہ کا کوئی محل نہیں ہے اس کا محل تو اس کی روشن جان ہے۔ اگرچہ وہ ہمارے سردار ہیں لیکن وہ فقیروں کی مانند جھونپڑی میں رہتے ہیں۔ تو ان کا محل نہیں دیکھ سکتا کیونکہ تیری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

دل کی آنکھ کو کھول اور پھر اس محل کو دیکھنے کی آرزو کر۔ جس کی جان ہوس سے پاک ہوگی وہی اس محل کو دیکھ سکے گا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگ اور دھوئیں سے پاک ہوئے تو جس جانب رخ کیا وہاں اللہ عزوجل کی ذات تھی۔ جو وسوسہ کا دوست ہوا وہ اللہ عزوجل کی ذات کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟

لوگوں کے درمیان اللہ عزوجل اسی طرح روشن ہے جیسا کہ ستاروں کے درمیان چاند اگر تو نہیں دیکھتا تو یہ دنیا تو معدوم نہیں ہے۔ اپنے نفس کی انگلی کو آنکھوں سے ہٹا اور پھر تو جو چاہتا ہے اسے دیکھ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو جب دعوتِ حق دی تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے خود دیکھنے اور سننے کے راستے بند کر دیئے ہیں۔ آدمی بینائی کا نام ہے باقی کھال ہے۔ دید تو دراصل محبوب کی دید ہے اور اگر دوست کا دیدار نصیب نہ ہو تو پھر اندھا ہونا ہی بہتر ہے۔ جو دوست باقی رہنے والا نہیں ہے اس کا دور

رہنا ہی بہتر ہے۔لوگوں سے ایسی باتیں سن کر شاہِ روم کے ایلچی کا اشتیاق مزید بڑھ گیا اور وہ سوچنے لگا کہ کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو جسم میں جان کی مانند دنیا سے پوشیدہ ہے۔

ایک بدوی عورت نے اس ایلچی کو دیکھ کر کہا کہ امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کھجور کے درخت کے نیچے ہیں۔تو اس درخت کے نیچے مخلوقِ خدا سے جدا خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ سکتا ہے۔وہ ایلچی اس جگہ پہنچا اور دور کھڑا ہو گیا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اس پر کپکپی طاری ہو گئی اور اس پر اللہ عزوجل نے ایسی کیفیت طاری کر دی کہ اس نے محبت اور ہیبت جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اپنے جگر میں جمع دیکھا۔اس ایلچی نے خود سے کہا کہ میں نے بے شمار بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں لیکن اس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیئے ہیں۔میں بڑے بڑے شکاری جانوروں سے لڑا ہوں' شیر کی طرح جنگوں میں حصہ لیا ہے' بہت سے زخم کھائے ہیں اور لگائے ہیں لیکن میرا دل ہمیشہ قوی رہا۔یہ شخص کس طرح بغیر ہتھیار کے زمین پر سو رہا ہے اور میں اس سے خوف محسوس کر رہا ہوں۔یہ کیسی عجیب بات ہے کہ یہ کسی مخلوق کی ہیبت نہیں بلکہ خدا کی ہیبت ہے۔جو شخص اللہ عزوجل سے خوف محسوس کرتا ہے اور جس نے تقویٰ اختیار کیا اس سے جن اور انسان دونوں ڈرتے ہیں۔

قدرے انتظار کے بعد حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔اس ایلچی نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور مطمئن کیا۔اس ایلچی کے دل سے خوف جاتا رہا اور اس گھبرائے ہوئے ایلچی کو آپ رضی اللہ عنہ نے خوش کر دیا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے گفتگو کے بعد اس ایلچی کے دل میں روشنی پیدا ہوئی۔اس نے اصل کو پا لیا اور فروع کو چھوڑ دیا۔اس نے حکمت کی بات پوچھی کہ روح جیسی مصفیٰ چیز کو جسموں میں قید کرنے میں اللہ عزوجل کی کیا حکمت ہے؟

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انسان معنیٰ اور آواز جیسی چیزوں کو لفظوں میں قید کر دیتا ہے تو اس میں اس کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے تو جو ذات خود نفع

کی خالق ہے اس کے افعال میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور پوشیدہ ہے۔ روح کو قید کرنے کے بے شمار فائدے ہیں اور ان میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بہتر ہے۔ اگر انسان کا کلام فائدے سے خالی نہیں جو کہ جز ہے تو کل کے کن کہنے کا کلام فائدے سے خالی کیسے ہوسکتا ہے؟ بولنے سے اگر فائدہ نہیں ہے تو بولنا چھوڑ دے اور اگر ہو سکے تو اعتراض چھوڑ دے اور شکر گزار بندہ بن جا۔ غیر مفید سوال کرنا درست نہیں ہوتا اور مفید سوال بھی اعتراض کی صورت میں نہیں بلکہ شکر کے طریقے پر ہونا چاہئے کیونکہ انسانوں کا شکر گزار ہی اللہ عزوجل کا صحیح معنوں میں شکر گزار ہوتا ہے اور درحقیقت انسانوں کا شکر ادا کرنا اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا ہے۔

شاہِ روم کے ایلچی نے جب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو وہ اللہ عزوجل کی قدرت پر فریفتہ ہو گیا اور اس کو اپنی سفارت یاد نہ رہی۔

قطرہ فنا ہو کر سیلاب بن گیا اور روٹی کا تعلق جب حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تو مردہ روٹی بھی زندہ اور باخبر ہو گئی۔ وہ شخص مبارک باد کے قابل ہے جو خودی سے نکل گیا اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہو گیا۔

صد افسوس ہے اس شخص پر جو زندہ ہو کر کسی مردہ کا ہم نشین ہوا۔ جب تم قرآن مجید کی پناہ میں آ گئے تو گویا تمہارا ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح سے ہو گیا۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات ہیں جو اللہ عزوجل کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں۔ اگر تو صرف اسے پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اسے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا دیدار سمجھ۔ اگر تو اس پر عمل کرے گا تو جب تو ان کے واقعات کا مطالعہ کرے گا تو تیری جان کا پرندہ پنجرے میں تنگ آ جائے گا۔ وہ پرندہ نادان ہے کہ جو قید ہو اور چھٹکارا نہ پا سکے۔

جو روحیں قید سے آزاد ہو گئیں وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور کامل مرشد کی ارواح ہیں۔ باہر کی دنیا سے ان کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں کہ تیرے چھٹکارے کا ایک راستہ یہی ہے۔ اس قید سے رہائی چاہتا ہے تو اپنے آپ کو نحوار اور زار و نزار بنا لے تاکہ شہرت سے نکل

آئے۔ مخلوق کی شہرت ایک مضبوط بیڑی کی مانند ہے اور راستے کو طے کرنے کے لئے یہ لوہے کی کسی مضبوط بیڑی سے ہرگز کم نہیں ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں شاہِ روم کے ایلچی کا حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جانے کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس ایلچی نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اس پر ہیبت طاری ہوگئی۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسے انسانی تخلیق کے مقصد سے آگاہ کیا تو اس کی قلبی کیفیت بدل گئی۔ پس یاد رکھو کہ اگر تم اپنے مقصد حقیقی کو پانا چاہتے ہو تو تمہارے لئے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین رہنما ہیں۔ مقصد حقیقی کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ تم پہلے اپنی روح کو جسم کی قید سے آزاد کرو یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو مٹاؤ۔ نفسانی خواہشات کو ختم کرنے کے لئے اور اپنے نفس کی مخالفت کے لئے کسی رہبر کامل کی تلاش کرو جو صحیح معنوں میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو۔

عقل حیلہ گر ہے

اللہ عزوجل کے فعل اور ہمارے فعل دونوں کو دیکھ ہمارے فعل کو موجود سمجھ کیونکہ اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہوتو ہم کسی کو کیوں کہیں کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

اللہ عزوجل کی آفرینش ہمارے تمام افعال کی موجد ہے لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے لیکن ان کی جزاء کبھی سانپ ہے اور کبھی دوست کیونکہ بولنے والا یا لفظوں کو دیکھتا ہے مطلب کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ معنی کی طرف گیا تو حروف سے غافل ہو گیا کیونکہ کوئی آنکھ ایک ہی وقت میں آگے اور پیچھے کیسے دیکھ سکتی ہے؟ جب ایک جان حروف اور معنی پر حاوی نہیں تو جان دونوں کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

اے بیٹا! اللہ عزوجل ہر شے پر حاوی ہے اس کا ایک کام دوسرے کو نہیں روکتا۔ انسان اپنے احوال کا خود خالق نہیں بلکہ انسان کے تمام افعال کا خالق اللہ عزوجل ہے۔ اس لئے کہ خالق کا اپنی مخلوق پر عملی احاطہ ہونا لازم ہے ورنہ وہ اسے پیدا نہیں کر سکے گا۔ چونکہ انسان کو اپنے افعال کی حقیقت کا صحیح علم نہیں اس لئے وہ اپنے افعال کا خالق بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ عزوجل کے قول "کن" نے ہماری جان کو مست کر دیا اور جس نے اسے پیدا کیا وہ اس کو کیسے نہیں جانے گا؟

شیطان نے کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کیوں کیا؟ اور اس نے اپنے فعل کو چھپا لیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ ہم نے خود پر ظلم کیا۔ وہ ہماری طرح اپنے فعل سے غافل نہ تھے۔ انہوں نے ادب کی وجہ سے اللہ عزوجل کے فعل کو چھپا لیا اور اپنے اوپر گناہ لے لینے سے انہوں نے پھل کھایا۔ توبہ کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ اے آدم علیہ السلام! میں نے وہ جرم

اور مصیبتیں جو تو نے اٹھائیں پیدا نہیں کی تھیں؟ کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہیں تھی جو تو نے عذر کے وقت انہیں چھپالیا؟

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے ڈر اور ادب کو نہیں چھوڑا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے بھی تیرا لحاظ اسی لئے رکھا۔ سچ ہے جو شخص تعظیم کرتا وہی عزت بھی پاتا ہے۔ پاک چیزیں پاک لوگوں کے لئے ہیں۔ ہر موقع پر اس کا شکر ادا کرو اور اسے خوش رکھو پھر دیکھو کہ وہ کیا کرتا ہے؟

جبر کو اختیار سے جدا سمجھنے لے لئے ایک مثال سن لو۔ ایک وہ ہاتھ ہے جو رعشہ کی وجہ سے خود بخود ہل رہا ہے اور ایک ہاتھ وہ جسے تو خود ہلا رہا ہے۔ دونوں حرکتیں اللہ عزوجل ہی کی پیدا کردہ ہیں لیکن ان کے اثرات ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ جس کو تو ہلا رہا ہے اس سے تو شرمندہ ہے لیکن رعشہ والا کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ یہ عقلی بحث ہے اور عقل حیلہ گر ہے۔

عقلی بحث کی اہمیت اپنی جگہ پر لیکن بحث دوسری چیز ہے۔ جس دور میں عقلی بحث مہیا تھی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت ابوجہل کے ہمراز تھے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب عقل سے روح کی جانب آئے ان کی بحث میں ابوالحکم ابوجہل بن گیا۔ عقل اور حواس کے اعتبار سے وہ مکمل ہے اگرچہ روح کے اعتبار سے وہ جاہل ہے۔ روحانی بحث یا عجیب ہے یا اس سے بڑھ کر اس لئے کہ وہ بینا جس کی روشنی چمک رہی ہے لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اللہ عزوجل کی شانِ کریمی بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ عزوجل کو عقلی دلائل کے ذریعے ہرگز نہیں پہچانا جاسکتا کہ عقل حیلہ گر ہے اور یہ بہانے تراشتی ہے۔

قضا آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

ایک رات ایک بدو عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ ساری دنیا خوش ہے لیکن ہم غربت کی سختیاں برداشت کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس نہ ہی کھانے کو کچھ ہے اور نہ پینے' نہ پہننے کو کچھ ہے اور نہ اوڑھنے کو۔ ہماری یہ فقیری تو فقیروں کے لئے بھی ذلت کا باعث ہے۔ ہم سے ہر اپنا پرایا سب گریزاں ہیں۔ اگر کوئی مہمان ہمارے پاس آ جائے تو میں رات کو سوتے ہوئے اس کی گودڑی اتار لوں۔ ہم کب تک اس ذلت کو برداشت کریں گے؟

بدو فقیر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو آمدنی اور پیداوار کی کب تک جستجو کرے گی؟ سمجھدار انسان کمی و بیشی پر غور نہیں کرتا کیونکہ یہ دونوں پانی کے بہاؤ کی مانند نکل جاتے ہیں۔ چاہے پانی صاف ہو یا گدلا وہ ٹھہرنے والا نہیں ہے۔ اس دنیا میں ہزارہا جاندار ایسے ہیں جو بغیر تردد کے آرام سے گزر جاتے ہیں۔ فاختہ درخت پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتی ہے حالانکہ اس نے رات کا کچھ سامان نہیں کیا۔ بلبل کہتی ہے کہ اے اللہ! میں تجھ پر ہی بھروسہ کرتی ہوں۔ مچھر سے لے کر ہاتھی تک سب اللہ عزوجل کا کنبہ ہیں اور وہ ان کی بہتر پرورش کرتا ہے۔ یہ سب غم جو ہمارے سینوں میں پرورش پا رہے ہیں یہ ہماری ہستی کے غبار اور بگولے ہیں۔ یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لئے درانتی کی مانند ہیں۔ اس طرح ہو گیا اس طرح ہو گیا۔ یہ سب ہمارے وسواس ہیں۔

ہر غم و فکر موت کا ایک حصہ ہے۔ اگر تم نے موت کو خود کے لئے آرام دہ بنا لیا تو جان لے کہ اللہ عزوجل تیرے کل کو بھی آرام دہ بنا دے گا۔ درد موت کے قاصد ہوتے ہیں قاصد سے منہ نہ موڑ۔ جو شخص خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے وہ تلخی کی موت مرتا ہے۔ جو شخص

صرف اپنے جسم کی پرورش کرتا ہے وہ موت سے نہیں بچ سکتا۔

اے میری بیوی! تو میرا جوڑا ہے اور جوڑے کو یکساں ہونا چاہیے۔ جوتے اور جرابوں کے جوڑے کو دیکھ لے دونوں میں سے ایک اگر تنگ ہو تو وہ تیرے کسی کام کا نہیں ہے۔ کبھی شیر اور بھیڑیے کا بھی جوڑا بنا ہے۔ میں قناعت کی طرف آتا ہوں تو تو برائی کی جانب کیوں جاتی ہے؟

عورت بولی کہ تو عزت کا خواہش مند ہے تو پھر تکبر کی باتیں کیوں کرتا ہے؟ دنیاداری اور کروفر کی باتیں کب تک تکبر، دعویٰ، غرور اور بکواس کو دل سے نکال دے تاکہ تو نجات پاسکے۔ تکبر برا ہے مگر مفلسوں سے اور بھی برا ہے۔ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے اور تو دعوے کرتا ہے۔ تو نے صرف قناعت کا نام ہی سیکھا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قناعت تو ایک خزانہ ہے۔ تو مجھے بیوی نہ کہہ اور اپنے شوہر ہونے کا دعویدار نہ ہو۔ میں انصاف کی بنیاد پر تیری بیوی ہوں نہ کہ مکاری کی بنیاد پر۔ تو خود کو مجھ سے زیادہ عقل مند سمجھتا ہے تو پھر مجھ جیسی کم عقل کو پسند کیوں کیا؟ منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح منتر پڑھتا ہے لیکن سانپ اس پر منتر پڑھتا ہے۔ منتر پڑھنے والا اپنے کام کی حرص کی وجہ سے سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا۔ سانپ کہتا ہے کہ تو مجھے اللہ عزوجل کے نام پر پھنساتا ہے لیکن اللہ عزوجل کا یہ نام ہی مجھے انصاف دلائے گا۔

بدو فقیر بولا: اے میری بیوی! فقر فخر کا باعث ہے اور کسی میں کوئی عیب ہو تو اسے ننگا نہیں کرنا چاہیے۔ درویشی کا یہ معاملہ تیری فہم سے بالاتر ہے۔ درویشی دنیاوی کاموں سے جدا ہونے کا نام ہے۔ درویشوں کے لئے اللہ عزوجل کی جانب سے ہر وقت بخشش ہے۔ یہ لوگ ملک و مال کے علاوہ اللہ عزوجل سے بھاری روزی پاتے ہیں۔ اللہ عزوجل عدل کرنے والا ہے اور عادل کمزوروں پر ظلم نہیں کیا کرتے۔ مجھے لوگوں سے کسی قسم کا کوئی لالچ نہیں اور میرے دل میں قناعت کا ایک جہان آباد ہے۔

عورت نے مرد کے غصہ کو دیکھا تو رونے لگی اور یہ بھی اس کا ایک جال تھا۔ وہ بولی

کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔ میرا سب کچھ تیری ملکیت ہے۔ اگر فقیری سے میرا دل اکھڑا ہے تو صرف تیرے لئے کہ تو میری زندگی کا ساتھی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تو بے سروسامان رہے۔ میں تو تجھ پر قربان ہونا چاہتی ہوں۔ میں سونے چاندی پر خاک ڈالتی ہوں اور میرے دل کا سکون تو صرف تو ہی ہے۔ تو وہ وقت یاد کر کے جب میں بت تھی اور تو میرا پجاری تھا۔ میں اب تیری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کروں گی۔ تو میرے ساتھ جدائی کی باتیں نہ کر۔ میں جانتی ہوں کہ میرا عذر تیرے اندر موجود ہے اور تیری بلندی اخلاق ہے۔ اس بدوی عورت کے رونے سے اس بدوی فقیر کا دل پگھل گیا۔ اس کی بارش سے ایک بجلی چمکی اور مرد کے دل پر گری۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں کی دل لگی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ حوا (علیہا السلام) کو اسی لئے پیدا کیا کہ آدم (علیہ السلام) کو سکون حاصل ہو۔ وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا فرماتی تھی کہ اے حمیرا (رضی اللہ عنہا)! مجھ سے بات کرو۔ یہ بات مسلم ہے کہ ہر گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے۔

بدوفقیر اس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا جیسے ظالم مرتے وقت اپنے ظلم سے ہوتا ہے۔ درحقیقت جب قضا آتی ہے تو عقل اور سمجھ جاتی رہتی ہے۔ اللہ عزوجل کے سوا قضا کو کوئی نہیں جانتا۔ متقیوں کے امام حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قضا آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ جب قضا گزر جاتی ہے تو انسان شرمندگی میں خود کو کاٹتا ہے۔

بدوفقیر بولا کہ میں خطاوار ہوں درحقیقت وجود عدم دونوں ہی اللہ عزوجل کے حکم کے تابع ہیں۔

بدوفقیر اور اس کی بیوی کے اس قصہ کو نفس اور عقل کی مثال جانو۔ اس عالم سفلی میں نفس اور عقل نیک و بد کی صورت میں موجود ہیں۔ نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے کبھی عاجزی کرتا ہے اور کبھی برائی کا خواہش مند ہے۔ عقل ان باتوں سے ناواقف ہے اس کے دماغ میں اللہ عزوجل کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس دنیا میں ظاہر و باطن دونوں کا موجود ہونا لازمی ہے۔ اگر صرف باطن کو لیں تو دنیا بیکار ہو جائے اور شریعت کا وجود نہ رہے۔

اگر محبت اور فکر باطنی معاملہ ہوتا تو پھر نماز اور روزے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہتی۔ اللہ عزوجل سے محبت کے ظاہری اظہار کے لئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

دوستی ہونے کے باوجود دوست ایک دوسرے کو تحفے دیتے ہیں جو دوستی کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں۔ چھپی ہوئی محبتوں کے گواہ ظاہری افعال ہوتے ہیں۔ ظاہری افعال والے گواہوں میں کوئی شراب سے مست ہوتا ہے، کوئی چھاچھ دے۔ چھاچھ والے کی مستی بناوٹی ہوتی ہے۔ ریا کار بظاہر تو نماز، روزے میں پوری جدوجہد کرتا نظر آتا ہے تاکہ گمان ہو کہ دوستی میں مست ہے۔ جب تم حقیقت دیکھو گے تو یہ عین ریا کاری ہو گی۔ ظاہری افعال تو اس محبت کی علامت کے رہبر ہوتے ہیں۔ رہبر کبھی صحیح بھی ہوتا ہے اور کبھی غلط بھی۔ کبھی برگزیدہ بھی ہوتا ہے اور کبھی ناکارہ بھی۔

اے اللہ! ہمیں وہ تمیز عطا فرما جو ہمیں صحیح اور غلط کا فرق سمجھا دے۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ تمیز کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ جس کے لئے اللہ عزوجل کا نور امام بن جائے وہ آثار اور اسباب کا غلام نہیں رہتا۔ جب باطن میں محبت شعلہ زن ہوتی ہے تو پھر اس کی محبت قوی ہو جاتی ہے اور اثر سے اسے فارغ کر دیتی ہے۔

محبت کا ظہور اعمال کی صورت میں ہوتا ہے لیکن محبت اور علامت میں بہت حد تک مناسبت بھی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے جدا بھی ہیں۔ درخت کا سبزہ پانی کے وجود کو ظاہر کرتا ہے حالانکہ پانی اور درخت حقیقت میں دو جداگانہ حقائق ہیں۔ معاملات کی اگر حقیقت پر نظر دوڑائی جائے تو ایک دوسرے سے بہت دور ہیں لیکن باطن میں وہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ دانہ تین مختلف حقائق پانی، مٹی اور سورج سے ملتا ہے تو وہ درخت بنتا ہے۔

بدو فقیر نے بیوی سے کہا کہ تو جو کہے گی میں تیرا حکم بجا لاؤں گا۔ جو اچھائی اور برائی آئے گی میں اسے نظر انداز کر دوں گا۔ میں تجھ میں فنا ہو جاؤں گا کیونکہ میں تیرا عاشق ہوں۔ عاشق کو اصل کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ وہ بہرا ہو جاتا ہے۔

عورت نے کہا کہ کہیں تیری یہ بات چالاکی پر مبنی تو نہیں کہ میرا راز کھل جائے۔

بدو فقیر نے کہا کہ اللہ عزوجل دلوں کے بھید سے خوب واقف ہے۔ جس نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور برگزیدہ بنایا۔ اس جسم میں تمام علوم بھر دیئے جو روحِ محفوظ میں موجود تھے۔ اب تک کے حالات سے واقف کر دیا اور اپنے اسماء کی تعلیم دے کر سب کچھ پڑھا دیا۔ اس علم کی تعلیم نے فرشتوں کو مدہوش کر دیا اور وہ کہنے لگے کہ پاک ہے وہ ذات جس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

جو انکشافات حضرت آدم علیہ السلام کو ہوئے وہ ان کو آسمانوں پر رہ کر حاصل نہ ہوتے۔ ایک جان میں وہ کچھ سما گیا جس کے لئے ساتوں زمین اور آسمان تنگ تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ میں اوپر سے نیچے تک کہیں نہیں سما سکتا نہ ہی زمین و عرش میں سما سکتا ہوں لیکن حیرانگی ہے مومن کے دل میں وہ سما جاتا ہوں۔ اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہتے ہو تو اہل اللہ کے دلوں میں تلاش کرو۔ تم میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ تو پالو گے۔

اے متقی! میرے دیدار کی جنت کو دیکھ عرش نے باوجود اپنی وسعت کے اور اپنے نور کے اسے دیکھا تو بے قرار ہو گیا۔ عرش کی بڑائی اپنی جگہ لیکن صورت کیا چیز ہے؟ جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے اور یہ نور تاریکیوں کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟

اب ہم جان گئے کہ یہ آدم علیہ السلام سے حاصل کیا گیا اور تیرے پاک نور کو اس جگہ چمکایا ہے۔ اس سے قبل جب اللہ عزوجل نے ہمیں زمین سے منتقل ہونے کا حکم دیا تو وہ ہم پر گراں گزرا۔ ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے۔ اس خزانہ سے غافل تھے جو اس زمین میں موجود تھا۔ ہم نے اللہ عزوجل سے کہا کہ ہم تیری تسبیح کے لئے کافی ہیں۔ یہ انسان یہاں فتنہ پھیلائیں گے۔ اللہ عزوجل کے حلم نے ہمیں بولنے کا موقع دیا کہ اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کے غضب پر حاوی ہے۔ اس نے ہماری گرفت نہیں کی تاکہ بعد میں کسی کو حضرت آدم علیہ السلام پر اعتراض نہ ہو۔ سینکڑوں والدین کی بردباری اللہ عزوجل کی بردباری کے آگے ہیچ

ہے۔ ان والدین کے حلم اللہ عزوجل کے حلم کے آگے ایسے ہی ہیں جیسے سمندر کے آگے جھاگ جو کہ آتی جاتی رہتی ہے مگر سمندر اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔

بدو فقیر نے بیوی سے پوچھا کہ اب تو بتا کہ میں روزی کیسے حاصل کروں؟

عورت بولی کہ بغداد میں اللہ عزوجل کا ایک خلیفہ حکومت کر رہا ہے اگر تو کسی طرح اس سے وابستہ ہو جائے تو تو بادشاہ بن جائے گا۔ نصیبہ ور لوگوں کی مصاحبت کیمیا ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نظر مبارک جب حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پڑی تو وہ تصدیق سے صدیق بن گئے۔

بدو فقیر نے پوچھا کہ بادشاہ کے ہاں مقبول کیسے ہوا جاتا ہے اور میں کس طرح بادشاہ تک پہنچوں گا؟ کوئی تعلق یا تدبیر چاہئے کیونکہ پیشہ بغیر اوزار کے نہیں چل سکتا؟

عورت بولی کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی (ﷺ)! کہہ دیجئے کہ چلے آؤ اور یہ کہہ کر بغیر حیلہ جانے کی شرم کو توڑ دیا۔ جب شاہِ کرم میدان میں نکلتا ہے تو بے سروسامانی اس کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ عاجزی کے ساتھ سوال کرنے میں بڑی کامیابی ہے۔

بدو فقیر بولا کہ میں بے سروسامانی پیدا کئے بغیر اس کا خیال کیسے کر سکتا ہوں کیونکہ گفتگو قاضی القضاء کے سامنے مجروح ہو جاتی ہے۔ وہاں باطنی گواہی درکار ہے۔ سچائی سوال کرنے والے کے حال کی گواہ ہوتی ہے اور وہاں اخلاص کی گواہی درکار ہے۔

عورت بولی کہ سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود سے اپنی کوشش کو جدا کر دے۔ اس مٹکے میں ہمارا بارش کا پانی ہے جو تیرا کل سرمایہ ہے۔ اسے بادشاہ کے لئے تحفہ قرار دے دے۔ اسے کہنا کہ ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ اس کا خزانہ جواہرات سے بھرا ہوا ہے لیکن اس کے پاس ایسا پانی نہیں ہوگا۔ یہ مٹکا کیا ہے؟ ہمارا بدن ہے اور اس میں موجود پانی ہمارے نمکین حواس ہیں۔ اے اللہ! میرے اس مٹکے کو مہربانی فرما کر قبول کر لے۔

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ عزوجل نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال جنت

کے عوض خرید لئے ہیں۔ اس مٹکے کے پانچ حواس اس کی ٹوٹیاں ہیں۔ اپنے حواس کو پاک کر کے اس کوزے کو راستہ سمندر کی جانب کر لے تا کہ کوزہ سمندر کی خصلت اختیار کر لے۔ یہ تحفہ جب تو بادشاہ کے پاس لے کر جائے گا تو وہ اس کو پاک دیکھے گا اور ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اس کا خریدار بن جائے۔ ایسا ہو گیا تو اس کا پانی لاانتہا ہو جائے گا تو اپنی نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھ۔

بدو اپنے تحفے پر فخر کر رہا تھا کہ بادشاہوں کے لائق یہی تحفہ درست ہے۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ بغداد کے درمیان ایک ایسا دجلہ دریا بہتا ہے۔ تو اپنا مٹکا بادشاہ کی خدمت میں لے جا پھر اللہ عزوجل کی قدرت کا نظارہ کر۔ اس طرح ہماری معلومات اور احساسات اس صاف سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں۔ یہ معلومات اس ذات سے حاصل کر جس کے پاس لوحِ محفوظ ہے۔

بدو فقیر نے کہا کہ اس کوزہ کو نمدے میں سی دے تا کہ بادشاہ اس تحفے سے اپنا روزہ افطار کرے۔ شہری لوگ نمکین پانی پینے کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے ہیں۔ تیری جگہ کھاری پانی کا چشمہ ہے تو جیون اور فرات کے پانی کی صفائی کو کیا جانے؟ تو اس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا تو صحو اور سکر اور انبساط کو کیا جانے؟

بدو فقیر نے ٹھلیا اٹھائی اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ وہ چلتا رہا اور زمانے کے مصائب سے ٹھلیا کو پہنچنے والے نقصان سے پریشان تھا۔

اس کی عورت نماز میں کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! اسے سلامت رکھ ہمارے پانی کو کمینوں سے محفوظ رکھ۔ اس موتی کی حفاظت فرما کہ اس موتی کے دشمن ہزاروں ہیں۔

بدو فقیر جب دارالخلافہ پہنچا تو اس نے انعامات سے بھرا ہوا ایک دریا دیکھا۔ ہر جانب سے ضرورت مند اس در سے خلعت اور عطا پا رہے تھے۔ کافر، مومن، اچھے، برے انسان سے لے کر چیونٹی تک اہلِ ظاہر جواہر میں لدے ہوئے تھے اور اہلِ باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا۔ ہر جانب سے آواز آتی تھی کہ اے سائل آ کیونکہ سخاوت کو سائل کی ضرورت

ہے، سخی سائلوں کا محتاج ہوتا ہے۔

وہ بدو فقیر جب دارالخلافہ پہنچا تو نقیب اس کے پاس آئے۔ انہوں نے مہربانی سے گلاب اس کے چہرے پر چھڑکا اور بغیر کسی قسم کی گفتگو کیے اس کی حاجت سمجھ گئے۔ انہوں نے پوچھا! اے سردار! تو کہاں سے آیا ہے؟

اس بدو فقیر نے کہا کہ تم میرے لئے ذریعہ معاش مہیا کر دو تو میں سردار ہوں ورنہ میری کچھ حقیقت نہیں۔ تم سب مجھے سردار نظر آتے ہو اور تمہارا ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں۔ اے نقیبو! تم سب اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتے ہو اس کے پاس سے میرے لئے کوئی انعام لائے ہوتا کہ تم مجھ پر اپنی کیمیا اثر نگاہیں ڈالو۔ میں بہت دور جنگل سے بادشاہ کی مہربانی کی امید پر یہاں آیا ہوں کیونکہ اس کی مہربانی کی خوشبو کی وجہ سے ریت کے ذروں میں جان پڑ گئی ہے۔ میں یہاں دینار لینے آیا ہوں لیکن دیدار نے مجھے مست کر دیا ہے۔ میں ایک معمولی مقصد لے کر آیا تھا لیکن میرے ساتھ تو ایسا ہوا جیسے بدوی نے کنوئیں سے پانی نکالا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار سے مشرف ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معمولی آگ لینے گئے تو وہ چیز حاصل کر لی جو آگ سے جدا کر دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دشمنوں کے نرغے سے کودے تو چوتھے آسمان پر پہنچ گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گیہوں کی جانب ہاتھ بڑھایا تو ان کا وجود انسان کا گچھا بن گیا جن سے انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔ باز دانہ کھانے کے لئے جال میں پھنسا تو اس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ مل گئی۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے گرفتار ہو کر مسلمان ہو گئے تو ان کی نسل کو بادشاہت مل گئی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے نکلے اور شریعت نے انہیں امیر المومنین بنا دیا۔ میں بھی اس در پر ایک چیز کا طالب بن کر آیا ہوں۔ میں پانی کا تحفہ لایا ہوں اور اسے بادشاہ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ روٹی نے انسان کو جنت سے نکالا لیکن مجھے روٹی نے جنت سے وابستہ کر دیا۔ اب میں اس آسمان جیسے در کا طواف کرتا ہوں کیونکہ میں روحانی دولت سے مالا مال ہو کر دنیا سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔

بدو فقیر نے اپنی پانی کی تھلیا نقیبوں کو پیش کی اور اس طرح اس دریا میں خدمت کا بیج بو دیا۔

بدو فقیر بولا کہ میرا یہ تحفہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دو۔ بارش کا میٹھا پانی ہے جو میں نے گڑھے میں جمع کیا تھا۔ نقیبوں نے اس کی بات سنی تو ہنس دیئے لیکن انہوں نے اس تحفے کو دل و جان سے قبول کیا کیونکہ بادشاہ کی مہربانی کا اثر اس کے خدام پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ بادشاہ اچھا ہو گا تو اس کے خدام بھی اچھے ہوں گے۔

بادشاہ کو حوض اور اس کے خدام کو ٹونٹیاں جانو۔ چونکہ پانی ایک ہی حوض سے آتا ہے تو ہر ٹونٹی کا پانی خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اگر حوض کھاری اور ناپاک ہو گا تو ہر ٹونٹی سے پانی بھی ویسا ہی نکلے گا کیونکہ وہ حوض سے وابستہ ہیں۔ روح چونکہ پورے بدن پر حاکم ہے اور وہ اس عالم کی کوئی چیز نہیں اور اس دنیا کے اعتبار سے وہ بے وطن ہے۔ اس طرح روح کو بدن سے وہی نسبت ہے جو بادشاہ کو رعایا سے ہے۔

پاک طینت پاک نسب عقل کی لطافت پورے بدن کو مہذب بنا دیتی ہے اور اس دریا کی لطافت کو دیکھ جو کوثر کی مانند ہے اور اس کے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں۔ جس طرح رعایا بادشاہ کے اوصاف کو قبول کرتی ہے اور شاگرد اپنے استاد کے اوصاف کو اپناتا ہے اسی طرح وہ استاد جو راہِ خدا میں محو ہے اس کے شاگرد بھی راہِ خدا میں محو ہوں گے اور علم کی تمام اقسام میں مرنے کے بعد آخرت کے راستے کا سامان فقر ہی ہے۔

وجہ بیان

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بدو فقیر اور اس کی بیوی کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قضا آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور جب تک انسان اپنے بدن کو ظاہری نجاست سے پاک نہیں کرے گا اس کی روح ہرگز پاک نہ ہو گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت اور بزرگی سب سے بڑھ کر ہے

حسد تمام برائیوں کا جڑ ہے۔ ابلیس کی مثال لے لو اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور خود کو بے شمار تباہیوں میں مبتلا کر کے ذلت کے گڑھوں میں گر گیا۔ ابوجہل کی مثال لے لو جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کیا اور ابوالحکم سے ابوجہل ہو گیا۔ اس طرح اور کئی مثالیں ہیں اور بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے ہی ذلیل و رسوا ہو گئے۔

اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام کا واسطہ اسی لئے بنایا ہے تاکہ ان کی روشنی میں یہ حسد نمایاں ہو جائے۔ حسد کی بنیادوں بڑائی و چالاکی سے بچو اور عاجزی و انکساری اختیار کرو۔ دوسروں کی خدمت کرو کہ یہ بہترین خلق ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ظہور کے بعد حسد اس لئے نمایاں ہوا کہ اس سے پہلے اللہ عزوجل پردوں میں پوشیدہ تھا۔ تم انبیاء کرام علیہم السلام سے اس لئے حسد کرتے ہو کہ وہ تم میں سے تھے پھر تمہارے سے افضل کیوں ہوئے؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت اور بزرگی سب سے بڑھ کر ہے اور اسے اللہ عزوجل نے مقرر فرما دیا ہے۔ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور لوگوں نے اسے قبول کر لیا تو پھر تمہیں بھی ان کی بزرگی اور فضیلت کو ماننے میں حسد کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اب اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا زمانہ ہے۔ پس حاسدین کے لئے روزِ محشر تک ایک دائمی آزمائش ہے۔ جس کی عادت نیک ہو گی وہ ان کی اتباع میں حیل و حجت سے ہرگز کام نہ لے گا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حسد جیسے ناسور کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ یہ انسان کو بارگاہِ الٰہی میں ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ ابلیس، حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے حسد کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں ذلیل و رسوا ہوا۔ ابو جہل کو اس کے حسد نے ابوالحکم سے ابو جہل بنا دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور بزرگی سب سے بڑھ کر ہے پس جس کسی نے بھی اپنا ناطہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم کر لیا وہ یقیناً دنیا و آخرت میں کامیاب ہے اور جس کی عادت نیک ہو گی وہ کبھی بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا انکار نہیں کرے گا۔

پتھروں کا کلمہ پڑھنا

ابوجہل کی مٹھی میں چند کنکریاں تھیں اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر آپ ﷺ کو آسمانوں کے راز سے آگاہ کیا گیا ہے تو بتایئے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا مَیں بتاؤں یا وہ خود بتائے جو تیرے ہاتھ میں ہے؟ ابوجہل بولا کہ آپ ﷺ کی دوسری بات زیادہ انوکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ہر شے پر قادر ہے اور تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں اور اب تو ان کی تسبیح سن۔ آپ ﷺ کے فرماتے ہی پتھروں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تسبیح پڑھنا شروع کر دی۔ ابوجہل نے غصہ میں آ کر ان پتھروں کو زمین پر دے مارا اور کہنے لگا کہ تم سے بڑا کوئی جادوگر نہیں ہے۔ ابوجہل، حضور نبی کریم ﷺ سے حسد کی بناء پر جل گیا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ذلت کے کنوئیں میں گر گیا تھا۔ اس نے یہ معجزہ دیکھا اور بے دینی میں مزید سخت ہو گیا اور اس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان بن گئی۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضور نبی کریم ﷺ کے معجزے کو بیان کر رہے ہیں جس کا ظہور ابوجہل کے کہنے پر ہوا مگر وہ بدبخت پھر بھی ایمان نہ لایا۔ ابوجہل اپنے حسد اور کفر کی بدولت ذلیل و رسوا ہوا اور ذلت کے کنوئیں میں گر گیا۔

حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ' مظہر خداوندی

عملی نصیحت کرتے ہوئے حکم کا لہجہ اختیار نہیں کیا جاتا پھر وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کو نصیحت کا سبب بنے وہ زیادہ بہتر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے منبر کے تین درجے تھے۔ خطبہ کے وقت حضور نبی کریم ﷺ سب سے اوپر درجہ پر بیٹھا کرتے تھے۔ پھر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے احتراماً دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ پھر سے حضور نبی کریم ﷺ والے درجہ پر بیٹھنا شروع ہو گئے۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں تیسرے درجہ پر بیٹھتا تو لوگ سمجھتے کہ میں عمر (رضی اللہ عنہ) جیسا ہوں۔ اگر دوسرے درجہ پر بیٹھتا تو لوگ سمجھتے کہ میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جیسا ہوں۔ اب اگر میں حضور نبی کریم ﷺ والے پہلے درجہ پر بیٹھا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے ان جیسا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کافی دیر تک منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر منبر سے نیچے اتر آئے کہ تمہارا امیر فعال ہے اور یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ صاحب قال ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے خطبہ دینے کو کہتا یا اٹھ کر چلا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت مظہر خداوندی بنے ہوئے تھے۔ وہ لوگ بھی اس مشاہدے کے اثرات محسوس کر رہے تھے۔

نابینا سورج کی تپش سے سورج کے طلوع ہونے کو سمجھتا ہے مگر اس نور کی تپش انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ اس نور کی تپش سے اگرچہ ایک بے چینی محسوس ہوتی ہے لیکن دل

میں اس سے کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔ جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں وہ بھی اس نور سے متاثر ہوتا ہے اور خود کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔

جس میں مشاہدہ کی قوت نہیں وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ اسے مشاہدہ ہو گیا۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ تھوڑی سی محنت کرے تاکہ وہ بھی اس مقام تک پہنچ سکے۔ یہ اس شخص کی حالت ہے جسے مشاہدہ حاصل نہیں لیکن جس کو مشاہدہ حاصل ہے اس کی حالت اچھی ہے۔ اس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کی تشریح حکیم بوعلی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفے کی بنیاد پر نہیں کر سکتے۔ یہ مقامِ مشاہدہ مجاہدے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ پردہ دلائل سے نہیں ہٹ سکتا۔

جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کرتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے کیونکہ عقل کا وہ ہاتھ جو اس پردہ کو ہٹانے کی کوشش کرے گا خدائی تلوار وہ ہاتھ ہی کاٹ دے گی۔ عقل کے ہاتھ سے یہ پردہ ہٹانے کی کوشش دراصل ممکن ہی نہیں۔ یہ اس طرح فرضی بات ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ اگر خالہ کے خصیے ہوتے تو وہ خالو بن جاتی۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے کے لئے اگر میں بیس سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ کہیں مشاہدے کی دوری سے وہ گھبرا کر اس کی کوشش نہ چھوڑنا کیونکہ جب اللہ عزوجل اس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے فوراً کم کر دیں گے۔

ستاروں کا فاصلہ زمین سے کروڑوں سال کی مسافت ہے لیکن قدرتِ خداوندی ان کی روشنی کو آناً فاناً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ جب چاند اور سورج اپنی روشنی کو زمین کی تاریکی مٹانے کے لئے پھیلاتے ہیں تو اللہ عزوجل اپنی صفات میں ان سے زیادہ مضبوط ہے۔ اللہ عزوجل کی قدرت یہ ہے کہ وہ مختلف اجسام کے اثرات جو کہ مثبت ہوں یا منفی زمین کی مخلوق کے مطابق باوجود اس قدر فاصلہ کے ان کو زمین تک پہنچاتا ہے یا ان نقصان دہ اثرات کو ختم کر دیتا ہے۔ آفتابِ حق کے سامنے ان اثرات کی کیا حقیقت ہے؟

جس طرح ستارے زمین پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء

اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اہل عقل انسان کو عالم صغیر اور جہان کو عالم کبیر تصور کرتے ہیں۔ اہل اللہ قربِ حق کی وجہ سے انسان کو جہانِ کبیر اور دنیا کو جہانِ صغیر سمجھتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہے کہ اہلِ فلسفہ کی نگاہ صرف انسانی جسم پر ہے۔

اگر انسان کی تخلیق قدرت کی منشا کے مطابق نہ ہوتی تو اس عالم کو پیدا نہیں کیا جاتا۔ درخت کی ٹہنی پہلے ہوتی ہے پھر پھل اور اگر پھل کو حاصل کرنا مقصود نہ ہوتا تو ٹہنی کے وجود کی کیا اہمیت؟ پھل مقصود نہ ہوتا تو پھر کوئی درخت بھی نہ ہوتا۔ پس زمانی طور پر پھل بعد میں ہے لیکن غائیت کے اعتبار سے وہ پہلے ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میں بروزِ محشر لوائے حمد اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی تخلیق سے مقصود حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی تھی۔ چونکہ مقصود حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی تھی اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ میں مقصود ہوں اس لئے میں سب سے پہلے ہوں۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا ظہور حضور نبی کریم ﷺ کے ظہور کی وجہ سے ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ سے سجدہ اس لئے کروایا گیا کہ ان کی پشت پر حضور نبی کریم ﷺ کو نور موجود تھا۔ ہونے والی ہر شے کا تصور اور فکر اس کے خارجی وجود سے قبل ہوتا ہے۔

ذکر اور مشاہدہ کے درمیان فاصلے سے سالک کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ قدرت جب چاہے گی اس فاصلے کو کم کر دے گی۔ اگر سفر میں کامیابی ہو جاتی ہے تو راستہ کا فاصلہ اور دشواری ہرگز محسوس نہیں ہوتی۔ انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ پہنچ جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کر لیتا ہے۔ بہت سے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے ایسی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ راستہ کی لمبائی جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہیں۔

معراج کی رات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ مجاہدہ کرنے

والے کو بس قیل وقال ختم کر کے عمل میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ اللہ عزوجل سے امید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دے گا۔ دنیا سے آنکھیں بند کر کے عمل کیا جائے تو منزل ضرور مل جاتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتِ پاک پر عمل کرنے سے یقیناً انسان نجات پا سکتا ہے۔

سالک کے لئے مرشد کامل کی محبت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ سالک خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو راہِ سلوک بغیر شیخ کامل کے طے کرنا مشکل ہے۔ شیخِ کامل کبھی سالک کی تربیت صفت جمال سے کرتا ہے اور کبھی صفتِ جلال سے۔ شیخ کامل کی نرمی اور سختی دونوں روحانی مدارج کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ شیخ کامل کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ شیخ کامل اپنے قہر سے مرید کو متواضع بناتا ہے اور اس میں اخلاقِ حسنہ کا بیج بوتا ہے۔ مرید کی اس روحانی شادابی کو شیخ کامل دیکھتا ہے۔

شیخ کامل کے ساتھ بے اعتقادی حصولِ فیض کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ یمن میں رہائش پذیر تھے اور وہ بہت بڑے عاشق رسول اللہ ﷺ تھے۔ وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہو سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں یمن کی جانب سے اللہ عزوجل کی خوشبو پاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا مطلب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خوشبو ہے۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ملتی ہے وہ ایسی معراج نہیں ہوگی جیسے کہ دھوئیں یا غبار کا اوپر کی جانب اٹھ جانا بلکہ ایسی معراج بامعنی ہوگی جیسی کہ بانس کو معراج حاصل ہو کہ اس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو خود بخود تمہیں بقا کی جانب لے جائے گا۔ اس طرح فنا کے عروج کے بعد تم سیر نزولی کر کے پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ شیخ کامل کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی

ہے جس طرح جانِ معشوق کی جانب کھنچی چلی جاتی ہے۔ اس سیر میں ہاتھ اور پاؤں کا کچھ کام نہیں ہے اور یہ ایسی سیر ہے جیسی روح کی سیر عدم سے وجود کی جانب ہوتی ہے۔ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کا بیان اس درجہ کا ہے کہ اس کے بعد کسی عقلی دلیل کی کوئی حاجت باقی نہیں رہ جاتی اگر سننے والا اپنے ہوش و حواس سے اسے سن لے۔ پس مرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اس میں اسی کا فائدہ ہوگا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کے آغاز میں حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ مظہر خداوندی تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مرتبہ پر بیٹھے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ نیز اس حکایت میں مرشد کامل کی عظمت کو بھی اجاگر کیا گیا کہ مرشد کامل کی ذات ایسی ذات ہے جس کے بغیر سالک کی تمام کوششیں بیکار ہیں۔ مرشد کامل چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوتا ہے اور براہِ راست ان سے فیض پاتا ہے اس لئے سالک اس کی صحبت میں رہ کر اپنے مقصد حقیقی کو پا سکتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا بچپن میں لا پتہ ہونا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں ہیں انہوں نے جب حضور نبی کریم ﷺ کا دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ کو حضرت عبدالمطلب کے سپرد کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئیں اور وہ آپ ﷺ کو حرمِ کعبہ میں حطیم کے پاس لے گئیں۔

حطیم کے پاس انہوں نے آواز سنی کہ اے حطیم! تجھ پر آج بہت مہربانی ہوئی کہ تجھ پر نور کی سخاوت ہوگی اور تو آج بالائی روحوں کی منزل بنے گا۔ اس سے قبل حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور نبی کریم ﷺ کے شق صدر کا واقعہ پیش آچکا تھا اور وہ بہت خائف رہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہا ہر وقت حضور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتی رہتی تھیں آپ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آواز سنی تو حیران ہوئیں کہ اس وقت تو وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اس آواز کی تلاش میں حضور نبی کریم ﷺ کو زمین پر بٹھا کر نکلیں۔ ہر جانب سے بلند آوازیں ان کے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں لیکن آواز والا انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا حیران و پریشان واپس لوٹیں تو حضور نبی کریم ﷺ اپنی جگہ پر موجود نہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا غم کی شدت سے نڈھال ہوگئیں اور رونا شروع کر دیا کہ میرا یہ گوہر مجھ سے کون لے گیا؟

اہل مکہ نے کہا کہ ہمیں اس کا کچھ علم نہیں اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ یہاں کوئی بچہ موجود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جدائی کے غم میں اتنے آنسو بہائے کہ دیگر لوگ بھی آپ رضی اللہ عنہا کے غم میں شریک ہوگئے۔ اسی دوران ایک بوڑھا عربی لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اور اس شدتِ غم کی وجہ دریافت کی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دایہ ہوں اور انہیں ان کے دادا کے سپرد کرنے آئی تھی۔ حطیم میں مجھے عجیب وغریب آوازیں سنائی دیں تو میں بچہ کو چھوڑ کر ان آوازوں کے متعلق معلوم کرنے نکلی۔ جب واپس آئی تو بچہ یہاں موجود نہیں ہے۔ میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ اس طرح مجھ پر کیے گئے اعتماد کو ٹھیس پہنچ سکتا ہے۔

اس بوڑھے نے کہا کہ تم غم نہ کرو میں تمہیں اس کے پاس لے چلتا ہوں جو اس بچے کے متعلق ہمیں بتا دے گا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں اور وہ بوڑھا انہیں مکہ مکرمہ کے مشہور بت عزیٰ کے سامنے لے گیا اور کہنے لگا کہ ہم اپنے گم ہونے والوں کا علم اسی سے پاتے ہیں۔ پھر بوڑھے نے اس بت کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے عرب کے خدا! ہم نے تیری وجہ سے بے شمار ہلاکتوں سے نجات پائی اور تیری مہربانیاں اہل عرب پر بے شمار ہیں اور تیرا حق ادا کرنا ہم اہل عرب پر لازم ہے۔ یہ اپنے گم شدہ بچے کے متعلق جاننا چاہتی ہے اور اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

اس بوڑھے نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا تو بت اوندھے منہ گر پڑا اور کہنے لگا کہ تو اس بچے کو کیوں تلاش کرتا ہے جس کی وجہ سے ہم ذلیل ورسوا ہوں گے۔ جو واقعات بت پرستوں نے ہمارے ساتھ دیکھے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے اور اس نام والے کی وجہ سے ہمارا یہ مرتبہ ختم ہو جائے گا۔ اللہ کے لئے یہاں سے چلے جاؤ اور کوئی انسان اگر اژدھے کی دم کو مسلے تو یہ خطرناک ہوتا ہے۔ اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آب وتاب کے سامنے ہماری شان ماند پڑ چکی۔ بوڑھے نے جب اس بت کی باتیں سنیں تو گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی اور کانپنے لگ گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جب بت کی باتیں سنیں تو بولیں کہ اگرچہ اس وقت میں مصیبت میں مبتلا ہوں اور میں حیران ہوتی ہوں کہ مجھ سے ہوائیں باتیں کرتی ہیں، کبھی پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں، کبھی اس بچے کو غیب سے کچھ لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں میں کس کے سامنے فریاد کروں میں پریشان ہو گئی ہوں۔ میں ان معاملات کو جو میرے ساتھ پیش

آئے انہیں راز رکھنا چاہتی ہوں۔ میں بس اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے اور میں اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتی اگرچہ لوگ مجھے پاگل ہی کیوں نہ سمجھیں۔

بوڑھا بولا کہ اے حلیمہ (رضی اللہ عنہا)! تو اس کی جانب سے فکرمند نہ ہو۔ وہ گم نہیں ہوگا بلکہ ایک عالم اس کی عظمت میں گم ہو جائے گا۔ تو نے دیکھا نہیں کہ یہ عظیم بت بھی تیرے بچے کے نام کے آگے سرنگوں ہو گیا۔ میں نے اپنی زندگی میں ان سے عجیب واقعہ کوئی نہیں دیکھا۔ ان کی رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام برا ہوگا اور جب بتوں کا یہ حال ہے تو ان کے پجاریوں کا کیا حال ہوگا؟

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے رونے کی آواز حضرت عبدالمطلب نے بھی سن لی اور وہ فوراً سمجھ گئے کہ کیا ماجرا ہے؟

حضرت عبدالمطلب بھی شدتِ غم سے نڈھال کعبہ کے دروازہ پر آئے اور کہا کہ مجھ میں ایسی کوئی خوبی نہیں کہ میرا ہم راز بنوں۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں اگرچہ وہ ہم میں سے ہی ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر پیدا نہیں ہوئے۔ ان کو بچپن سے ہی جو فضیلت عطا ہوئی ہو وہ کسی کو سو سال کی عبادت کے بعد بھی عطا نہیں ہوتی۔ میں ان کو سفارشی بناتا ہوں اور ان کے طفیل ان کے حالات سے آگاہی چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں؟

حضرت عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب آیا کہ تم عنقریب ان کا چہرہ دیکھ لو گے۔ وہ دو سو فرشتوں کی جماعت کے ہمراہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ہم ان کے ظہور کو عالم میں مشہور کر دیں گے اور باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اس کے مختلف مراتب ہیں۔ کبھی اس سے ہم نے شاہ پیدا کر دیئے اور کبھی اس سے عاشق پیدا کر دیئے۔

اس خاک سے لاکھوں عاشق اور معشوق پیدا کئے جاتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف رہتے ہیں۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری و

ساری ہیں۔ مٹی کو یہ فضیلت اس کی فروتنی کی وجہ سے عطا کی گئی ہے کہ اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اس کا باطن پرانوار ہے جس سے لال وگل رونما ہوتے ہیں۔

زمین کا ظاہر پتھر لیکن اس کا باطن موتی ہے۔ اس کی ظاہری صورت باطنی خصوصیات کو چھپائے ہوئے ہے اور منکر ہے لیکن اس کا باطن کمالات سے بھرپور ہے۔ ظاہر اور باطن کی جنگ جاری ہے۔ کبھی ظاہر غلبہ پاتا ہے اور کبھی باطن غالب آ جاتا ہے۔

بدصورت مٹی سے حسین وجمیل مخلوق کا پیدا کرنا اس کے باطنی حسن کو ظاہر کرتا ہے۔ زمین بظاہر روتی ہوئی صورت کی مانند ہے لیکن باطن میں مسرتیں پوشیدہ ہیں۔ اللہ عزوجل جب چاہتا ہے چھپے ہوئے کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اللہ عزوجل آزمائش میں مبتلا کر کے انسانوں کی باطنی خوبیوں کو نکھارتا ہے۔

زمین نے بے شمار باکمال فرزند پیدا کیے لیکن حضور نبی کریم ﷺ جیسا کوئی بھی پیدا نہیں کر سکی۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب آپ ﷺ کا ظہور ہوا تو دونوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ کی پیدائش نے زمین کو عروج عطا کیا کیونکہ اس کے ظاہر اور باطن اللہ عزوجل کے لئے جنگ کر رہے ہیں اور جس کے ظاہر اور باطن میں اللہ عزوجل کے لئے باہمی جنگ ہو اس کی روح پرنور ہوتی ہے اور اس کے نور کو زوال نہیں ہوتا۔

حضرت عبدالمطلب نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق دریافت کیا تو انہیں آواز آئی کہ غم نہ کریں وہ فلاں میدان میں فلاں درخت کے نیچے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب قریش کے سرداروں کو لے کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے تمام آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک سردار ہوئے تھے لیکن آپ ﷺ کے ذاتی فضائل کے مقابلے میں نسبتی فضیلت ہیچ ہے۔ آپ ﷺ کا اصل جوہر نسب سے بے نیاز ہے۔ آپ ﷺ خیر الخلائق پیدا کئے گئے اور اللہ عزوجل کی جانب سے تو معمولی انعام بھی سورج سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں لاپتہ ہونے کے واقعہ کو بیان کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گمشدگی پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا پریشان ہوگئیں تو انہیں ایک بوڑھا بتوں کے پاس لے گیا اور پھر جب اس بوڑھے نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ان بتوں سے دریافت کیا تو ان بتوں نے کہا کہ وہ ہمیں رسوا کرنے آئے ہیں اور تو ان سے ہمارے متعلق دریافت کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت یہ کائنات تخلیق کی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہمارے لئے باعث فخر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الخلائق ہیں۔

ذات کا پتہ روح سے چلتا ہے

ذات کا پتہ روح سے چلتا ہے کیونکہ بدن سے متصرف ہے مگر اس سے پاک ہے۔
روح علم و عقل کی ساتھی بھی ہے اور روح کو عربی یا ترکی سے بھی کچھ واسطہ نہیں ہے اس لئے اے بے نقش ذاتِ پاک! اتنے مظاہر اور صورتوں کے ہوتے ہوئے اصل تشبیہ، جو خدا کو مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں اور موحد جو خدا کی ذات وصفات میں یکتا مانتے ہیں۔ دونوں ہی حیران ہیں تو کبھی اہل تشبیہ کو اہل توحید بنا دیتا ہے اور کبھی اہل توحید کو صورت بے مثال کی وجہ سے راہزن بن جاتا ہے۔
کبھی مستی میں ابوالحسن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تجھے کہتے ہیں کہ اے کم عمر! اے نازک بدن اور کبھی یہ عارف کامل تیری ذات کو ممکنات سے اتنی دور سمجھنے لگتا ہے کہ اپنے وجود تک کو معدوم سمجھتا ہے کہ شریک نہ ہو جائے۔ ظاہر حس کی یہ آنکھ تو مذہب معتزلہ رکھتی ہے کہ حق کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور دیدۂ عقل (بصیرتِ باطنی) سنی مذہب ہے کہ مشاہدہ اور وصالِ حق کی قابل ہے۔
یہ فرقہ معتزلہ والے کہ قیامت میں دیدارِ الٰہی کے قائل نہیں دراصل اپنی مادی حس میں مقید ہیں۔ یہ خود کو فضول اس گمراہی میں بھی سنی المذہب کہتے ہیں۔
یاد رکھو کہ جو بھی اپنی حس میں گرفتار ہے وہ معتزلی ہے چاہے وہ اپنی جہالت کی بدولت خود کو سنی کہے۔ سنی تو وہ ہے جو اس حس مادی سے باہر آچکا ہے۔ یہ اہل بصیرت اپنی مادی حس کی آنکھ کو ممنوعات سے بند کر لیتے ہیں اس لئے دیدارِ الٰہی کرتے ہیں۔ جس نے حس خدائے حق کی کوئی نشانی دیکھ لی تو اس اطاعت کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں

ہے۔ اگر حیوانی حس کے علاوہ خواہش نفسانی سے بھی بالاتر ہے تو بنی آدم اللہ کے نزدیک عزت والے کب ہوتے اور حس مشترک جو انسان حیوان میں مشترک ہے اس کی وجہ سے محرومِ راز کب ہوتے؟

تیرے خدا کو باصورت یا بے صورت کہنا باطل ہے جب تک کہ تو حواسِ ظاہر کی پابند صورتوں سے نہ گزر جائے باصورت یا بے صورت ہونا تو اس شخص کے لئے کوئی معنی رکھ سکتے ہیں جو خود وجود کے چھلکے سے باہر آ کر سراپا مغز یا عین معنی بن گیا ہو۔ اگر صاحب بصیرت بننا چاہتے ہو تو ثابت قدمی سے کوشش میں صبر کرو کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ ذات کا پتہ روح سے چلتا ہے اور روح بظاہر بدن سے متصرف ہے مگر درحقیقت اس سے پاک ہے۔ روح کو کسی رنگ یا نسل سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ جو شخص اپنی حس مادی سے باہر آ چکا ہے وہ ہی درحقیقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہے۔ اگر صاحب بصیرت بننا چاہتے ہو تو راہِ خدا میں ثابت قدمی سے کوشش کرو اور صبر سے کام لو کہ صبر درحقیقت کشادگی کی کنجی ہے۔

عمل کا اخلاص

عمل کا اخلاص حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیکھو۔ ایک مرتبہ جہاد کے دوران انہوں نے ایک دشمن پہلوان پر قابو پالیا۔ انہوں نے تلوار میان سے نکالی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا۔ اس نے اس چہرے پر تھوکا جس کے سامنے چاند بھی سجدہ میں جھکا ہوا ہے۔

اولیاء کے سردار حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بجائے غصہ کرنے کے اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار واپس میان میں ڈال لی۔ وہ مشرک پہلوان آپ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس نے پوچھا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے قابو میں تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے کیا دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا غصہ ختم ہو گیا؟

آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی کون سی بات دیکھ لی کہ میری جان بخش دی اور میرے دل و جان میں ایک شعلہ سا کوند پڑا ہے' آپ رضی اللہ عنہ بہادری اور مروت میں بے مثل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ابر کی طرح ہیں جس نے بنی اسرائیل کو بغیر مشقت کے چالیس سال تک رزق مہیا کیا اور اگر وہ بند ہوا تو ان لوگوں کی حرص اور بدبختی کی وجہ سے جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے وہ کھانا قیامت تک کے لئے باقی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اس بات کو بغیر کسی تاویل کے مان لو تا کہ اللہ عزوجل تمہیں اپنے احسان اور خلوص سے نوازے۔ اگر تم نے تاویل کرنی ہے تو اپنی کرو نہ کہ احادیث کی۔ اپنے دماغ کو برا کہو باغ کو برا نہ کہو۔

اے علی (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بردباری کی تلوار نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدائی رازوں میں سے ایک راز ہے اس لئے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اسی کا کام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مشاہدۂ حق حاصل ہے جس کے مراتب مختلف ہیں۔ مشاہدۂ حق غیبی جادو ہے۔

اے علی (رضی اللہ عنہ)! اس راز کو بیان کر دیجئے۔ وہ نور جو آپ رضی اللہ عنہ پر منکشف ہوا ہے اس کا کچھ عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ میں رات کا مسافر ہوں آپ رضی اللہ عنہ چاند ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھے صحیح راستے پر لے آئیں تا کہ میں غلطی اور بھول سے بچ سکوں۔ چاند تو بغیر بولے رہنما ہوتے ہے لیکن اگر بول پڑے تو نور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تو شہر علم کا دروازہ ہیں اور بردباری کے سورج کی شعاع ہیں۔

اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ۔ ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہوتا ہے اور جہاں دروازہ ہو وہ کب بند ہوتا ہے؟

اے شیخ کامل! مجھے ایسا اطمینان عطا کر دو کہ ہر ذرے کا مشاہدہ کر سکوں۔ مشاہدہ کی وجہ سے مجھ پر حیرت کی کیفیت طاری ہے مگر میں بغیر شیخ کامل کے مرتبہ کمال کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا کیونکہ غیب سے مناسبت شیخ کامل کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔

اس نومسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے تو مختلف ستارے اس کی خدمت میں مصروف ہوتے ہیں لیکن جب اس میں روح ڈال دی جاتی ہے تو سورج اس کا مددگار ہو جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بتائیں کہ اس جنین کا تعلق سورج کے ساتھ کس راستہ سے ہوتا ہے؟

یہ ایک مخفی راستہ ہے جو ہمارے فہم سے بالا ہے۔ سورج کے بے شمار راستے ہیں ایک راستہ وہ ہے جس سے سونا کان میں سورج سے پرورش حاصل کرتا ہے۔ پتھر یاقوت بن جاتا ہے۔ وہی راستہ لعل کو سرخ رنگ عطا کرتا ہے۔ ایک راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے۔ ایک راستہ وہ ہے کہ کسی حیران کو دل عطا کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بتائیں؟ اے شہباز جو

بغیر سپاہیوں کے لشکروں کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں' قہر کی جگہ آپ رضی اللہ عنہ میں مہر کس وجہ سے پیدا ہو گیا؟ اژدھے کو چھوڑ دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی ؟

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خاص اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر تلوار چلاتا ہوں۔ میں اپنے جسم کا غلام نہیں بلکہ میں اسد اللہ ہوں۔ میں نفسانی خواہشات کا شیر نہیں ہوں۔ تم نے سنا کہ کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں اور میں تلوار کی مانند ہو جسے چلانے والا اللہ عزوجل ہے۔ میں نے راستہ سے اپنا سامان ہٹا لیا اور اللہ عزوجل کے غیر کو معدوم خیال کر لیا۔ میں جنگ میں قتل نہیں کرتا بلکہ زندگی عطا کرتا ہوں۔ میری تلوار سے لوگوں کو اللہ عزوجل کا وصال نصیب ہوتا ہے۔ میں تنکا نہیں ہوں کہ ہوا مجھے ہلا دے میں تو صبر اور حلم کا باڑ ہوں۔ غصہ' شہوت اور حرص کی ہوائیں اس کو اڑا لے جاتی ہیں جو نیاز مند نہ ہو۔

تکبر کی ہوا' غرور کی ہوا اور خود پسندی کی ہوا اسے لے اڑتی ہے جو اہل علم نہ ہوں اور جان لے کہ میں اللہ عزوجل کی ہوا کے لئے ایک تنکا ہوں۔ غصہ بادشاہوں پر حکمران ہے لیکن میں نے اپنے غصہ پر قابو پا رکھا ہے اور اس ہوا کے بغیر میں جھک نہیں سکتا کیونکہ عشق الٰہی کے بغیر میرا کوئی پیش رو نہیں ہے۔ اگرچہ میرا جسم تباہ شدہ لیکن میں نور میں غرق ہوں۔ میرا مقصد بغض اللہ ہے میرے کسی فعل میں میری ذاتی غرض شامل نہیں ہوتی۔ میرا یہ اخلاصِ عمل لوگوں کو دیکھ کر نہیں ہے بلکہ میری آنکھوں دیکھی بات یعنی عین الیقین ہے۔

میری آستین اللہ عزوجل کے دامن سے وابستہ ہے اور میں ہر وقت اللہ عزوجل سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔ میرا اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم لوگوں سے وہی بات کرو جس کو وہ آسانی سے سمجھ سکیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلا دیا جائے۔

میری گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے کیونکہ میں آزاد ہوں اور ایک آزاد کے آگے ہزاروں غلاموں کی گواہی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جو شہوت' تکبر اور حرص کے غلام ہیں اور مرتے دم تک اسی کے غلام رہیں گے۔ قرآن مجید میں قساوت قلبی کا بھی ذکر ہے اور میں اس سے

پاک ہوں۔ بروزِ محشر شقی القلب لوگوں کے جگر خون میں نہا جائیں گے۔ غصہ مجھے کیونکر قیدی بنا سکتا ہے کہ یہاں تو اللہ عزوجل کی صفات کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میرے اندر آ کر دیکھ کہ اللہ عزوجل کی مہربانی نے تیری جان بخش دی اور اس کی رحمت غصے پر غالب آ گئی۔ اب تجھے کوئی خطرہ نہیں تو اب پتھر سے موتی بن جا اور اب تو میں اور میں تو ہو گئے ہیں۔ تو علی (رضی اللہ عنہ) تھا اور میں علی (رضی اللہ عنہ) کو کیسے قتل کر دیتا؟ تو نے ایمان اختیار کیا اور انتہائی عروج پر پہنچ گیا۔ تو نے تھوک کر وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے۔

اس مرد کی مصیبت بڑی مبارک تھی۔ کیا گلاب کے پھول کانٹے سے نہیں نکلا کرتے؟ کیا عمر (رضی اللہ عنہ) کو قبولیت ۔ ے دربار تک حضور نبی کریم ﷺ کو مٹانے کے ارادے نے نہیں کھینچا؟ کیا فرعون نے ۔ دوگروں کو ان کے جادو کی وجہ سے نہیں بلایا تھا کہ وہ خوش نصیب بن جائیں؟ سرکشی بر ۔ دقات ایمانِ کامل کا باعث بن جاتی ہے اور اگر ان میں یہ سرکشی نہ ہوتی تو وہ کیسے عصا کو اژ ۔ھا بنتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو دیکھ پاتے۔

یاد رکھو کہ ۔میدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے جبکہ گناہ اور معصیت طاقت بن گئے ہیں۔ جب وہ گناہوں کو بدلنا چاہتا ہے تو برے کاموں کو عین طاقت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اس سے شیطان رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے اور ہماری اطاعت کے حسد سے شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ ہمیں گناہوں میں مبتلا کرے لیکن جب دیکھتا ہے تو وہ ہماری اطاعت کے حسد سے شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو مگر جب وہ اطاعت کو دیکھتا ہے تو وہ وقت اس کے لئے بے حد منحوس ہوتا ہے۔ تو اندر داخل ہو جا میں نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے اور تو نے تھوکا تو میں نے تجھے تحفہ دیا۔ جب میں ظالم کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہوں تو محبت والوں پر کس طرح جھکوں گا اور اپنے وفادار کو کیا کچھ عطا نہیں کروں گا؟ میں اسے خزانے اور لازوال ملک دوں گا۔ ایسی لازوال بادشاہی بخشوں گا کہ جس کا تصور بھی تو نے کبھی نہ کیا ہو گا؟ میں وہ مردِ کامل ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی ڈنک کی بجائے شہد برساتا ہوں۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دن رات اپنے دشمنوں کو دیکھتا ہوں مگر مجھے غصہ نہیں آتا کیونکہ مجھے موت بھی زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے۔ میری موت نے میری زندگی کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور بے نوائی کا سامان ہمارے لئے اللہ عزوجل کا بہترین تحفہ ہے۔ مرنے سے قبل ہی مرجانا ہمارے لئے ہے اور موت تو کافروں کے لئے خوف کا باعث اور مومن کے لئے امن کا باعث ہے۔ جس طرح دریا بطخ کے لئے قوت کا باعث اور مرغ کے لئے کمزوری کا باعث ہے۔ اس کا ظاہر موت اور باطن زندگی ہے۔

بچہ ماں کے پیٹ کے اندر پیدا ہوتا ہے یہ اس کا دنیا کی جانب انتقال ہے۔ جن لوگوں کو موت سے عشق ہو ان کے لئے خود کو ہلاک نہ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یہ حکم ان کے لئے ہے جن کی جان کا مرنا ہلاکت ہے لیکن جن کے لئے موت کامیابی ہے ان کے لئے جلدی کا حکم ہے۔ ممانعت تو مرغوب کے لئے ہوتی ہے مکروہ کے لئے نہیں۔ میرے لئے تو قرآن مجید میں آیا ہے کہ تم ان لوگوں کو مردہ گمان نہ کرو جو اللہ عزوجل کے راستہ میں قتل کردیئے گئے بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ لَائِمًا
اَنَّ فِیْ قَتْلِیْ حِیَاتِیْ دَائِمًا
اَنَّ فِیْ مَوْتِیْ حِیَاتٌ یَافَتٰی
کَمْ اُفَارِقُ مَوْطِنِیْ حَتّٰی مَتٰی
فُرْقَتِیْ لَوْلَمْ یَکُنْ فِیْ ذَا السُّکُوْن
لَمْ یَقُلْ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

"یعنی اے خاص لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو بے شک
میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے۔ اگر اس دنیا میں رہنے سے
میری جدائی نہ ہوتی تو اللہ عزوجل کبھی بھی انا الیہ راجعون نہ فرماتا۔"

وہ نومسلم حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آگے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ

مجھے قتل کر دیجئے تا کہ میں برے وقت سے بچ سکوں۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ہر ذرہ دشمن بن جائے اور اس کے ہاتھ میں تیرے لئے خنجر ہو تو تیرا ایک بھی بال بیکا نہیں کر سکتے جبکہ تیری تقدیر میں ایسا لکھ دیا گیا ہو۔ تو بے فکر رہ میں تیری سفارش کروں گا۔ میں روح کا مالک ہوں اور جسم کا غلام نہیں۔ میرے نزدیک اس جسم کی کچھ حیثیت نہیں۔ خنجر اور تلوار میرے لئے خوشبودار پھول کی مانند ہیں۔ جو جسم کو اس طرح مغلوب کر دے وہ امیر اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے؟

بظاہر وہ اگر حکومت کے لئے کوشاں ہے تو اس لئے کہ حاکموں کے لئے حکومت کرنے کی رہنمائی کر سکے؟

حاکموں کے لئے قانون نامہ تحریر کرے اور امارت میں نئی روح پھونک دے۔ اگلے جہان میں تو ان کی سرداری کو دیکھ لے گا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جب ایک جنگ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ ایک مشرک پر حاوی ہوئے تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے زندہ چھوڑ دیا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق سے متاثر ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ پس اگر تم عمل کا اخلاص سیکھنا چاہتے ہو تو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیکھو اور یاد رکھو کہ تحمل اور بردباری ایسے ہتھیار ہیں جس کے ذریعے تم بڑے سے بڑے سرکش کو قابو کر سکتے ہو۔ یاد رکھو کہ تمام امور کا ظہور اللہ عزوجل کی جانب سے ہے اور اس کی منشاء کے بغیر کسی بھی چیز کا ظہور ناممکن ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مکرمہ کو فتح کرنا حب دنیا کے لئے نہ تھا

حضور نبی کریم ﷺ کا مکہ کو فتح کرنا حب دنیا کے لئے نہ تھا۔ جس ذاتِ بابرکات نے ساتوں آسمانوں کے خزانوں سے دل کی آنکھ بند کر لی، جس کے دیدار کے لئے حوریں اور روحیں ہر جانب جمع ہیں اور فرشتے راہ کی خاک پر گرتے پڑتے ہیں، یوسف (علیہ السلام) جیسے سینکڑوں جس کے مشتاق ہیں اس کو اپنے دوست کے سوا کسی کی پرواہ کب تھی؟

اللہ عزوجل کے جمال سے حضور نبی کریم ﷺ اس قدر بھرے ہوئے تھے کہ اس میں انبیاء علیہم السلام کو بھی دخل نہ تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب میرے رب کے سوا کسی کی میرے اندر کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ سورۃ النجم میں بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ دیدارِ الٰہی کے وقت انہوں نے نظر اِدھر سے اُدھر نہ کی۔

جب زمین اور آسمانوں کے خزانے حضور نبی کریم ﷺ کی نظر میں ایک تنکے کی مانند ہوئے تو پھر مکہ مکرمہ، شام اور عراق کیا ہے کہ وہ اس کا اشتیاق ظاہر کرتے۔ یہ گمان اور خیال صرف منافقین کا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے حرص اور بخل پر قیاس کرتے ہیں۔

تم جب زرد رنگ کا چشمہ لگاؤ گے تو تمہیں سورج بھی زرد نظر آئے گا۔ اپنے زرد شیشے کو توڑ ڈالو تا کہ گرد اور مرد کی شناخت کر سکو۔ اس شہسوار کے چاروں جانب غبار اڑ رہا ہے تو نے غبار کو مردِ حق سمجھ لیا ہے۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی گرد دیکھی اور بولا کہ یہ مٹی کا بنا ہوا ہے۔ جب تک تو معزز ین بارگاہِ الٰہی کو بشیر سمجھتا رہا۔ یہ سمجھ لے کہ یہ سمجھ شیطان کی میراث ہے۔ اے سرکش! اگر تو شیطان کی اولاد نہیں ہے تو تجھے اس کتے کی میراث کیسے ملی؟

میں کتا نہیں ہوں اسد اللہ ہوں اور وہ اللہ کا شیر ہے۔ جو صورت پرستی سے چھوٹ جائے۔ دنیا کا شیر سامان کی زیادتی تلاش کرتا ہے لیکن اللہ عزوجل کا شیر آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے۔ چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود دیکھتا ہے اس لئے پروانے کی مانند اپنے وجود کو جلا دیتا ہے۔ موت کی تمنا سچوں کے گلے کا طوق ہے اسی لئے یہود کا اسی سے امتحان لیا گیا تھا اور انہیں موت کی تمنا کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ ایک یہودی نے بھی اس قدر ہمت نہ کی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہودی زبان سے یہ کہہ دیں تو دنیا میں ایک یہودی بھی نہ بچے۔

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس جوان سے فرمایا کہ جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور آدھا جہاد اور آدھا میری نفسانی خواہش میں تقسیم ہو گیا لیکن اللہ عزوجل کے کام میں شرکت نہیں ہے۔ تو مولیٰ کی مملوک ہے میری مخلوق نہیں ہے۔ اللہ عزوجل کے نقش کو اللہ عزوجل ہی کے حکم سے توڑ دے۔ دوست کے شیشے پر دوست ہی کا پتھر مار۔

مشرک نے جب حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اس کے دل میں ایک نور پیدا ہوا۔ اس نے اپنے کفر سے توبہ کی اور بولا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ اور سمجھا تھا آپ رضی اللہ عنہ تو خدائی اخلاق والی ترازو کے کانٹا ہیں۔ میں اب اس شمع کا غلام ہوں جس نے آپ رضی اللہ عنہ کے چراغ کو روشن کیا۔ اس طرح اس کے خاندان کے پچاس آدمیوں نے کلمہ پڑھا اور اس کی بردباری کی تلوار نے لوگوں کی لوہے کی تلوار سے بچا لیا۔ بردباری کی تلوار سینکڑوں لشکروں کو فتح کرنے والی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں گذشتہ واقعات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ کو فتح کرنا حب دنیا کے لئے نہ تھا۔ لہٰذا یہ قیاس کرنا کہ مسلمانوں نے لشکر کشی صرف مال وزر کے لئے کی جھوٹ پر مبنی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام امور پر نگہبان بنایا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو طائف کے پہاڑوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سونے کا بنا دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو ترجیح دی اور فقر کو پسند کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے کہ الٰہی! میرا انجام مفلسوں اور مسکینوں کے ساتھ کرنا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیر خدا حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم اللہ کے شیر ہو لیکن تم اس پر بھروسہ نہ کرو۔ نخل امید کے سایہ میں رہ کہ اس بے مثال کی نزدیکی اپنے کمال اور نیکی کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنی محبت کے ذریعے حاصل کرو۔ تم اس عقل مند کے سایہ میں آ جاؤ جس کو راستہ سے ہٹانے والا کوئی نہیں اور اس کے ذریعے قربِ الٰہی حاصل کرو۔ وہی بے نیاز ہے جو ہر کانٹے کو پھول بناتا ہے اور اندھے کو روشنی عطا فرماتا ہے۔ اللہ عزوجل کے خاص بندے کو ہی دستگیری حاصل ہوتی ہے اور طالبانِ حق کو وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں لے جاتا ہے۔ وہ روح کا سورج ہے اور وہ سورج انسان کے اندر روپوش ہے۔

اے علی (رضی اللہ عنہ)! راہِ حق کی تمام اطاعتوں میں سے اس کے خاص بندے کے سایہ کو اختیار کرو۔ اس عقل مند کے سایہ کی پناہ لو جس کے سائے میں تم اپنے دشمن سے نجات پا سکو۔ جب تم اپنے پیر کو پاؤ تو خبردار سرِ اطاعت اس کے سامنے رکھ دو اور اس خضر (علیہ السلام) کے کام پر صبر کرو۔ کہیں وہ یہ نہ کہہ دے کہ وہ کشتی توڑ دے تو اعتراض نہ کرو۔ بچے کو مار ڈالو تو غم نہ کرو۔

جب اللہ عزوجل نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ اس کو مارتا یا زندہ کرتا ہے تو اس راستہ پر یار تنہا چلے تو ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی تنہا یہ سفر طے

کرے۔ یہ سفر بزرگوں کی باطنی توجہ کے باعث طے ہوتا ہے اور یہ ہاتھ غیر حاضر کو بھی لقمہ دیتے ہیں تو پھر حاضر مہمانوں کے لئے کیا نعمتیں ہوں گی؟

اے علی (رضی اللہ عنہ)! اہل کشف اور اہل حجاب میں بے حد فرق ہے۔ کوشش کرنا کہ اندر کا راستہ پالو ورنہ زنجیر کی مانند دروازے کے باہر ہی رہ جاؤ گے۔ پیر بنالیا تو نازک دل نہ بن جانا۔ گارے کی مانند ڈھیلا نہ ہو جاؤ۔ پیر نرم بات کرے یا سخت بات اس کی بات کو بخوشی قبول کرو تا کہ سردار بن جاؤ۔ اگر تم ہر تکلیف پر غصہ کرو گے تو پھر بغیر مانجھے کس طرح صاف ہو گے؟

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی نصیحتوں کو بیان کر رہے ہیں اور اس حکایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تمہیں مرشد کامل کا در مل جائے تو پھر اس در کو چھوڑ کر جانا نری حماقت ہے۔ مرشد کامل کی اطاعت دل و جان سے کرو اور اس کی ہر نرم و سخت بات کو قبول کرو کہ اس میں تمہاری بھلائی پوشیدہ ہے۔

اگر اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہو تو ایاز کی مانند بروقت کرلو

ایاز کے مخالفین کو اس کے حجرہ میں جانے کی حقیقت کا علم نہ تھا۔ انہوں نے اسی وجہ سے ایاز پر الزام لگایا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میرا غیب پر ایمان اس درجے کا ہے کہ اگر غیب کے پردے ہٹا دیئے جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا کیونکہ میں ایمان اور یقین کے آخری درجہ پر ہوں۔ انسان دوسروں کو اپنا جیسا سمجھتا ہے اور جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ اگر کسی کا قد ٹیڑھا ہے تو یقیناً اس کا سایہ بھی ٹیڑھا ہوگا۔

اگر اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہو تو ایاز کی مانند بروقت اصلاح کرلو اور اس نے دنیاوی زندگی سے ہرگز دھوکہ نہ کھایا۔ دنیادار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے اس لئے ایسے وقت میں توبہ کرتے ہیں جب اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ جو شخص خود غلطی میں مبتلا ہے وہ دوسروں کو غلطی پر نہ جانے۔ بدگمان انسان اپنے اعمال نامے کو دوسرے کا اعمال نامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔

ایاز کی شکایت کرنے والے امراء درحقیقت خود مکار تھے اور انہوں نے ایاز کو بھی مکار جانا۔ سلطان اس کی پاکیزگی سے واقف تھا اس لئے اس نے امراء کو رات کے وقت اس کا حجرہ کھولنے کی اجازت دی۔ سلطان کو اس بات کی پریشانی تھی کہ اس کے مخلص ایاز کو اس کی خبر ہوگئی کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اس کے حجرے کی تلاشی کا حکم دیا ہے تو اس کو شدید رنج پہنچے گا۔

سلطان یہ بھی جانتا تھا کہ ایاز بدگمان نہیں ہوگا بلکہ وہ یہی سمجھے گا کہ اس کے مخالفین پر حقیقت واضح کرنے کے لئے میں نے ایسا حکم دیا ہے۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہہ تلاش کر لیتا ہے تو رنج و غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا۔

سلطان نے سوچا کہ ایاز اپنے خلوص کی وجہ سے اس واقعہ کی کوئی بہتر توجیح تلاش کر لے گا۔ میں اگر آزمائش کی سو تلواریں بھی اسے ماروں گا تو اس کا خلوص پھر بھی کم نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اس کو تلوار مارنا درحقیقت خود کو تلوار مارنا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں سلطان محمود غزنوی کے مشیر ایاز کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ حاسدین نے سلطان محمود غزنوی کو بھڑکایا کہ ایاز اپنے حجرے میں مال جمع کرتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی کو ایاز پر اعتماد تھا اور اس نے اسی اعتماد پر حاسدین سے کہا کہ وہ اس کے حجرے کی تلاشی لیں۔ جب ان حاسدین نے تلاشی لی تو انہیں ماسوائے شرمندگی کے کچھ نہ ملا۔ پس یاد رکھو کہ حسد رسوا کرنے والا ہے اور یہ انسان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بے وقوف ہمسفر

ایک بے وقوف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سفر میں شریک ہو گیا۔ راستہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک پرانی قبر سے ہوا تو اس شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ علیہ السلام کو اللہ عزوجل کی ذات کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام مجھے بھی وہ علم سکھا دیں جس سے آپ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چپ ہو جا یہ تیرا کام نہیں ہے اور تیری سانسوں میں اور تیری زبان میں وہ تاثیر نہیں ہے اسے ایسی سانس چاہئے جو بارش سے زیادہ پاک ہو اور رفتار میں فرشتوں سے تیز ہو جو آسمان کے خزانوں کا امین بننے کی اہلیت رکھتا ہو۔

اس شخص نے کہا اگر میں اس قابل نہیں ہوں تو پھر آپ علیہ السلام اس مردے کو زندہ کر دیں۔ آپ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی جانب رجوع کیا اور کہا کہ الٰہی! اس شخص کو اپنی کچھ فکر نہیں اور اس مردے کا غم اسے بے چین کئے جا رہا ہے یہ کیا ماجرا ہے؟

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یہ بدبخت بدظنی کا متلاشی ہے اس کی کھیتی کا پھل کانٹے ہیں اور جو شخص دنیا میں بدبخت اور فضولیات کے بیج بوئے گا اس کو گلستان میں تلاش مت کرنا۔ ایسے شخص کے ہاتھ میں بظاہر تو نیک اعمال کے پھول ہوں گے مگر تو ان میں کانٹا بن جائے گا۔ ایسے شخص کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کرنا ایسا شخص بے ثمر اور بے فیض ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک بے وقوف ہمسفر کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے ایک پرانی قبر کو دیکھ کر ضد کی کہ آپ علیہ السلام اسے مردوں کو

زندہ کرنے کا علم سکھا دیں۔ جب آپ علیہ السلام نے انکار کیا تو کہنے لگا کہ پھر آپ علیہ السلام اسے خود ہی زندہ کر دیں۔ آپ علیہ السلام نے جب اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رجوع کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یہ بدبخت بدظنی کا متلاشی ہے۔ پس یاد رکھو کہ ایسے جاہلوں کے قول و فعل پر ہرگز بھروسہ نہ کرو کہ یہ بارگاہِ الٰہی میں ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ذلیل و رسوا کرنے کے موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔

جسم روح کے لئے خیمہ کی مانند قیام کی جگہ بن کر آیا ہے

راہِ تصوف کے ایک سالک نے ایک زاہد سے کہا کہ تم کم رویا کرو تا کہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے۔ زاہد نے کہا کہ میرا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو جمالِ حق کو آنکھیں دیکھیں یا نہ دیکھیں گی۔ اگر وہ اللہ عزوجل کے نور کو دیکھ لیں گی تو کیا غم ہے؟

اللہ عزوجل کے وصال میں جو دو آنکھیں ملیں گی تو وہ کیا کم ہیں۔ کہہ دو کہ ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں جو اللہ عزوجل کے نور اور اس کی روشنی کو نہ دیکھ سکیں۔

پس اے طالب! آنکھوں کی فکر مت کرو کہ عیسیٰ (علیہ السلام) حق تیرا ہے' نہ ہی ٹیڑھا چل' راہِ راست پر چل تو وہ تجھے باطنی آنکھیں عطا فرمادے گا۔ تیری روح کا عیسیٰ (علیہ السلام) تیرے پاس موجود ہے جو روح کو زندہ کرتا ہے۔ اسی سے مدد مانگ کیونکہ وہ بہترین مددگار ہے۔ ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار کسی وقت بھی عیسیٰ (علیہ السلام) کے دل پر نہ رکھ۔ اپنے دل پر معاش کی فکر کو کم کر کیونکہ جسم روح کے لئے خیمہ کی مانند قیام کی جگہ بن کر آیا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں طلب صدق کا بیان فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جسم روح کے لئے خیمہ کی مانند قیام کی جگہ بن کر آیا ہے۔ پس مالک حقیقی سے مدد مانگو اور راہِ راست پر چلو تا کہ فلاح پا سکو۔

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی موت

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم پر موت کی ہوا باغِ نسیم کی طرح نرم اور خوشگوار ہوتی ہے۔ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف نہیں پہنچائی کیونکہ جب بندہ اللہ عزوجل کا برگزیدہ ہو جائے تو وہ کیونکر تکلیف پہنچائے گا۔ حق کے حصار سے دینداروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی اور سرکشوں کو زمین کی تہہ میں لے جاتی ہے یہاں تک کہ دریائے نیل سے موج بلند ہوتی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو پہچان کر فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیتی ہے۔ زمین کو جب قارون کے بارے میں حکم پہنچتا ہے تو زمین قارون کو اس کے خزانے سمیت خود میں کھینچ لیتی ہے۔ مٹی اور پانی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دم کیا تو اس نے بال اور پر کھولے اور پرندہ بن گیا۔ پس جب تمہارے منہ سے اللہ عزوجل کی حمد وثناء نکلتی ہے تو اللہ عزوجل اس حمد وثناء کو جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی موت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی موت خوشگوار ہوا کے جھونکے کی مانند ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل کی حمد وثناء جب کی جاتی ہے تو اللہ عزوجل اس حمد وثناء کو جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے۔

رنج وغم بھی اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے مہمان ہیں

ایک بی بی نے چنے ہانڈی میں ڈالے اور نیچے آگ جلا دی۔ چنوں نے فریاد کرنی شروع کر دی کہ پہلے تو تو ہمیں خرید کر لائی اور اب اس سخت گرمی میں ذلیل کر رہی ہے۔ بی بی نے کہا کہ تجھے یہ جوش دینا تیرے ہی فائدے میں ہے میں ایسا اس لئے کرتی ہوں کہ جوش کھا کر تو انسان کی غذا بن سکے اور چنے سے انسان بن جائے۔

حدیث قدسی کے الفاظ ہیں کہ اللہ عزوجل کی رحمت اس کے غضب سے پہلے ہے۔ رحمت پہلے اس وجہ سے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہو کہ وہ امتحان کے قابل ہو سکے۔ رحمت ہی کی وجہ سے جو گوشت پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو کھلائے گا؟

اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصائب کا نزول ہوتا ہے اور وہ ثابت قدم رہتا ہے تو پھر اللہ عزوجل کی عنایت و مہربانی اس کو قرب و وصال کی بشارت دیتی ہے۔ رنج وغم بھی اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے مہمان ہیں اور اگر ان کے ساتھ اچھا معاملہ روا رکھا اور ان پر صبر کیا تو وہ اس شاہ کے دربار میں جا کر تعریف کرے گا اور پھر شاہ تجھے انعام کا حقدار ٹھہرائے گا۔

بی بی نے چنوں سے کہا کہ تم میری طرح شکر گزار رہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور میں تجھے فنا کر رہی ہوں۔ یہ فنا بظاہر ہے لیکن حقیقت میں یہ بقا ہے کیونکہ تو انسانی جان کا حصہ بنے گا۔ چنوں کی حالت

پہلے اچھی تھی مگر بعد میں پہلے سے زیادہ اچھی ہونے والی تھی۔ اب چنے ترقی کر کے حیوان کا جزو بن گئے اور انسانی اجسام کا حصہ بن کر افکار کی غذا بن گئے اور اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کرتا ہے۔ نباتات کی موت اس طرح اس کی ترقی کا باعث بن گئی۔

حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ اے یارو! مجھے قتل کر دو کہ میرے قتل ہونے میں ہی میری بقا ہے۔ جب ثابت ہو گیا کہ موت ہی ترقی کا باعث ہے جس طرح اناج انسان کی غذا بن کر اس کا جزو بن جاتا ہے اس طرح بہترین فعل اور قول فرشتوں کی غذا بن کر بلند مراتب حاصل کرتا ہے۔

انسانی ارواح کے قافلے عالم بالا سے دنیا میں کاروبار کے لئے آتے ہیں اور نفع و نقصان کمانے کے بعد واپس لوٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح اصل مقام عالم بالا ہی ہے اس لئے جب دنیا سے جانا ہے تو خوشی سے سرخرو ہو کر جایا جائے۔

بی بی نے چنوں سے کہا کہ میں یہ تلخ باتیں تمہیں اس لئے کہتی ہوں کہ تمہاری یہ تلخی دور ہو جائے۔ اس طرح جب انسان میں برداشت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ پختہ ہو کر شیریں بن جاتا ہے۔ جب چنوں پر ظاہر ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو برداشت کرنے پر راضی ہو گئے۔

بی بی نے چنوں سے کہا کہ جب میں جمادات سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس واسطے ہے کہ میں انسان علم اور صفت بن جاؤں۔ اب جبکہ میں روح بن گئی ہوں تو اب روح حیوانی سے بلند مرتبہ پر پہنچنا چاہتی ہوں۔ ترقی کے اس عمل سے یہ شبہ کہ ان کے ذکر سے اللہ عزوجل کے ساتھ اتحاد ذاتی تک ترقی نہ سمجھ لی جائے۔ اللہ عزوجل سے دعا کرو تاکہ تم صحیح مطلب جان سکو اور گمراہ نہ ہو۔

اللہ عزوجل سے اتحادِ ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے کم عقل گمراہ ہوتے ہیں اس طرح مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید کا کوئی قصور

نہیں ہے بلکہ اس کی کم عقلی کا قصور ہے۔ مسجد کا مہمان عالم آخرت کا طلبگار تھا جس طرح حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

ہو سکتا ہے کہ یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر ان کی مدد کی خواہش ظاہر کی ہوا نہوں نے کہا کہ میری روح میں اب حیوانی نہیں رہی کہ ایک شعلے سے ختم ہو جائے۔ اگر انسانی جان آتشیں شہوت اور آتشیں غضب وغصہ کا ایندھن نہ بنے تو وہ خوب پھلے پھولے خود بھی منور رہے اور دوسروں کو بھی منور کرے۔ اس دنیا کی آگ کرہ آتشی کا پرتو ہے اور پرتو اور سایہ دونوں ناپائیدار ہوتے ہیں۔ اسے اس طرح جان لو کہ جس طرح انسان کا قدر اور اس کا سایہ۔ پرتو اور سایہ ہمیشہ اپنے اصل کی جانب لوٹتے ہیں۔

مجھے مثنوی پر اعتراضات پر عقلاً کوئی رنج نہیں۔ میں اعتراضات کا جواب نہیں دیتا مگر اس لئے دیتا ہوں کہ ان اعتراض کرنے والوں کے اعتراض سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کر دیں گے۔

حکیم سنائی غزنوی کا قول ہے کہ یہ لوگ نورِ معرفت سے محروم ہیں۔ ان کی پہنچ صرف قرآن مجید کے الفاظ تک ہے اور یہ قرآن مجید کے مطالب ومفہوم سے نابلد ہیں۔

یہ معترضین کہتے ہیں کہ مثنوی میں ابواب اور فصول قائم کر کے تصوف کے مراتب کا ذکر ہونا چاہیئے تھا تا کہ سالک کے لئے ہر منزل اور مقام کی نشاندہی ہو جاتی؟ یہ تو ایک گورکھ دھندہ معلوم ہوتی ہے۔

جب اللہ عزوجل کی کتاب نازل ہوئی تو اس پر بھی لوگوں نے اسی طرح کے اعتراض کئے تھے کہ اس میں پرانے قصے اور واقعات ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام' گندم' شیطان اور سانپ کا ذکر ہے۔ حضرت ہوذ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آگ کے قصے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی' کنعان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا واقعہ ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام' کعبہ اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے۔ حضرت یونس اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں

کا ذکر ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام اور کھجور' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ علیہم السلام کا ذکر ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر ہے اور پانی کی تقسیم کا بیان ہے۔ حضرت الیاس' حضرت عزیر علیہم السلام کے قصے ہیں۔ قارون کے زمین میں دھنس جانے کا بیان ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر اور تیہ صحرا میں اسرائیلیوں کے قیام کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کوہِ طور' درخت اور عصا کا بیان ہے۔ حضرت ذوالقرنین' حضرت عیسیٰ' حضرت خضر اور حضرت ارمیا علیہم السلام کا ذکر ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا بیان ہے۔

یہ بیان اور باتیں سب کے علم میں ہیں وہ بیان کہاں ہیں جو عقول کو گم کرنے والے ہیں۔ پس انہیں فرمایا گیا کہ تمہیں یہ آسان لگتی ہیں اگر تم لا سکتے ہو تو پھر اس جیسی ایک آیت لا کر دکھاؤ۔ پس جن اور انسان دونوں اس کام میں لگ جاؤ اور اس جیسی ایک آیت بنا کر لاؤ۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بی بی اور چنوں کا مکالمہ بیان کرتے ہوئے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اپنی مثنوی پر لگنے والے اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگوں نے قرآن مجید پر بھی اعتراضات کئے تھے اور پھر اللہ عزوجل نے ان کے اعتراضات کے جواب میں فرمایا کہ اگر تم اس جیسی ایک آیت بنا کر لا سکتے ہو تو لا کر دکھاؤ۔

تین مسافروں کا قصہ

ایک سفر کے دوران یہودی ٗ نصرانی اور مسلمان ہم سفر ہوئے۔ راستہ میں ان کو حلوہ ملا تو یہودی اور نصرانی نے چالاکی کے ساتھ مسلمان کو اس حلوے سے محروم رکھنا چاہا۔ اللہ عزوجل کو ان کی یہ چالاکی پسند نہ آئی اور اس نے ایسا بندوبست کیا کہ وہ حلوہ مسلمان کو ملا۔ اس سیدھے سادے مسلمان پر اللہ عزوجل کی رحمت ہوئی۔

اس قصہ کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ چالاکی سے بچو کہ کہیں آزمائش میں مبتلا نہ ہو۔

ان تینوں کا ہم سفر بننا ایسا تھا جیسے پنجرے میں بے جوڑ پرندے رکھے ہوئے ہوں یا قید خانے میں مختلف اقسام کے لوگ یکجا ہوتے ہیں۔

یہی مثال اس دنیا کے عام انسانوں کی ہے۔ راستہ کھلنے پر پڑاؤ کے مسافر اپنی اپنی راہ اختیار کر لیتے ہیں یا پنجرہ کھلتے ہی پرندے اپنی جنسوں کی جانب محو پرواز ہو جاتے ہیں۔ ایسے پرندے وطن کے شوق میں پر پھیلائے ہوئے ہیں لیکن اڑنے کا راستہ نہیں ہے۔

انسان جو کہ راہ کے طلبگار ہیں آنسوؤں اور آہوؤں کے پر کھولے راہ کی تلاش میں گم ہیں اور اللہ عزوجل کی یاد میں پر کھولتے ہیں۔ جس طرف سے آنسو اور سوزش آئی جب موقع ملا اس طرف چلنا شروع کر دیا۔ پکھا اپنے جسم کے اجزاء پر غور کر کہ کہاں کہاں سے آکر تمہارے جسم کا جزو بنتے ہیں۔ یہ اجزاء اپنے مرکز کی جانب منتقل ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب تک حضرتِ حق کے سامنے پیش نہیں ہوتے۔ جب جلالِ خداوندی کی گرمی پڑے تو سب چیزیں حاضر ہو جائیں گی۔

جب ان تینوں مسافر کا پڑاؤ آیا تو ایک مہمان نواز ان کے لئے حلوہ لے آیا۔ وہ

اس فرمانِ خداوندی سے واقف تھا جو قرآن مجید میں ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ میں ان کے نزدیک ہوں۔ وہ میزبان مسلمان تھے اور محض اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لئے مسافروں کے لئے حلوہ لے کر آئے تھے۔

یہودی اور نصرانی کا پیٹ بھرا ہوا تھا اس لئے کہا کہ اس کو رکھ دیں اور صبح کھائیں گے۔ مسلمان چونکہ دن کے وقت روزہ سے تھا اس لئے اسے بھوک لگی تھی اس نے کہا کہ میں بھوکا ہوں اسے تقسیم کرلیں کیونکہ میں اسے سارا کھانا چاہتا ہوں۔

نفسانی غرض کے بغیر کی گئی تقسیم اچھی ہوتی ہے۔ انسان بھی اللہ عزوجل کی ملک ہے اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے افعال کو تقسیم کرلے تو کچھ اللہ عزوجل کے لئے اور کچھ لوگوں کے لئے تو گویا وہ مشرک ہے۔ ان دونوں نے اس کی بات نہ مانی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس مسلمان کو رات کو بھی بھوکا رکھا جائے۔ مجبوراً اس مسلمان کو ان کی بات ماننا پڑی۔

صبح اٹھ کر سب نے اپنے اپنے مذہب کے مطابق اللہ عزوجل کو یاد کیا اور ایک دوسرے کی جانب رخ کر کے بیٹھ گئے اور کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب بیان کرے جس کا خواب اچھا ہوگا وہ اس حلوے کو کھائے گا۔ پس جس کا خواب بہتر ہوا اس کی عقل بھی بہتر ہوئی یقیناً اس کی روح پرنور ہوگی اور ایسے بزرگ کی خدمت میں اپنا حصہ اسے کھلانا باعث برکت ہے۔

یہودی نے سب سے پہلے اپنا خواب سنایا اور کہا کہ میں جا رہا تھا کہ میری نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کوہِ طور پر پڑی۔ ایک نور کی تجلی ظاہر ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کوہِ طور اس میں چھپ گئے۔ اس نور کی تجلی سے کوہِ طور کے تین ٹکڑے ہوگئے۔ ایک ٹکڑا سمندر میں گرا تو اس کا زہریلا پانی شیریں ہوگیا۔ دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا تو اس میں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا جو بیماروں کے لئے باعث شفاعت ہوا۔ تیسرا ٹکڑا خانہ کعبہ کے پاس پہنچ گیا اور عرفات کا پہاڑ وجود میں آ گیا۔ اب کوہِ طور کا دوسرا تغیر شروع ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے قدموں میں آسمان سے گرنے والی یخ کی طرح نرم ہو گیا۔ اس کے بعد میرے حواس درست ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کوہِ طور کو اپنی اصل حالت میں دیکھا۔ یہ عجب چیز تھی کہ کوہِ طور کا دامن عجیب چیز سے پر ہے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا عصا ہے اور اس کے بدن پر ان جیسا خرقہ ہے۔ وہ سب خراماں خراماں کوہِ طور کی جانب جا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر دعا کی کہ اے اللہ! مجھے مردوں کو زندہ کرتا دکھا دے۔ اب میں سمجھا کہ یہ انبیاء علیہم السلام کا مجمع ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی دعوت میں متحد ہیں۔ پھر مجھے فرشتوں کی ایک جماعت نظر آئی جیسے وہ برف بنے ہوئے ہیں۔ فرشتوں کی ایک دوسری جماعت بھی میں نے دیکھی جو آتشیں معلوم ہوتی تھی۔

اس خواب پر حیران نہ ہو کہ اس یہودی کا انجام بخیر ہوا اور اس نے مرتے وقت شرک سے توبہ کر لی۔ کسی کافر کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہو سکتا ہے کہ اسے آخر وقت میں توبہ نصیب ہو جائے۔

یہودی کے بعد عیسائی نے خواب سنایا اور کہا کہ سب جانتے ہیں کہ آسمان کی چیزیں زمین سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چوتھے آسمان پر تھا اس لئے اس حلوے کو کھانے کا میں زیادہ مستحق ہوں۔

ایک بادشاہ جامع مسجد کی جانب جا رہا تھا اور اس کے آگے نقیب راستہ میں سے لوگوں کو ہٹاتا اور مارتا ہوا جا رہا تھا۔ ایک شخص کو دس بید لگے اور اس کا خون رسنے لگا۔ اس شخص نے بادشاہ کی جانب اپنا رخ کیا۔ وہ صاحب دل تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ اس ظاہری ظلم کو دیکھ کہ بدن سے خون رس رہا ہے اور دل کو جو مخفی صدمہ پہنچا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ تو نماز پڑھنے جاتا ہے اگر تیری خیر میں اس طرح کا شر ہے تو پھر تیرے شر کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے۔

بزرگوں کو بھیڑیئے سے وہ نقصان نہیں پہنچتا جو بد نفس مریدوں کے ذریعے پہنچتا ہے۔ بھیڑیئے میں وہ مکر و فریب نہیں ہوتا جو انسان میں ہوتا ہے۔ مال دار کا مکر دیکھو کہ وہ

غریب سائل کی آواز پر مکاری سے بہرا اور اندھا ہو جاتا ہے۔

دنبے نے کہا کہ ہر ایک اپنی عمر کے متعلق بتائے تاکہ علم ہو سکے کہ کون بڑا ہے؟ پھر اس نے کہا کہ میں اس دنبے کے ساتھ چرتا رہا ہوں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ قربان ہوا تھا۔ بیل نے کہا کہ میں اس جوڑی کا بیل ہوں جسے حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی کے لئے استعمال کیا تھا۔ اونٹ نے جب دنبے اور بیل کی باتیں سنیں تو اپنا منہ نیچے کیا اور گھاس کھا کر بولا کہ مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتانے کی حاجت نہیں کہ میرا جسم اور میری گردن بتاتی ہے کہ میں تم سے کم عمر نہیں ہوں۔ ہر عقل مند جانتا ہے کہ میرا جسم تم دونوں سے بڑا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ آسمان اپنی بلندی کی وجہ سے اس پست زمین سے بڑا ہے اور آسمان میں زمین کی نسبت زیادہ عجائبات پائے جاتے ہیں۔ عیسائی بولا کہ میرا خواب اس یہودی سے بڑھ کر ہوا۔

مسلمان نے کہا کہ مجھے میرے آقا حضور نبی کریم ﷺ نے رات خواب میں فرمایا کہ تیرے ساتھیوں کو بڑا عروج مل چکا اور تو گھاٹے میں رہا۔ تو اپنا گھاٹا اس حلوے کو کھا کر پورا کر لے۔ تم لوگوں نے آسمانوں پر فرشتوں سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔ میں نے اپنے آقا کے فرمان کے مطابق وہ حلوہ کھا لیا۔ تم بتاؤ کہ اگر تمہیں تمہارے پیغمبر کوئی حکم دیں تو کیا تم اس کی حکم عدولی کرو گے؟ ہرگز نہیں، تو پھر میں مسلمان ہو کر اپنے نبی کی حکم عدولی کیسے کر سکتا ہوں؟

یہودی اور عیسائی نے جواب دیا کہ تیرا خواب سچا ہے اور ہمارے سینکڑوں خوابوں سے بہتر ہے۔ پس یاد رکھو کہ انسان کو کبھی اپنی بڑائی یا بہادری یا ہنر مندی کا دعویدار نہیں ہونا چاہئے۔ انسان کے کام آنے والی چیزیں خدمت، عبادت اور اطاعت ہیں جو انسان کے اخلاق کو کامل بنانے والی ہیں۔

اللہ عزوجل نے ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ سامری نے ہنر مندی سیکھی اور مردود بن گیا۔ دولت اکٹھی کرنے کے فن نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ ابوجہل نے

اپنے ہنر کو حضور نبی کریم ﷺ پر آزمانا چاہا تو نیست و نابود ہو گیا۔ علومِ یقینیہ کو ہنر کہیں گے نہ کہ علومِ عقلیہ کو۔ عارف لوگ عقلی دلیل کو اس دلیل سے برا جانتے ہیں جو دلیل طبیب قارورے کے ذریعے مریض کو مرض معلوم کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اگر تمہارے پاس عقلی دلائل کے علاوہ کچھ نہیں تو پھر پیشاب اور گندگی کو دیکھا رہ۔

عقلی دلائل اندھے کی لاٹھی ہے اور اس کے اندھے پن کی علامت ہے۔ عقلی دلائل اور اس کے مدعی راہِ حق میں ذلیل و رسوا ہیں۔ دلائل عقلیہ کی شان و شوکت تو بہت ہے لیکن مدعی بالکل حقیر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی اندھا اپنے اندھے پن کے ثبوت کے لئے شور نہ مچائے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک یہودی، عیسائی اور مسلمان کے ہم سفر ہونے کا واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ اس حکایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم عقلی دلائل کی بجائے مشاہدہ کی آنکھ سے حق تعالیٰ کو پہچانیں۔ عقلی دلائل کے مدعی اور اس کے حامی راہِ حق میں ذلیل و رسوا ہیں اور دلائل عقلی بظاہر تو دلفریب نظر آتے ہیں مگر ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

زہر ولی کامل کے لئے تریاق ہے اور اگر کوئی ولی زہر کھالے تو اس پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور اگر یہی زہر کوئی طالب کھالے تو وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میری جیسی سلطنت میرے بعد کسی کو عطا نہ کرنا۔

بظاہر یہ حسد ہے لیکن حقیقت میں یہ حسد نہیں انہوں نے سلطنت میں سو خطرے محسوس کئے جسمانی' روحانی اور دینی جس میں سے بچ کر گزرنا آسان نہیں ہے۔ ان کی یہ دعا بعد میں آنے والوں کے لئے رحمت کا باعث بنی اور ان کی یہ دعا شفقت کی وجہ سے تھی کہ لوگ سلطنت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں تھے۔ سلطنت چلانے کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی ہمت چاہئے جو اس کے رنگ و بو سے صاف بچ نکلے۔ اتنی قوت ہونے کے باوجود بھی وہ سلطنت کے بوجھ سے پریشان تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے لاعلمی کی بناء پر ایک مشرکہ عورت سے نکاح کر لیا جس کی پاداش میں آپ علیہ السلام کی انگوٹھی ایک جن کے قبضے میں چلی گئی اور اس انگوٹھی میں سلطنت کا راز مضمر تھا۔ آپ علیہ السلام کو بے حد پریشانی کے بعد وہ انگوٹھی ملی تو آپ علیہ السلام نے دنیا کے بادشاہوں پر ترس کھایا اور یہ دعا کی۔

اگر تو سلطنت کسی کو اللہ عزوجل عطا کرتا ہے تو اسے وہ کمال بھی عطا کرے جو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے بعد کوئی بادشاہ بھی ایسا نہیں ہوگا جو سلطنت کا بوجھ اٹھا سکے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا بیان کر رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا مانگی کہ مجھ جیسی حکومت کسی اور کو عطا نہ فرمانا۔ آپ علیہ السلام کی یہ دعا درحقیقت عاجزی کی وجہ سے ہے۔ آپ علیہ السلام نے یہ دعا اس لئے بھی مانگی کہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ آنے والے حکمران اس قابل نہیں کہ وہ اس بوجھ کو اٹھا سکیں۔ یاد رکھو کہ حکومت کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ اس میں بے شمار آزمائشیں ہیں۔ حاکم کی معمولی سی کوتاہی اسے بروزِ محشر ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے گی۔

مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب

تفسیر ”میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کی تا کہ پہچان لیا جاؤں۔“ کا بیان

مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعے اسے خدائی صفات کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

مجاہدات کے ذریعے جسم کو اگر فنا کر دیا جائے تو وہ خزانہ ہاتھ آتا ہے کہ اس ویران شدہ گھر جیسے سینکڑوں گھر اس کے ذریعے تعمیر کیے جا سکتے ہیں۔ اس جسم کو آخر کار فنا ہونا ہی ہے لیکن مزدوری تو محنت کرنے کے بعد ہی ملتی ہے۔ اگر اسے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں تو غیبی خزانے تیری مزدوری کے لئے تجھے ہرگز نہیں ملیں گے اس لئے کہ انسان کو اس کی محنت اور کوشش کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو پھر تو افسوس ہی کرے گا۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس ہی حاصل ہوگا۔

جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں یہ تو کرائے اور عارضی کا گھر ہے۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اس پر عمل کرے۔ کھانے پینے کے ذریعے تو جسم کو تندرست رکھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس طرح تو اس کی شکست و ریخت کی رفو گری کر رہا ہے۔ تو اللہ عزوجل کے خلیفہ کی اولاد ہے اور اس عارضی دوکان یعنی جسم کے مجاہدہ کو ختم کر پھر اس میں سے زر و جواہر کی دوکانیں برآمد ہوں گی۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ عارضی جسم تجھ سے لے لیا جائے گا اور تو اس میں مدفون کان سے محروم رہ جائے گا۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ پھر ان بندوں کے لئے حسرت ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں فرمانِ الٰہی ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کی تا کہ پہچان لیا جاؤں'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعے اسے خدائی صفات کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ یعنی مجاہدات کے ذریعے جب انسان خود کو فنا کر لیتا ہے تو پھر اسے وہ خزانہ ملتا ہے جس کی طلب وجستجو میں کئی فنا ہو گئے۔ جسم کا گھر انسان کی اپنی ملکیت نہیں بلکہ یہ تو عارضی ہے۔ اگر تم نے اس فانی دنیا میں رہ کر آخرت کی کچھ تیاری نہیں کی تو پھر اللہ عزوجل کے فرمان کے مطابق تمہارے لئے حسرت کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔

قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا لازم نہیں

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ مجھے اپنی اصل صورت دکھاؤ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ انسان کی حس کمزور ہوتی ہے اس لئے آپ ﷺ اس کی تاب نہ لا سکیں گے اور آپ ﷺ کو تکلیف ہوگی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی اصل صورت دکھاؤ کہ میرے جسم کو اس کے حواس کی کمزوری کا علم ہو۔ ہاں! انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہوتے ہیں لیکن انسان کی روح نہایت طاقتور ہوتی ہے۔

انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہے۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا لازم نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعے آگ سے پیدا کردہ ہے اور وہی آگ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ انسانی جسم میں ایک ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو جوش سے اس آگ کے کرّے پر غالب آجاتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی کھیتی بتایا لیکن چونکہ پیداوار اصل سے بڑھی ہے اس لئے اس کو ان سے سابقہ بتایا۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن ان سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ ان گنت ہتھوڑوں کو پگھلانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ انسان اگرچہ اس دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل میں بڑھا ہوا ہے۔ انسان کا ظاہری جسم مچھر سے عاجز آجاتا ہے مگر اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیرے ہوئی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اصرار پر حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں

آئے اور ان کے ایک پر نے مشرق و مغرب کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی بغل میں لیا اور عرض کی کہ یہ خوف اور ہیبت تو منکرین کے لئے ہے۔ دوستوں کے لئے تو محبت ہے۔ بادشاہ کا رعب و دبدبہ عوام و خواص سب کے لئے ہوتا ہے تاکہ عوام متکبر نہ ہوں اور شر نہ پھیلے۔ بادشاہ کے اس رعب کی وجہ سے شہر پرامن رہتے ہیں لیکن جب بادشاہ اپنے خواص کی محفل میں ہوتا ہے تو وہاں خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی بدلے میں قتل کا خوف ہوتا ہے۔ وہاں بردباری ہوتی ہے وہاں عیش و عشرت کی محافل میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے اور خاص محافل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔

اے سالک! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اللہ عزوجل ہر ایک ہی راست روی کو خوب جانتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانے والی ہے اس وقت مدینہ منورہ کی مٹی کے نیچے آرام فرما رہی ہے لیکن وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے اللہ عزوجل کی خاص مجلس میں موجود ہے۔

تغیر تو جسم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور روح تو باقی رہ جانے والی اور ہمیشہ روشن سورج کی مانند ہے۔ روح کے لئے تغیر نہیں اور وہ نہ مشرقی ہے نہ مغربی ہے۔ اس کا تعلق تو عالم امر سے ہے۔ اس بے ہوشی کا تعلق آپ ﷺ کے جسم سے تھا۔ بیماری اور درد و الم کا تعلق بھی اس جسم سے ہے۔ روح کے اوصاف کا بیان ممکن ہیں ہے۔ اگر اس کے اوصاف بیان کئے جائیں تو کوئی بھی سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میری دونوں آنکھیں اگرچہ سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ آپ ﷺ کی روح مبارک سوئی ہوئی نہیں بلکہ اس پر جسم کی حفاظت کے لئے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بے ہوش ہونے سے یہ کوئی نہ سمجھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی فضیلت حضور نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہے کہ اگر حضور نبی

کریم ﷺ اپنے روحانی پروں کو پھیلا دیں گے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بے ہوش ہو جائیں گے۔ معراج کی رات حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہہ کر حضور نبی کریم ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا کہ اس سے آگے میرے پر جل جائیں گے جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کی سیر اُن کی پہنچ سے آگے تھی۔

حیرانگی اس میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جاتے ہوئے پر جل جانے کا عذر کیوں پیش کیا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو چاہئے تھا کہ خواہ ان کے پر جل جاتے یا جان چلی جاتی کہ یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

اے حسام الدین (رحمۃ اللہ علیہ)! عوام کی عقول الٹی ہیں ہماری یہ باتیں انہیں الٹی نظر آتی ہیں کیونکہ یہ لوگ ناسوتی ہیں۔ آپ ان میں عارضی ہیں ان کی عقول کے مطابق باتیں کرتے ہیں۔ آپ کا وطن تو عالم آخرت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم لہجے میں بات کریں۔ مخالفین سے سخت لہجے میں بات کرنے سے بات بگڑ جاتی ہے اور نرمی سے بات کیجئے مگر صحیح بات کیجئے اور ان کا دل رکھنے کو غلط بیانی سے کام نہ لیں۔ آپ روحانی نصیحت کریں جس میں الفاظ کی حاجت نہیں ہوتی۔

مثنوی کے مضامین اور علوم جو انگورستان کی مثل ہیں اس میں وہ باتیں نہ کریں جو عوام کے لئے حجاب کا کام دیں۔ جب یہ لوگ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جائیں گے تو یہ مثنوی ان کے لئے مفید ہوگی۔

مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی آپ کے عطا کردہ ہیں۔ یہ میری غلطی ہے بلکہ الفاظ اور معنی دونوں آپ ہی کے عطا کردہ ہیں۔ آپ عنداللہ محمود ہیں۔ اللہ کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں اور یہ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں اور جب یہ لوگ روحانیت میں داخل ہو جائیں گے تو ہر قسم کی دوئی ختم ہو جائے گی۔

دنیا میں اتحاد اور نفاق کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مانند لوگ شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد ان میں اجنبیت آ جاتی ہے تو وہ پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے منکروں کی روحوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو نہیں پہچانا۔ سورۂ لم یکن پڑھ لو ہمارے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔ وہ اولاً پہچانتے تھے مگر بعد میں منکر ہو گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے قبل آپ ﷺ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کرتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک نبی آئے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا تصور کر کے ان کے دل تڑپتے تھے۔ اللہ عزوجل سے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کی دعائیں کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا تصور ہر وقت ان کے گمان میں رہتا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خیالی تصویر بنا رکھی تھی۔ ایک دیوار کی دورخی اس کا عیب ہے۔ اگر حضور نبی کریم ﷺ کی تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ اپنی بے رخی کو چھوڑ دے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب وہ چیز ان کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے ہیں تو وہ اس کا کفر کرنے لگے۔ وہ کافر کھوٹے سکے تھے۔ جب ان پر ایمان کی گرمی پڑی تو وہ کالے ہو گئے۔ کھوٹوں اور منافقوں کے دل میں اللہ عزوجل کی محبت نہیں ہوتی۔ کھوٹا کسوٹی کے شوق کی شیخی مارتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کرے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا؟

ایسے شکوک میں نا اہل مبتلا ہوتے ہیں اور ان نا اہلوں کو یہ جان لینا چاہئے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اس کا عیب ظاہر نہ ہو سکے۔

یہ کلام اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہیں ہو گا اس لئے اسے ختم کر دینا چاہئے۔ اتنی بات جان لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ کسوٹی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اسے پہچاننے کا نور ہے۔

جو آئینہ چہرہ کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے بلکہ منافق ہے۔ ایسے آئینہ کی جستجو

ہرگز نہ کرو۔وہ آئینہ تلاش کرو جو چہرے کو صحیح طرح دکھائے۔ایسا آئینہ تیرا مرشد ہی ہوسکتا ہے اس کے ذریعے تجھے اللہ عزوجل خود ایسا آئینہ بنا دے گا کہ اس میں عرش و آسمان نظر آنے لگیں گے۔عرش و آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے اللہ عزوجل کی تجلیات نظر آئیں گے اور تو جان لے گا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اصلی صورت دیکھنے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا لازم نہیں۔جسم اور روح کی کیفیات جدا ہیں۔جسم کے ساتھ انسان پر کچھ حدود و قیود لاگو ہوتی ہیں جبکہ روح ان حدود و قیود سے آزاد ہوتی ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اصلی صورت دیکھی تو آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے اور آپ ﷺ کا اس طرح بے ہوش ہونا اسی وجہ سے تھا کہ اس کا اثر جسم پر ہوا تھا ورنہ معراج کی رات تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر آگے جانے سے انکار کر دیا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کا سفر اس سے آگے کا تھا۔

ہر خوبی باطن کی ہوتی ہے

اے کم عقل! یاد رکھ کہ ہر خوبی باطن کی ہوتی ہے نہ کہ ظاہر کی۔ تو تو اندھا ہے جو اپنی حماقت سے کہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جسم جو حقیر ہے وہ سلیمان علیہ السلام جیسا ہے اور فکر و خیال جو آنکھ سے بھی افضل ہے وہ تیرے لئے معمولی چیونٹی کی طرح ہے۔ تجھ جیسے ظاہر بین کے آگے پہاڑ بڑا ہے اس لئے تو بہترین شے یعنی ارادہ کو بھیڑ سے تشبیہ دیتا ہے اور پہاڑ کو بھیڑیا سے۔ تیری ظاہر بینی کی وجہ سے یہ جہان تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے۔

اے کم عقل! اے بے علم! اپنی حماقت پر تو پتھر کی طرح غافل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تجھ میں آدمی کی خصلت یعنی نورِ انسانیت نہیں ہے۔ تو ایک جہل مطلق ہے اور خدا کی بو تجھ میں ذرا بھر بھی نہیں ہے۔

اے کم عقل! تو اپنی بے وقوفی سے اس ہستی کو جو مثل سائے کی سی ہے ایک وجودِ حقیقی سمجھتا ہے اسی لئے تیرے نزدیک وجود باری تعالیٰ ایک کھیل اور بے وقعت شے ہے۔ اپنی چشم بصیرت سے دیکھ اور غور کر کہ آگ عالم غیب کا ایک نمونہ ہے جو لطیف اور ہوا کی طرح نظروں سے غائب ہے۔ جب یہ تک یہ کہ کسی کثیف جسم میں نہ لگے تب تک آنکھ کو اس لطیف شے کا پتہ نہیں چلتا۔ پھر جب یہ اپنی تاثیر میں بڑھ جاتی ہے تو ہزاروں تیشوں، تلواروں اور تیر سے وہ کام نہیں بنتا جو یہ کر گزرتی ہے۔ اگر تم اس حقیقی زندگی میں چشم بینا سے کام نہیں لیتے تو پھر بروزِ محشر تک رکے رہو گے جب فکر و خیالِ حق اور ارادہ الٰہی کی تاثیرات کھلم کھلا ظاہر ہوں گی۔ یہ وہ دن ہوگا جب پہاڑ نرم اون کی مانند ہوں گے اور یہ ظاہر دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اس وقت تم اللہ عزوجل کے علاوہ سوا نہ کوئی وجود دیکھو گے نہ آسمان نہ ستارے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں فرماتے ہیں کہ ہر خوبی باطن کی ہوتی ہے اور انسان اپنی حماقتوں کی بدولت اس حقیقت سے بے خبر ہے۔ اگر تم اس حقیقت سے بے خبر رہو گے تو پھر یقیناً بروزِ محشر ذلیل ورسوا ہو گے۔ اللہ عزوجل کی بنائی گئی چیزوں میں غور وتفکر کرو پھر ہی تم اسے پہچان سکو گے۔ جب بروزِ محشر یہ اسرار تم پر کھلیں گے تو پھر یہ ظاہری دنیا ختم ہو چکی ہو گی اور پھر تم اسباب کے بغیر اللہ عزوجل کو دیکھو گے اور اس دن کسی دوسری شے کا وجود نہ ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں مچھر کی فریاد

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں مچھر نے فریاد کی کہ آپ علیہ السلام ہر ایک کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی حکومت ساری دنیا پر ہے میں بھی آپ علیہ السلام سے انصاف کا طالب ہوں کیونکہ آپ علیہ السلام لوگوں کی مشکلات حل کرتے ہیں۔ ہم کمزور مخلوق ہیں آپ علیہ السلام کی قدرت انتہاء پر ہے اور ہماری کمزوری انتہاء پر ہے۔ آپ علیہ السلام کا ہاتھ اللہ عزوجل کا ہاتھ ہے مہربانی فرما کر ہمیں اس تکلیف اور فکر سے نجات عطا فرمائیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے مچھر سے دریافت کیا کہ تمہیں کس نے تکلیف پہنچائی؟ میں کسی کو دوسرے پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں نے تمام شیطانوں کو بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے کہ وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ میں مظلوموں کی فریاد سنتا ہوں تم مجھے بتاؤ کہ تمہیں کس سے شکایت ہے؟

مچھر نے عرض کی کہ حضور! ہم ہوا کے ہاتھوں پریشان ہیں ہم اس کے مقابلے میں سوائے فریاد کرنے کے کچھ نہیں کر سکتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بہترین بھنبھناہٹ والے! اللہ عزوجل نے مجھے فرمایا ہے کہ جب فیصلہ کروں تو دونوں فریقوں کی بات اچھی طرح سن لوں اور انصاف سے کام لوں۔ مدعا علیہ کی غیر حاضری میں مدعی کے قول پر فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ چونکہ فریقین کی موجودگی لازم ہے اس لئے مدعا علیہ کو بھی حاضر کیا جائے۔

مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات کو مان لیا اور عرض کیا کہ مدعا علیہ آپ علیہ السلام کے فرمان کے تابع ہے اس لئے اسے ابھی حاضری کا حکم دیجئے۔ آپ علیہ السلام نے ہوا کو

طلب کیا۔ ہوا تیزی سے آئی اور مچھر بھاگ نکلا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے مچھر سے فرمایا کہ تو یہاں رک کہ تیری موجودگی میں فیصلہ ہو۔

پس جس طرح ہوا کا وجود مچھر کے لئے فنا ہے اسی طرح وصل حق واصل کی فنا ہے۔ وصل سے اگرچہ بقاباللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے قبل مقامِ فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ ممکن کا وجود ظلِ اور سایہ ہے اور ذاتِ باری نور ہے۔ نور کے ظہور کے وقت معدوم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اس کو بقاباللہ حاصل ہے اس لئے موجود ہے۔ ایسے میں انسان کے اندر ہستی اور نیستی کا اجتماع حیرانگی کا باعث ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں مچھر کی فریاد بیان کر رہے ہیں کہ اسے ہوا سے شکایت تھی پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو طلب کیا تو مچھر بھاگ نکلا۔ پس جس طرح مچھر کے لئے ہوا کا وجود فنا ہے اس طرح وصل حق کے لئے واصل فنا ہے۔ اگر انسان اپنی نفسانی خواہشات کو ختم کر دے گا تو اسے بقائے دوام حاصل ہوگی اور بقائے دوام حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ پیر کامل کی ذات ہے۔

حرص اور خواہش کا لقمہ

ایک شخص علی الصبح حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم اتنے پریشان کیوں ہو؟

اس نے عرض کی کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے مجھ پر خوفناک نگاہ ڈالی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اب تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

اس نے عرض کی کہ آپ علیہ السلام ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ہندوستان پہنچا دے کہ شاید میری جان بچ جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ اسے ہندوستان کی زمین پر پہنچا دے۔

ہوا نے اس کو سومنات کے علاقے میں پہنچا دیا۔

لوگ افلاس سے بھاگتے ہیں کیونکہ حرص اور خواہش ان کا لقمہ ہے۔ افلاس کا ڈر اس شخص کے خوف کی مثال سمجھ اور حرص اور کوشش کو ہندوستان سمجھ۔

اگلے روز دربار لگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ تو نے اس شخص کو غصہ سے کیوں دیکھا کہ وہ اپنے گھر والوں سے جدا ہو گیا؟

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے لازوال جہان کے بادشاہ! وہ غلط سمجھا اور اس کو اس کے خیال نے بہکایا۔ اللہ عزوجل نے مجھے آج اس کی جان ہندوستان نکالنے کے لئے کہا تھا اور میں اس کو یہاں دیکھ کر حیران تھا اور اس فکر میں مبتلا تھا کہ کیا یہ اتنی جلدی اپنی موت کے وقت پر ہندوستان پہنچ بھی پائے گا کہ نہیں۔ میں جب حکم الٰہی کے مطابق اس کی جان نکالنے ہندوستان پہنچا تو میں نے اسے وہاں موجود پایا۔

اے انسان! دنیا کے کاموں کو اسی پر قیاس کر اور دیکھ لے کہ ہم اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے اور اس سے فرار ممکن نہیں۔ یہ تو نری تباہی ہے کہ ہم اس کی حکم عدولی کریں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک شخص کی حاضری کا حال بیان کر رہے ہیں جو پریشانی کے عالم میں آیا اور پھر جب آپ علیہ السلام نے اس کی پریشانی کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ مجھے موت کے فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ڈرایا ہے آپ علیہ السلام ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ہندوستان پہنچا دے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا اور وہ شخص ہندوستان پہنچ گیا۔ جب اس شخص نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تو اس کی روح حضرت عزرائیل علیہ السلام نے قبض کر لی۔ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس شخص کو ڈرانے کی وجہ دریافت کی تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ مجھے اللہ عزوجل نے اس کی روح ہندوستان قبض کرنے کا حکم دیا تھا اور میں اسے یہاں دیکھ کر پریشان تھا۔ آپ علیہ السلام نے میری اس پریشانی کو دور فرما دیا۔ پس یاد رکھو کہ کائنات کے تمام امور اللہ عزوجل کی منشاء کے مطابق انجام پاتے ہیں اور دنیا کے کاموں کو اسی پر قیاس کرو کہ اس سے راہِ فرار ممکن نہیں ہے۔

انسان بننے تک کے تمام مراتب اللہ عزوجل کی قدرت کا مظہر ہیں

شاہ ایک رات تخت پر سوئے ہوئے تھے۔ وہ عادل اور منصف تھے اس لئے وہ اطمینان سے سوتے تھے۔ انہوں نے کوئی ڈنکا پیٹنے والے بھی نہیں رکھے ہوئے تھے۔ رباب کی آواز سے ان کا مقصد وہی تھا جو عشاق کا ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس آواز کو اس وعدے کی یاد دلانے والی سمجھتے ہیں جو عہد الست کہلاتا ہے۔ فقیری اور ڈھول کی آواز ان کے لئے نفخ الصور اسرافیل سے مشابہت رکھتی ہے۔

حکماء کہتے ہیں کہ یہ راگ آسمان کی گردش سے لئے گئے ہیں۔ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے مشابہ ہیں۔ موسیقی کی سات آوازیں سات سیاروں سے لی گئی ہیں۔ زمین اور آسمان کے درمیان ہوا موجود ہے اور سب آوازیں ہوا سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ان ہی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعے کی گئی ہے۔ مومن جانتے ہیں کہ یہ سارے راگ اور نغمے حورانِ بہشت کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازیں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔

ہم اگرچہ جنت میں نہیں تھے کہ وہاں ان کو سن پاتے لیکن چونکہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام تھے اور ہم ان کے اجزاء ہیں اس لئے ہم نے بھی انہیں سنا ہے۔ اس آب وگل کی دنیا میں رہنے سے ہم جنت کی باتیں بھول چکے ہیں پھر بھی کبھی کبھار وہ ہمیں یاد آجاتی ہیں۔ چونکہ وہ نغمے اب ہمارے جسم سے پیدا ہو رہے ہیں جو آب وگل سے بنا ہے

اس لئے اب اس سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہو جاتی ہے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہتے ہیں۔ اس کو آگ پر ڈالا جائے تو آگ کو بجھا دے گا۔ اسی طرح لحن میں بھی کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتشِ غم کو بجھا دیتے ہیں۔

ان نغموں کا سماع چونکہ وصلِ محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لئے یہ عشاق کی غذا ہے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو ان میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیالِ تجسم اختیار کر لیتا ہے۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیز ہو جاتی ہے جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس ان اخروٹوں کے پانی میں گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ اور عظیم المرتبت حکمران تھے۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ محوِ خواب تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دے کر پوچھا کہ کون ہے؟ جواب ملا کہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شناسا ہوں اور چھت پر اپنے اونٹ کی تلاش میں آیا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چھت پر اونٹ کس طرح آ سکتا ہے؟ جواب ملا تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تخت و تاج میں خدا کیسے مل جائے گا؟

اس واقعہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بدل گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا یوں پوشیدہ ہو جانا ان کے اوصافِ باطنی اور مدارجِ باطنی سے لوگوں کے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ وہ ان کے سامنے تھے اس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے استغراق کی وجہ سے دور ہو گئے تو عنقا کی طرح ان کی شہرت ہو گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کی بدولت ملکہ بلقیس کی رعایا کی مردہ روحیں بھی زندہ ہو گئیں اور جسم میں دبی ہوئی روح نے بھی سر ابھارا۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرنے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ یہ آسمانی دعوت ہے اور اس دعوت کا خاصہ یہ

ہے کہ اس سے لوگوں کا ایمان بڑھتا ہے اور ایمان والوں کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ واقعہ جو ہم بیان کر رہے ہیں اس کی یقینی باتیں تو اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے جو کچھ مشہور ہے وہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اس کے حال کی مناسبت سے اور اس کے ملک والوں کو ان کی استعداد کے مطابق رہنمائی فراہم کی۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اسی قسم کی سیٹی بجا کر انہیں اکٹھا کرتا ہے اور پھر ان کے احوال کے مطابق انہیں دانہ ڈالتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کا یہ اثر ہوا کہ جو اجسام روحوں سے خالی تھے ان میں بھی روحوں نے ہلچل مچا دی اور اجسام روحانیت کے غالب ہونے کی وجہ سے ارواح بن گئے۔ اسی طرح عاشق عوام میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ لوگ سخی کو عموماً فضول خرچ کہتے ہیں اور اس سخاوت نے اس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں۔ اسی طرح ان کی نظروں سے اس کی سخاوت پوشیدہ رہتی ہے۔ جب تک روح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے لیکن جب روح غالب آجاتی ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا کہ لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق تعلیم دو۔ جو لوگ جبر کے لائق ہیں اور ترکِ عمل کر بیٹھے ہیں ان کو ان کے عقیدے کے نقصان سے آگاہ کرو۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں ان کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دو۔ جو لوگ عالم غیب سے رکھتے ہیں ان کو عالم غیب کی باتیں بتاؤ۔ جو لوگ نور سے محجوب ہیں ان کو نور عطا کرو۔ لڑنے والوں کے مابین صلح کراؤ اور اہل حق اگر غلط مباحثوں میں مبتلا ہیں تو ان کو راہِ حق کی علامات دکھاؤ۔ ہر ایک کی اس کے حال کی مناسبت سے تربیت کرو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت ملنے پر ملکہ بلقیس بھی ایمان کے شوق میں مست ہو گئی اور اپنے دل سے ملک اور مملکت کی محبت باہر نکال پھینکی۔ اسے اپنے تخت شاہی سے جو بہت قیمتی تھا اس سے محبت اور تعلق باقی رہا۔ اس ملک میں سب لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئے البتہ وہ لوگ جن میں استعداد اور قابلیت نہ تھی وہ محروم رہے۔

میرے اس کلام سے یہ شائبہ نہیں ہونا چاہیے کہ معاذ اللہ کہیں وحی میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ بدفطرت کی فطرت کو بدل سکے بلکہ وہ بھی اگر متوجہ ہو اور طلب پیدا کرے تو اللہ عزوجل اس کی بھی مدد کرتا ہے اور اس میں یہ صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔

ملکہ بلقیس اس دعوت کے بعد مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جس طرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ جن غلاموں اور کنیزوں نے اسے ناز سے پالا تھا وہ اس کے لئے سڑا ہوا پیاز بن گئیں۔ تفریح کے تمام اسباب اس کے لئے باعث تکلیف بن گئے۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں مردہ بن جاتی ہیں یعنی جب انسان لا الہ کا قائل ہو جاتا ہے تو اس کے لئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا حقیقی اثر یہی ہے کہ ماسوائے اللہ عزوجل اور سب کچھ نظروں میں بے وقعت ہو جاتا ہے۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کو چھوڑنے کا کچھ افسوس نہ تھا ماسوائے اپنے تخت کے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کی اس کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل کو راہ ہو چکی تھی اور باہمی تعلق پیدا ہو چکا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام دور سے چیونٹی کی آواز سن لیتے تھے اور انسانوں کے دلی رازوں سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب چیونٹیوں کے جنگل میں حضرت سلیمان علیہ السلام پہنچے تو ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہ کہیں سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں پامال نہ کر دے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اس کی بات سنی تو مسکرا دیئے۔

اگر میں اس بیان کی تفصیل میں جاؤں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو میری یہ گفتگو طویل ہو جائے گی مگر میں پھر بھی مختصراً بیان کرتا ہوں۔ قلم کاتب کا آلہ ہوتا ہے اور وہ اس کے لئے باعث محبت ہوتا ہے۔ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ محبت کا یہ تقاضا تھا کہ بلقیس اپنے تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اس کی لمبائی چوڑائی بہت زیادہ تھی اس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ اس کو ٹکڑے کر کے اس وجہ سے نہیں لایا جا سکتا تھا کہ اس پر بہت نازک اور باریک کام ہوا تھا جو کہ خراب ہو جاتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہو گئی تو انہوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائے گی مگر فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے اس لئے اس کو منگوانا چاہئے۔ فنا کے بعد جب بقا ملتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ جب سمندر میں سے انسان کو موتی مل جاتا ہے تو انسان اس کے خس وخاشاک کی جانب نظر نہیں دوڑاتا۔

بلقیس کا تخت سے محبت کرنا اگرچہ بچگانہ فعل تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ اس کا تخت منگوانا چاہئے تاکہ یہ تخت اس کی جان کے لئے عبرت کا نشان نہ بن جائے۔ جس طرح احمد ایاز کے لئے اس کی گودڑی اور چپل جن کو دیکھ کر وہ اپنی پہلی حالت یاد کرتا تھا وہ یاد کیا کرے گی کہ اس کی پہلی حالت کیسی خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت رکھتی تھی اور دنیا کے خرافات میں مبتلا تھی۔ اب وہ روحانیت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو چکی ہے۔

اللہ عزوجل نے انسان کی خلقت کے مراتب بیان فرما کر فرمایا کہ انسان کو اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟

انسان کی ابتداء تو ان چیزوں سے ہے جن کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ انسان کو مٹی سے بنایا گیا' پھر اس کو نطفہ بنایا گیا اور پھر مضغہ بنایا اس کے بعد اسے صورت عطا کی گئی۔

انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت سے ترقی کا منکر تھا۔ انسان کو اس قدر فضیلت دینا اس انکار کی وجہ سے ہے جو اس کی فطرت کر رہی ہے۔ جس چیز کو انسان اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی حقیقت جب اس پر آشکار ہوئی تو اسے اس کی مخالفت کرنا پڑی۔ ہماری حیات اور استعداد صرف اللہ عزوجل کی قدرت سے وجود میں آئی ہے۔ انسان ابتداء میں ایک نطفہ تھا اور آج بھی وہ اسی حالت میں ہے کہ حشر ونشر کا انکار کرتا ہے۔

یہ اللہ عزوجل ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو پھر اس کا حشر نشر اللہ عزوجل کی قدرت سے باہر کیسے ہو سکتا ہے؟ جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ جمادیت کی بدولت اس مرتبہ پر

پہنچا ہے کہ اس میں انکار کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو اس کے انکار کی یہ صلاحیت اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا حشر دوبارہ ہوگا۔

انسان بننے تک کے مختلف مراتب اللہ عزوجل کی قدرت کا مظہر ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی حشر کا انکار کب تک اور کیسے ہو سکے گا؟

آب و گل کا مرتبہ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہے۔ گھر کے اندر سے خود اپنے اندر نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھا جاتا۔ اس معاملے میں اور بھی بے شمار دلائل دیئے جا سکتے ہیں مگر ان دلائل میں جاہلوں کی لغزش کا خطرہ موجود ہے اس لئے اس معاملے میں خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے تائب ہونے اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کے مابین نازک مسئلے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی تخلیق سے واقف ہونا چاہئے کہ اس کی تخلیق ایک غلیظ شے منی سے ہے۔ انسان بننے تک کے تمام مراتب اللہ عزوجل کی قدرت کا مظہر ہیں۔

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم لوگوں کے دلوں کا حال جان لیتے ہیں

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پہلے بادشاہ تھے اور پھر درویشی اختیار کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے امراء میں سے ایک نے پہچان لیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت دیکھ کر حیران ہو گیا۔

اولیاء اللہ رحمہم اللہ لوگوں کے دلوں کا حال جان لیتے ہیں اس لئے اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے پاس جا کر برے وساوس کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے۔ لوگ احمق ہیں کہ دنیاوی بادشاہوں کے پاس تو اخلاص سے جاتے ہیں اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی محافل میں فاسد خیالات لے کر جاتے ہیں۔ اگر تم کور باطن ہو تو بزرگوں کے سامنے زیادہ ذلیل بن کر جاؤ۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اس کے وسوسے کو تاڑ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سوئی جس سے گودڑی سی رہے تھے وہ دریا میں پھینک دی۔ پھر دریا سے سوئی واپس مانگی تو مچھلیاں سونے کی لاکھوں سوئیاں لے کر سطح آب پر نمودار ہوئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی سوئی چاہئے۔ پھر ایک مچھلی ان کی سوئی لے کر آئی۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ دنیا کی حکومت کا طلبگار نہ ہو بلکہ روحانیت کو طلب کر۔ عالم غیب ایک باغ کی مانند ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اس دنیا میں موجود ہے۔ عالم غیب ایک مغز ہے اور یہ دنیا اس کا ایک ادنیٰ سا چھلکا ہے۔ اگر عالم غیب کے باغ میں قدم نہیں پہنچتا تو اس کی خوشبو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ نفسانی خواہشات کو

دفع کرو۔ عاشقوں کی صحبت میں رہو اور جب عالم غیب کی خوشبو کو پاؤ گے تو روح عالم غیب کی جانب کھنچے گی اور بالآخر سینے میں تجلیاتِ الٰہی کا ظہور ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص میں وہی عالم غیب کی خوشبو تھی جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور ان کی بینائی واپس لوٹ آئی۔ یہی عالم غیب کی خوشبو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں محسوس کی اور فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

لطائف ستہ قلب روح، نفس، سر، خفی، اخفی ایک دوسرے سے ملے ہوئے اگر مصفی ہو جائیں تو دوسرے بھی غذا حاصل کرتے ہیں۔ قلب کو ذکر کی غذا ملتی ہے تو دوسرے لطائف بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ آنکھ متاثر ہوتی ہے تو اس سے دل بھی اثر پکڑتا ہے۔ پھر دل میں کیفیت اخلاص، صدق اور عشق پیدا ہوتی ہے۔

عشق سے اخلاص پیدا ہو تو دیگر حواس بھی متاثر ہوتے ہیں اور ان میں وصل محبوب کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح رحمت خداوندی سے عالم غیب کا ایک تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ ہر لطیفہ دوسرے لطائف کے لئے جنت الفردوس کے عرفان کے پیغامِ بری کا کام دینے لگتا ہے۔ اس طرح لطائف کے باہمی تعلق میں کسی قسم کے تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جب مرید کے حواس شیخ کامل کے حواس کے تابع ہو گئے تو آسمان و زمین تک شیخ کامل کے تابع ہو جائیں گے۔

چھلکا بھی اسی کی ملکیت ہوتا ہے جو مغز کا مالک ہوتا ہے۔ جسم اور روح کی نسبت ویسی ہی ہے جیسے کہ آستین اور ہاتھ کی۔ عقل اور روح کے مخفی ہونے میں فرق ہے اور عقل روح کے اعتبار سے زیادہ مخفی ہے۔ روح دوسری روح کو جلدی پہچان جاتی ہے جبکہ عقل دیر سے پہچانتی ہے۔

ہر انسان نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کو جان لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عقل مند کہا لیکن بے شمار لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی استعداد کو نہیں جان سکے اور وحی کی استعداد کی بھی کچھ علامات ہیں اور چونکہ وہ نادر ہوتی ہے اس لئے عقل ان کو نہیں پہچان پاتی اور ان علامتوں

کو جنون کا اثر سمجھتی ہے اور حیران ہو جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے کاموں کو مناسب نہ جانا اور ان پر اعتراض کیا۔ اسرارِ غیبی کو سمجھنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر کی عقل نا کام ہو گئی تو ہم جیسوں کو اس کا ادراک کیسے ہو سکتا ہے؟

تحقیقی علم والا خاموشی سے اللہ عزوجل کے ساتھ خرید و فروخت میں مصروف رہتا ہے۔ اللہ عزوجل نے مومنوں سے ان کے جان اور مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ ہر علم کا خریدار اس کے لئے مناسب ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کے خریدار فرشتے تھے نہ کہ دیو پری اور جن لوگوں کا تعلق سفلی علوم سے ہے ان کا تعلق چوہے کے علم کی مانند صرف خوراک کی تلاش ہے لہٰذا ان کو اتنی ہی عقل عطا کی گئی ہے۔ دنیا کو اگر زمین کی ضرورت نہ ہوتی تو زمین کبھی نہ بنتی۔ اگر دنیا کو آسمانوں کی ضرورت نہ ہوتی تو ان کو بھی ہرگز پیدا نہیں کیا جاتا۔ سورج، چاند، ستارے سب ضرورت کے تحت ہی پیدا کئے گئے۔ اشیاء کے وجود ان کی ضرورت کی شدت کی وجہ سے ہے۔ پس تم اپنی احتیاج اور ضرورت کو بڑھاؤ تا کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئے۔

دنیا کا یہی دستور ہے کہ جب تک فقیر اپنی مجبوری اور ضرورت کا اظہار نہیں کرتا اس کو کچھ عطا نہیں کرتا۔ عالم ناسوت میں پھنسے ہوئے اگر ضرورت محسوس کریں تو اللہ عزوجل ان کو نورِ بصیرت عطا فرما دیتا ہے۔ جب ان کو نورِ بصیرت عطا ہو جاتا ہے تو ان کی پرواز عالم لاہوت کی جانب شروع ہو جاتی ہے۔ پھر ان پر اسرارِ الٰہی کھلنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ بلبل کی مانند نغمہ سرائی کرنے لگتے ہیں۔

جسم اور روح کی نسبت اگر مفہوم سے ہوتی تو صرف اس قدر جیسا کہ پانی کی نہر یا پرندے کی گھونسلے سے ان کا تعلق حقیقت میں غیر معلوم ہے۔ روح کی اس قوتِ فکریہ میں ہمیشہ اچھے اور برے خیالات آتے جاتے ہیں جس طرح پانی بظاہر رکا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں یہ رواں ہے۔ اس طرح روح ملاءِ اعلیٰ کی جانب رواں ہے لیکن ہمیں اس کا احساس

نہیں ہوتا۔

سطحِ آب کی روانی خس وخاشاک کے گزرنے سے نظر آتی ہے اسی طرح روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر جو چھلکے ہیں وہ غیبی پھلوں کے چھلکے ہیں۔ ان پھلوں کا مغز غیب میں تلاش کرو لامحالہ اس کا کوئی منبع ہے۔ عام عارفوں کی ارواح کی روانی تیز ہے اس لئے اس پر غم و غصہ کے خس وخاشاک زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرتے۔

جب اس شخص نے مچھلیوں کو حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے تابع دیکھا تو اس پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور اس کو اپنی لاعلمی پر افسوس ہونے لگا۔ پہلے اس کے دل میں وسوسہ آیا کہ فقر اختیار کرنے میں حیرانگی کا اظہار کرنے لگا پھر جب اس پر اسرار کا دروازہ کھل گیا اور وہ ان کے عشق کا دیوانہ ہوگیا۔

اگر مرید فیض حاصل نہ کر سکے تو اس میں شیخ کامل کا کچھ نقصان نہیں۔ شیخ کامل تو ازلی دریا ہوتا ہے کوئی پیاسا رہے تو اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بد ایک آگ کی صورت اور شیخ کامل ایک آبِ کوثر ہے۔ پانی آگ کو ختم کر دیتا ہے اور آگ ہرگز پانی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ شیخ کامل میں عیوب ڈھونڈنے والا درحقیقت جنت میں کانٹے تلاش کرتا ہے حالانکہ کانٹا تو وہ خود ہے۔ شیخ کامل میں عیب تلاش کرنے والا خود عیب دار ہے۔ جس ہنر کو شیخ کامل نہ سمجھیں وہ ہنر نہیں ہے اور جس یقین کو شیخ کامل یقین نہ سمجھے وہ یقین نہیں ہے۔

شیخ کامل قبلہ کی مانند ہوتا ہے اور اس کی طرف دور سے بھی رخ کرنے سے فیض حاصل ہو جاتا ہے۔ گدھا دلدل میں پھنسا ہو تو نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ دنیا بھی دلدل ہے اس سے نکلنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اگر کوئی بداعمالی سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتا تو وہ گدھے سے بھی بدتر ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرشد کامل سے فیض کے حصول کے لئے لازم ہے کہ

انسان پہلے اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو اور اپنی بداعمالیوں سے چھٹکارا پائے۔ جو شخص اپنی بداعمالیوں سے چھٹکارا نہیں پاتا اس کی حالت اس گدھے سے بھی بدتر ہے جو دلدل میں پھنسا ہوا اور اس میں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہو۔ پیر کامل کی شخصیت مانند قبلہ ہے اور اس سے دور رہ کر بھی اس کی جانب رخ کرنے سے فیض حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص پیر کامل میں عیوب تلاش کرتا ہے درحقیقت وہ جنت میں کانٹے تلاش کرتا ہے۔ پس اگر تم کسی پیر کامل کو پاؤ تو اس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ کہ پیر کامل درحقیقت حضور نبی کریم ﷺ سے براہِ راست فیض یافتہ ہے اور وہ تمہیں بھی ان کی بارگاہ میں مقبول و محبوب بنا دے گا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت کیفیت

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کمزور ہو گئے اور ان کے چہرے پر موت کے آثار نمایاں ہوئے تو ان کی بیوی نے کہا: ہائے میں لٹ گئی۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو خوشی کا موقع ہے اب تک میں زندگی کی مصیبتوں میں مبتلا تھا اور تو کیا جانے کہ موت کس قدر عمدہ اور آسائش والی شے کا نام ہے۔

اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ گلاب کی مانند دمک رہا تھا اور آنکھوں میں موجود نور اس بات کی گواہی دے رہا تھا۔ جن لوگوں کے دل سیاہ ہوتے ہیں وہ آپ رضی اللہ عنہ کو سیاہ فام کہتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ کالا رنگ حقارت کی دلیل نہیں اور آنکھ کی پتلی بھی سیاہ ہوتی ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آنکھ کی پتلی جیسا فضیلت والا وہی کہہ سکتا ہے جس کو تمام انسانوں میں وہ مرتبہ و مقام حاصل ہو جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضاء پر حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خصائل سے واقف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہو سکتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے حقیقی مرتبہ سے وہی واقف ہیں نہ کہ عام لوگ جو آپ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو تقلیدی طور پر ہی جانتے ہیں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی بیوی بولی کہ آپ رضی اللہ عنہ تنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں اور اپنے اہل و عیال سے دور ہو رہے ہیں؟

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ آج رات میری جان سفر

کے بعد واپس لوٹ رہی ہے۔

بیوی بولی کہ یہ تو بڑے دکھ کا مقام ہے؟

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ تو خوش نصیبی ہے۔

بیوی بولی کہ اب ہم آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ کیسے دیکھ سکیں گے؟

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میں بارگاہِ الٰہی میں ہوں گا اور اس کا حلقہ ہر ایک کے ساتھ پیوستہ ہے۔ اگر تو اپنی نظر بند کرے اور پستی کی جانب نہ جائے تو اس حلقہ میں نورِ الٰہی اس طرح چمکتا ہے جس طرح انگوٹھی میں جڑا نگینہ۔ میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا ہوں اور اس جسم میں اسے سنبھالنے کی سکت نہیں ہے۔ میں جب گدا تھا تب میری روح اس جسم میں سما سکتی تھی اب جبکہ میں معارف کا شاہ بن گیا ہوں تو اس کے لئے وسیع جگہ کی ضرورت ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی جانب روانہ ہوئے۔

جو لوگ مردہ دل ہوتے ہیں ان کے لئے دنیا عزت کی جگہ ہے اور اہل دنیا کے لئے یہ وسیع جبکہ اہل باطن کے لئے تنگ ہے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر یہاں کے رہنے والوں میں ہنگامہ آرائی کیسی ہے؟

یہاں تنگی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور وسعت کے باوجود یہ دنیا اسے تنگ محسوس ہوتی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ظالموں کے چہرے بظاہر خوش ہوتے ہیں لیکن ان کی روح تنگی کی وجہ سے آہ و بکا میں مشغول ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی روح عالم بیداری میں اسی طرح آزاد ہوتی ہے جس طرح عوام الناس کی روح نیند کے وقت اور ان کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جو دنیاوی اعتبار سے تو نیند میں تھے اور اخروی اعتبار سے بیدار تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زندگی کی حالت میں روح جسم میں ٹیڑھی رہتی ہے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں ٹیڑھا ہوتا ہے۔ جسم پر موت کی تکلیف ایسی ہی

ہے۔جس طرح بچہ کی پیدائش کے وقت ماں کو دردِ زہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ موت کے بعد روح پرواز کرتی ہے اور موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے اور روح اس درد کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔اس دنیا میں ہر انسان دوسرے کے درد سے ناواقف ہے ماسوائے اہل اللہ کے جو کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے ہر ایک کے احوال سے واقف ہوتے ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت کی کیفیت بیان فرمارہے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ رضی اللہ عنہ کی موت کے غم سے نڈھال تھی اور آپ رضی اللہ عنہ موت کو مسکراتے ہوئے قبول کر رہے تھے۔اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی موت کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی ہوتی ہے اور وہ موت کو مسکراتے ہوئے قبول کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی موت ان کے لئے باعث انعام واکرام ہے جبکہ کفار موت کو ایک تلخ حقیقت جانتے ہیں اور ان کی موت ان کے لئے باعث عذاب ہوتی ہے۔

اللہ کے خاص بندے

روحانیت میں دلوں کے جاسوس ہیں

شناخت کے لئے نورِ باطن چاہئے جو زہد کی پہچان کر سکے۔ یہ نور ایسا ہے جو تقلید اور کجی سے پاک ہوتا کہ انسان کو بغیر اس کا کام دیکھے یا بغیر اس سے بات کئے پہچان سکے۔ اس کے دل میں نورِ عقل کے ذریعے گھس جائے۔ اس کا اصل حال دیکھ لے اور سنی سنائی کا پابند نہ ہو۔ اس غیب کے حال جاننے والے اللہ کے خاص بندے روحانیت میں دلوں کے جاسوس ہیں۔ جب ان کے مقابل کے دل میں کوئی خیال آتا ہے تو پوشیدہ ان کے سامنے کھل جاتا ہے۔ یہ وہی بات ہے کہ جیسے چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے جو وہ باز کی عقل سے چھپ سکے۔ جو شخص اللہ عزوجل کے رازوں سے واقف ہو گیا اس کے سامنے مخلوق کے بھیدوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جس کی گذر آسمان پر ہو گی اس کے لئے زمین پر چلنا کیا مشکل ہو گا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو سکتا ہے تو پھر ان کے ہاتھ میں موم کی کیا کیفیت ہو گی؟

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ شناخت کے لئے نورِ باطن کا ہونا لازم ہے اور اللہ کے خاص بندے روحانیت میں دلوں کے جاسوس ہیں۔ جو شخص اللہ کے رازوں سے واقف ہو گیا اس کے لئے مخلوق کے راز کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔

اکثر لوگ مردم خور ہوتے ہیں

کسی کے ساتھ دشمنی کے لئے سبب کا ہونا ضروری ہے ورنہ ہم جنسی تو وفا سکھاتی ہے۔ پھر خود سے ہی محبت کرنا سیکھو کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے کب ابلیس پر ظلم کیا تھا یا پھر کسی آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا ظلم کیا تھا کہ وہ اس کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہیں۔ اے مبتلائے آزمائش! جب کسی کو تیری فکر نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ تو اپنا کام خود کر اور اکثر لوگ مردم خور ہوتے ہیں اس لئے ان کی خوش خلقی میں اپنے لئے امان مت تلاش کر۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ دشمنی کے لئے سبب ہونا ضروری ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نے ابلیس کے ساتھ کون سا ظلم کیا تھا جو اس نے خوامخواہ کی دشمنی مول لی اور کب کسی آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ ظلم کیا تھا کہ وہ اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ اکثر لوگ مردم خور ہوتے ہیں اس لئے ان کی خوش اخلاقی میں اپنے لئے امان تلاش نہ کرو۔ دوسروں سے امیدیں نہ رکھو کہ جب امید ٹوٹتی ہے تو انسان کی ہمت بھی ٹوٹ جاتی ہے۔

فنافی ذات ہونا ہستی کو رد کرنا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون دونوں ایک ہی حقیقت کے تابع ہیں اور بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر اور فرعون بے راہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دن میں رب کے سامنے روتے تھے اور فرعون آدھی رات کو روتا تھا کہ اے اللہ! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟

اگر طوق نہ ہوتا تو میں میں ہوں کون کہے گا۔ تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو چاند جیسی شکل عطا فرمائی اور مجھے سیہ رو کر دیا۔ میرا استارہ چاند سے بہتر تھا لیکن اسے گرہن لگ گیا اس میں میرا کیا قصور؟

ہم دونوں ایک ہی مالک کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا جنگل میں شاخ کو کاٹ دیتا ہے پھر ایک شاخ سے دوسری نئی شاخ پھوٹتی ہے اور دوسری تو بے کار کر دیتا ہے۔ کیا شاخ کو کلہاڑے پر کوئی قدرت حاصل ہے؟

نہیں، اس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے کرم کر کے ان کجیوں کو سیدھا کر دے۔

پھر فرعون دل میں کہتا ہے کہ عجیب بات ہے کہ میں رات میں ربنا کہتا ہوں لیکن جب موسیٰ (علیہ السلام) کے سامنے جاتا ہوں تو مجھے کیا ہو جاتا ہے؟

کھوٹا سکہ خوب چمکدار ہوتا ہے لیکن جب آگ کے سامنے جاتا ہے تو کالا ہو جاتا ہے۔ کیا کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارا قلب اور جسم اس کے فرمان کے تابع ہیں کہ ایک لحظہ میں اسے گودا بنا دیتا ہے اور ایک لحظہ میں اسے چھلکا بنا دیتا ہے۔ اللہ جب کہے کہ کھیتی بن جا میں

سبز ہو جاؤں اور جب کہے کہ بد صورت بن جا تو میں زرد ہو جاؤں۔ کن کے حکم کے آگے ہر کوئی مجبور ہے اور وہ حکم مکاں ولا مکاں میں ایک سا کارفرما ہے۔ بے رنگ جب رنگ کا پابند ہو گیا تو ایک موسیٰ (علیہ السلام) کا دوسرے موسیٰ (علیہ السلام) سے اختلاف ہو گیا۔ وجود مطلق جب تعین کی قید سے آزاد ہو گا تو اختلاف ہو گا۔ جب تو بے رنگ ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون باہم صلح رکھتے تھے۔

حیرانگی ہے کہ یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا ہے تو بتا وہ رنگ بے رنگ سے مختلف کیوں ہوا؟ تیل کا بیج پانی سے بڑھتا ہے لیکن پھر وہ پانی کا مخالف کیوں ہوتا ہے؟

جب پھول کانٹے سے اور کانٹے پھول سے ہیں تو ان میں جنگ کیسی ہے؟ یا پھر یہ جنگ نہیں ہے بلکہ کسی مصلحت کی وجہ سے دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے۔ حقیقت میں نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔

حیرانگی ہے ہماری ضرورت حقیقی خزانہ (ذات) ہے تو خزانے تو ویرانوں میں ہوتے ہیں اور جس کو تو خزانہ سمجھ رہا ہے وہ تو تجھے اصل خزانے سے محروم کر رہا ہے۔ وہم اور خیال کو تو آبادی کی طرح جان جہاں خزانہ سمجھ رہا ہے وہ حقیقت میں تجھے خزانے سے محروم کئے ہوئے ہے۔

وہم و خیال اور تدبیر کو آبادی طرح کی سمجھ کہ جہاں خزانہ نہیں ہے۔ آبادی اور عمارت میں ہستی اور اختلاف ہوتا ہے اور فانی کو ہستیوں سے نفرت ہے۔ فنا فی ذات ہونا ہستی کو رد کرنا ہے۔ ایک قوم جلانے والی آگ میں پھولوں کی مانند ہوتی ہے اور ایک قوم باغ میں رنج اور درد محسوس کرتی ہے۔ اہل اللہ کو اہل دنیا سے نفرت ہوتی ہے لیکن دیکھنے میں دنیا دار انہیں ذلیل سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی دلی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دونوں ایک ہی حقیقت کے تابع تھے فرق صرف قلبی

کیفیت کا تھا۔ حق اور باطل جب ایک اللہ کے ہی بنائے ہوئے ہیں تو پھر یہ مخالفت کیسی ہے؟ فنافی ذات ہونا ہستی کو رد کرنا ہے اور فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے۔ انسان فنافی ذات ہو کر ہی اپنے مقصودِ حقیقی کو پا سکتا ہے۔ جب رنگ اور بے رنگ اسی کے بنائے ہوئے ہیں تو پھر وہ ایک دوسرے کے مخالف کیوں ہیں؟ جب پھول کانٹوں سے ہیں اور کانٹے پھولوں سے ہیں تو پھر ان میں یہ جنگ کیسی ہے؟ اہل اللہ کو اہل دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور اہل دنیا' اہل اللہ کو ذلیل و رسوا خیال کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے تصرفات عجیب ہیں

وہ ہر طرح کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رہا اور ایک چیتے کی مادہ اس کو اپنا دودھ پلاتی رہی اور وہ جوان ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے اسے ہر نعمت سے نوازا۔ دودھ چھڑایا تو اس کی پرورش اس طرح کی کہ بیان سے باہر ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے تصرفات عجیب ہیں۔ میں نے کیڑوں کے لئے جو حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں پڑ گئے تھے اور وہاں سے غذا حاصل کرتے تھے ان کے دل میں ایسی محبت پیدا کر دی تھی کہ اگر کوئی کیڑا ان کے بدن سے گر پڑتا تو آپ علیہ السلام اس کو اٹھا کر پھر سے بدن پر بٹھا دیتے تھے۔ کیڑے ان سے ایسے مانوس ہو گئے تھے جیسے ایک بچہ اپنے باپ سے مانوس ہوتا ہے۔ ماں کے دل میں اولاد کی محبت کی عجیب شمع روشن ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے اس بچے پر بلاواسطہ غذائیں پیش کیں جنہیں اسباب سے کوئی دخل نہ تھا۔ ہم نے نمرود کی پرورش بغیر اسباب کے کی تاکہ وہ اسباب اختیار کرنے کے لئے پریشان نہ ہو اس لئے کہ سبب کبھی مسبب کا ذریعہ نہیں بنتا اور وہ مسبب کو چھوڑ کر براہِ راست ہم سے غذا حاصل کرے۔ وہ یہ عذر بھی کر سکتا تھا کہ اسباب کی طرف متوجہ ہونے سے میں اللہ سے غافل ہو گیا چنانچہ اس عذر کو بھی ختم کر دیا گیا کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ فلاں یار نے مجھے گمراہ کر دیا تھا لیکن اس نے اس سب کا شکر اس طرح ادا کیا کہ میرے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔

اس نمرود کی حالت اس شہزادے کی تھی جس نے شاہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے تکبر کیا اس لئے وہ شاہ کی عنایتوں سے محروم ہو گیا۔ نمرود نے بھی سب مہربانیوں کو پاؤں

تلے روند ڈالا تھا۔ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور آسمان کی طرف مجھ سے جنگ کے لئے چلا کیونکہ کسی نجومی نے اسے بتا دیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہو گا جو اس کی سلطنت کو ختم کر دے گا۔ اس نے لاکھوں بچے قتل کروا دیئے کہ کہیں ان میں وہ بچہ نہ ہو۔ اس نے ان بچوں کو بے قصور قتل کروایا۔

تمام نعمتیں اور سلطنتیں اس کو ہم سے براہ راست ملی تھیں۔ ماں باپ کے ذریعے جن کو نعمتیں ملی وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ہمیں ماں باپ نے دیں۔ ماں باپ بے شک ظاہری گمراہی کا سبب بنتے ہیں لیکن اصل گمراہی کا سبب انسان کا اپنا نفس ہے جو انسان کو اپنی برائیوں کی جانب نظر نہیں دوڑانے دیتا۔ اس کتے کے گلے میں مجاہدوں کی زنجیر ڈال دو تا کہ حد سے نہ گزر سکے۔ اگر چہ کتے کو سدھار لیا جائے تو پھر بھی وہ کتا ہی رہتا ہے۔

نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے محض مجاہدہ کافی نہیں بلکہ کامل ولی کی صحبت بھی ضروری ہے۔ تم کامل مرشد کا طواف کرتے رہو اس سے فیض حاصل کرتے رہو۔ کامل مرشد کی صحبت سے تو نرم ہو کر تم دوست کے پاؤں کا موزہ بن جاؤ گے۔ قرآن مجید میں نفس کی خباثتوں اور ان کی وجہ سے انجامِ بد کے قصے جابجا موجود ہیں مثلاً قومِ عاد کا قصہ۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں نمرود پر اللہ عزوجل کے انعامات کا بیان فرما رہے ہیں کہ اس نے ان نعمتوں پر بجائے شکر ادا کرنے کے اللہ عزوجل کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔ انسان کی یہ ناشکری اس کے نفس کی وجہ سے ہے اور نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے محض مجاہدہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کسی پیر کامل کی صحبت اختیار کرنا لازم ہے۔

عقل مند صاحب امکان ہوتا تو مشائخ کی مسند پر بیٹھتا

علم و ہنر سیکھا ہوا کتا بھی عارفِ حال ہوتا ہے اور اصحابِ کہف میں شمار ہوتا ہے۔ قلبی بصیرت اگر حاصل نہ ہو تو پھر تو اندھا ہی کہلائے گا۔ زمین بھی اپنے دشمن کو پہچانتی ہے۔ اسی لئے تو حضرت نوح علیہ السلام کے حکم پر پانی کو نگل لیتی ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ خلقت اس بات سے باخبر تھی کہ خالق سے غفلت مردگی ہے مگر غافل انسان نے بارِ امانت اٹھالیا اور الٹا عمل کیا۔ یہ غافل جاہل خالق کے ساتھ مردہ ہے اور خلقت کے ساتھ زندہ۔ اگر نفس نے تیری بصیرت چرالی ہے تو بزرگانِ دین کی صحبت میں اسے واپس لے لے۔ انسان میں اپنے اصلی وطن میں جانے کی طاقت پائی جاتی تو وہ خود بخود چلا جاتا اور اسی طرح اگر عقل مند صاحب امکان ہوتا تو مشائخ کی مسند پر بیٹھتا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ عقل مند صاحب امکان ہوتا تو مشائخ کی مسند پر بیٹھتا۔ علم و ہنر سیکھا ہوا کتا بھی عارفِ حال ہوتا ہے اور اس کا شمار اصحابِ کہف میں ہوتا ہے۔ اگر نفس کی بدولت تم نے نقصان اٹھایا ہے تو اس نقصان کو کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر پورا کیا جاسکتا ہے۔

حق تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے

حق تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے۔ جب عطا ہوتی ہے تو قابلیت بھی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ عطا اللہ عزوجل کی صفت ہے جو قدیم ہے۔ قابلیت بندے کی صفت ہے جو حادث ہے۔ قدیم کے لئے حادث شرط نہیں بن سکتا۔ وہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اس کی اصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ عزوجل اس میں تبدیلی پیدا کر دے۔ اللہ عزوجل جب چاہتا ہے پتھر جیسے دل کو تبدیل کر کے اس قبول کرنے کی صلاحیت عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ عزوجل کی جانب سے جو فیض اور عطا ملتی ہے اس کی دو اقسام ہیں۔ اول فیض اقدس اور دوم فیض مقدس۔ فیض اقدس وہ فیض ہے جس میں استعداد شرط نہیں اور فیض مقدس وہ فیض ہے جو ارواح کی جانب سے آتا ہے اور یہ قابلیت کی بناء پر اور استعداد کے مطابق ملتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور ید بیضاء فیض اقدس کی مثالیں ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اسی کی مثل ہیں جس میں استعداد شرط نہیں ہے۔ اگر ہر شے میں استعداد اور قابلیت شرط ہوتی تو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آئے اور جو معدوم ہے اس میں استعداد کی قابلیت کیسے ہو سکتی ہے؟

عام طور پر سنت الٰہی یہی ہے کہ ہر چیز کے اسباب مہیا ہوں اور قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے۔ معجزے یعنی فیض اقدس محض مشیت الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ ویسے تو عزت اسباب سے حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے کہ وہ بلا سبب بھی عزت عطا فرما دے۔ عوام کو اسباب ضرور اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غافل بھی

نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ عزوجل کی قدرت اسباب کی محتاج نہیں عوام اپنے مقاصد کی تلاش کے لئے اسباب کی مدد لیتے ہیں۔

عوام نے اسباب کو قدرت کے لئے حجاب بنا لیا ہے کیونکہ ہر شخص بلاواسطہ قدرت کے مشاہدے کا اہل نہیں ہوسکتا۔ انسان کو چاہئے کہ وہ نظر اپنائے جو اسباب کو چاک کر کے اصل قدرت کا مشاہدہ کروا سکے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو پھر اس کی نظر میں اسباب بے حقیقت ہو جائیں گے۔

یاد رکھو کہ ہر خیر و شر اللہ عزوجل کی جانب سے ہی ہے اور اسباب محض خیالی چیزیں ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر کچھ عرصہ غفلت کا گزرے اور غیب پر ایمان کے فضائل حاصل ہو سکیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے جب عطا ہوتی ہے تو قابلیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ غیب پر ایمان رکھنا لازم ہے اور انسان کو یقین ہونا چاہئے کہ ہر شے منجانب اللہ ہے اور کسی بھی امر کا وقوع پذیر ہونا اس کی منشاء پر مبنی ہے۔ خیر اور شر اللہ عزوجل کا مالک بھی اللہ عزوجل ہے۔

حدیث حب وطن کا بیان

حدیث حب وطن میں وارد وطن سے مراد آخرت ہے نہ کہ دنیا۔ دنیا کا مطلب وطن جان کر دھوکہ ہرگز نہ کھانا۔ ہر دعا کا ایک محل ہے اس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا۔ اسی طرح حب وطن کو غلط مقام پر استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

بزرگانِ دین وضو کرتے وقت ہر عضو کو دھوتے ہیں اور خاص دعا پڑھتے ہیں۔ جب وہ ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں جنت کی خوشبو سونگھا دے۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اور اسی طرح جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے۔ پاخانہ سے نکلتے وقت دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! نجاست ظاہر کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا اور باطنی نجاست صرف تو ہی پاک کر سکتا ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی ہی قدرت سے ممکن ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔

انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاست ظاہری سے پاکی حاصل کرے۔ نجاست ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے۔ ایک آدمی نے استنجے کے قت وہ دعا پڑھی جو ناک میں پانی ڈالتے وقت کی ہے۔

جس طرح یہ دعا بے محل ہے اسی طرح یہ بات بھی بے محل ہے کہ انسان احمقوں کی مانند ان کے سامنے تواضع برتے اور اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندوں سے بغض رکھے۔

یاد رکھو کہ انسان کی الٹی چالیں اس کی رفعت اور بلندی کی مانند ہیں۔ پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے اور پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو محسوس نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح وطن کی محبت درست ہے مگر پہلے وطن کی پہچان ضروری ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حدیث حب وطن کی تفسیر بیان کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کسی بھی حدیث کو اس کے صحیح مفہوم اور صحیح مقام پر بیان کرنا چاہیے اور کسی بھی حدیث کو بیان کرنے سے قبل اس کے سیاق وسباق اور مفہوم پر غور کرنا لازم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا دسترخوان

اس کائنات سے یہ حقیقت بیان کرنا مقصود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے حکم سے آگ، پانی کا کام کرتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کے گھر ایک شخص مہمان بن کر آیا۔ اس شخص کا بیان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا دسترخوان چکنائی وغیرہ کی وجہ سے میلا ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ اس دسترخوان کو تنور میں ڈال دو۔ میں حیران ہوا اور اس دسترخوان کے جلنے کا منتظر تھا۔ کچھ دیر بعد اس دسترخوان کو تنور سے نکالا گیا تو اس کی میل کچیل سب ختم ہو چکی تھی اور وہ نکھر چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جب اس بارے میں دریافت کیا گیا کہ یہ دسترخوان تنور میں کیوں نہیں جلا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان سے اپنے ہاتھ اور منہ پونچھا تھا اس کے بعد سے اس پر آگ اثر نہیں کرتی۔

پس اے نیک شخص! اگر ایک بے جان کو نبی کا قرب حاصل ہونے پر یہ فضیلت حاصل ہو گئی تو عاشق کو کیا کچھ نہیں ملے گا؟

اگر کعبے کو اینٹ اور پتھر کا ہونے کی وجہ سے ایسا مقام مل گیا تو انسان کو اس سے زیادہ شرافت عطا ہو سکتی ہے۔

اس مہمان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی لونڈی سے پوچھا کہ وہ تو اس حقیقت سے واقف تھے تو نے بغیر سوچے سمجھے اسے آگ میں کیوں ڈال دیا؟

اس لونڈی نے جواب دیا کہ میں نے یہ سمجھ کر اسے آگ میں ڈال دیا کہ آپ

رضی اللہ عنہ غلط حکم نہیں دے سکتے۔ میں اللہ عزوجل کے نیک بندوں سے امید رکھتی ہوں پھر یہ کپڑا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر آپ رضی اللہ عنہ مجھے حکم دیں کہ میں آگ میں کود جاؤں تو میں کامل یقین کے ساتھ اس آگ میں کود جاؤں گی۔

پس اے دوست! مردوں کا اعتقاد اس خادمہ سے کم نہیں ہونا چاہئے کہ مرد کا دل اگر اس خادمہ سے کم درجے پر ہے تو وہ دل نہیں ہے بلکہ اس کا پیٹ ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی علیہ رحمۃ اللہ اس حکایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دسترخوان کا بیان فرما رہے ہیں جو اس وجہ سے آگ میں ڈالنے سے نہیں جلتا تھا کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہاتھ پونچھے تھے۔ اگر دسترخوان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے آگ نہیں جلا سکتی تو پھر ان مومنوں کو آگ کیسے جلائے گی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔

حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ
موت کو ابدی زندگی سمجھتے تھے

حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا تھے جنگ کے زمانے میں ہمیشہ بغیر زرہ کے جنگ میں شامل ہوتے حالانکہ جوانی کے زمانہ میں وہ ہمیشہ زرہ پہن کر ہی میدانِ جنگ میں اترتے تھے۔

لوگوں نے عرض کی کہ اے حضور نبی کریم ﷺ کے چچا! آپ رضی اللہ عنہ اپنی جان کو ہلاکت میں کیوں ڈالتے ہیں؟ جب آپ رضی اللہ عنہ جوان تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ اپنی حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ تلوار یہ نہیں دیکھتی کہ اس کے مقابل جوان ہے یا بوڑھا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے۔

حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیضیاب ہونے سے قبل میں موت کو صرف موت ہی سمجھتا تھا مگر اب میں موت کو ابدی زندگی سمجھتا ہوں اور مجھے اخروی زندگی کے مقابلے میں یہ دنیاوی زندگی بالکل حقیر نظر آتی ہے۔ اب میں عالم غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ عزوجل کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کا شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے عالم غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔ جو شخص شہادت اور موت کو باعث ہلاکت سمجھتا ہو اس کے لئے لا تُلقُوا کا حکم ہے اور جو شخص شہادت اور موت کو اسرار غیبی کا کھلنا سمجھتا ہو اس کے لئے سَارِعُوا کا حکم ہے اور وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ تم جلدی کرو مغفرت کی اپنے رب کی جانب

ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ موت ایک نعمت کی جانب دعوت ہے ان لوگوں کے واسطے جو اسے اللہ عزوجل کی مہربانی سمجھتے ہیں۔

جو لوگ مصیبت کو موت سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ بلا ہی ہے۔جو موت کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح محبوب سمجھتا ہو وہ اس پر جان قربان کر دیتا ہے۔موت ہر انسان کے ساتھ وہی معاملہ روا رکھتی ہے جس کی وہ موت سے توقع رکھتا ہے۔جو اسے دوست سمجھتا ہے اس کے ساتھ دوستوں سا معاملہ روا رکھتی ہے۔جو اس کو دشمن سمجھتی ہے ان کے ساتھ دشمنوں کا معاملہ رکھتی ہے۔

موت کی مثال آئینہ کی سی ہے۔انسان جیسا خود ہے ویسا ہی اس کا آئینہ ہے۔اگر خود حسین ہے تو آئینہ بھی اس کے لئے حسین ہے اور اگر وہ خود کالا اور بھدا ہے تو آئینہ بھی کالا اور بھدا ہی ہوگا۔جو موت سے ڈرتا ہے تو دراصل وہ خود سے ہی ڈرتا ہے۔

اگر انسان خود بھیانک ہے تو اس کو موت بھی بھیانک نظر آئے گی۔موت کی اچھائی، برائی خود انسان کی اندرونی اچھائی اور برائی کی مانند ہے اور جو اچھائی یا برائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اس کی اپنی کاشت اور پرورش کردہ ہے۔

انسان کے افعال کی جزا اور سزا صورت کے اعتبار سے مشابہ نہیں ہوتی جیسے کام کی اجرت اور اس کا معاوضہ کبھی مشابہ نہیں ہوتے۔اگر انسان دنیا میں کسی برائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ ضرور کسی مظلوم کی بددعا کا اثر ہوتا ہے جس پر اس نے ظلم کیا ہوتا ہے۔اگر تم کہو کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں لگائی مجھے سزا تہمت کی صورت میں کیوں ملی تو یہ تمہاری بھول ہے کہ تم نے کوئی نہ کوئی دانا بویا تھا جس کا پھل تمہیں ملا حالانکہ دانے اور پھل میں کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔

انسان کے نطفہ سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی تو خدمتگار اور مددگار ہوتا ہے اور کبھی سانپ کی مانند موذی ہوتا ہے۔اگر انسان کا نطفہ سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے پر تم حیران کیوں ہوتے ہو؟

انسان کی عبادت کا ثمرہ جنت ہے اور جو نیک اعمال کرتا ہے وہ اس پرکار بندر ہے کہ وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہو گا اور انسان جو نیک عمل کرتا ہے وہ اسے درختوں کی صورت میں جنت میں ملیں گے۔

عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشق الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔ ان نہروں کے اسباب موجودہ ظاہری نہروں کے مشابہ نہیں ہیں۔ یہ سب چیزیں اور ان کے اسباب جس طرح اب بندوں کے اختیار میں ہیں جنت میں بھی ان کے اختیار میں ہوں گے۔ جس طرح دنیا کی اشیاء سے انسان جلتا ہے اسی طرح دوزخ کی آگ بھی جلائے گی۔

انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لئے زہر قاتل اور ان کے لئے بچھو اور سانپ کا کام کرتی ہیں وہی دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ انسان دنیا میں لوگوں کو دھوکہ دے کر پریشان کرتا ہے اسی طرح وہ دوزخ میں خود پریشان ہو گا۔

دوستوں سے جھوٹے وعدے کر کے ان کو انتظار کی تکلیف کے جھوٹے وعدے کر کے منتظر بناتا تھا اب خود انتظار کی تکلیف برداشت کرے گا۔ انسان اپنے غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔ دین کے نور کے متعلق حدیث میں وارد ہے کہ مومن جب پل صراط سے گزرے گا تو دوزخ کہے گی کہ اے مومن! تو مجھ پر جلدی سے گزر جا کہ تیرے نور سے میری آگ بجھی جا رہی ہے۔

اے کامل مرشد! تیرے نور دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا اور اگر کوئی شخص اپنی بردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہتا ہے تو وہ راکھ میں دفن ہو جائے گی اور کسی بھی وقت پر نمودار ہو جائے گی۔ دین کے نور کو غصے کی آگ کو بجھانے والا پانی سمجھو اور اگر وہ مل جائے تو پھر آگ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

پانی آگ بجھاتا ہے اس لئے وہ آگ پانی کی پیداوار کو جلاتی ہے تو آپ اپنے آپ کو اہل اللہ کے پاس لے جاؤ جو کہ پورے کے پورے نور میں غرق ہو چکے ہیں۔ یہ بات جان لو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر تو ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت دونوں

متضاد ہیں۔ اگر ایک پانی ہیں تو دوسرا تیل جو آگ کو بھڑکاتا ہے۔

حقیقی شیخ اور بناوٹی شیخ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ان کی مثال الہام اور وسوسہ کی سی ہے۔ الہام اور وسوسہ دونوں دل کے بازار میں آ کر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تاکہ انسان ان کی جانب متوجہ ہو جائے اس لئے کوئی بھی سودا کرتے وقت تین دن تک غور کر لیا کرو۔

حدیث کے الفاظ ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ میں کاروبار کرتا ہوں اور اکثر معاملات میں دھوکہ کھا جاتا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت کہہ دیا کرو کہ مجھے تین دن کا اختیار ہے اور کوئی بھی معاملہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا کرو۔

حدیث شریف میں ہے کہ توقف کرنا اللہ عزوجل کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔ کتے کو بھی لقمہ ڈالو تو وہ اسے کھانے سے پہلے سونگھتا ہے اسی طرح ہمیں بھی عقل کے ذریعے پہلے بات کو پرکھ لینا چاہئے۔

اللہ عزوجل کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ایک لمحہ میں سینکڑوں مکمل انسان پیدا کر سکتا ہے لیکن اس کا عمل بتدریج ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل کے عمل میں یہ آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ بھی اپنے کاموں میں اسے اختیار کریں گے۔ جس طرح عمل اور اس کے نتیجے میں کوئی مشابہت لازمی نہیں اسی طرح یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہو سکتے ہیں لیکن ان کے نتائج مختلف ہوتے ہیں۔ بہی اور سیب کا بیج صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن ان کا نتیجہ مختلف ہے۔

اسی طرح انسانوں کے جسم اور صورتیں ایک جیسی ہیں لیکن ان کے اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔ نیک اور بد کی موت تو بظاہر یکساں نظر آتی ہے لیکن اس موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا بیان فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہ زرہ پہن کر میدانِ جنگ میں اترتے تھے پھر اسلام قبول کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے زرہ پہننا چھوڑ دی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میں موت کو ابدی زندگی سمجھتا ہوں جبکہ پہلے ایسا کچھ معاملہ نہ تھا۔ نیز اس حکایت میں انسانوں کو تحمل اور بردباری کا درس دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی فعل کو انجام دینے سے قبل اس کے اچھے اور برے پہلوؤں پر غور کر لیا کریں۔ اللہ عزوجل نے انسان کی تخلیق کے لئے ایک عمل مقرر کیا ہے حالانکہ وہ چاہے تو ایک لمحہ میں کئی انسان پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ عزوجل کی جانب سے تخلیق میں یہ آہستگی بھی تحمل اور بردباری کا درس دیتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا پیٹو مہمان

کچھ مشرک مسجد نبوی ﷺ میں حضور نبی کریم ﷺ کے مہمان ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم دور سے آئے ہیں آپ ﷺ ہم پر مہربانی فرمائیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم انہیں تقسیم کر لو اور تم سب محبت سے بھرے ہوئے ہو۔

بادشاہ کی سیرت اس کے لشکریوں پر اثر کرتی ہے۔ بادشاہ کو دشمن پر غصہ ہوتا ہے اسی لئے اس کے لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ بادشاہ اپنے لشکر میں روح کی مانند ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ایک مشرک کو مہمان بنا لیا۔

ان مشرکین میں ایک بہت پیٹو تھا اور خوب موٹا تازہ تھا۔ وہ مسجد نبوی ﷺ میں ہی رہ گیا اور حضور نبی کریم ﷺ کا مہمان بنا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے پاس سات بکریاں تھیں وہ مشرک مہمان ان بکریوں کا دودھ اور جو کچھ اس وقت گھر میں کھانے کو موجود تھا سب کھا پی گیا۔ گھر والوں کو بھوکا رہنا پڑا۔ سوتے وقت وہ مہمان جب حجرے میں آرام کرنے گیا تو لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔

آدھی رات کے وقت اس کے پیٹ میں گڑبڑ شروع ہوئی۔ وہ دروازے کی جانب بھاگا مگر دروازہ اس سے نہ کھلا۔ اس نے قضائے حاجت کو روکنے کی یہ تدبیر کی کہ وہ سو گیا۔ اس کا باطن چونکہ ویران تھا اس لئے اس نے خواب میں ایک ویرانہ دیکھا اور اسے

پاخانے سے بھر دیا۔ اس کے دل میں اس نازیبا حرکت سے بہت پریشانی پیدا ہوئی اور کہنے لگا کہ میرا جاگنا سونے سے بہتر ہے کہ میں نے جاگنے سے زیادہ کھالیا اور سوتے میں بستر پر پاخانہ کر دیا اور مشرکین بروزِ محشر اسی طرح واویلا کریں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو جب اس مشرک مہمان کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے حجرے کا دروازہ پھر بھی نہ کھولا تا کہ اس کو شرمندگی ہو اور یہی شرمندگی اس کے ایمان لانے کا باعث بنے۔

پھر حضور نبی کریم ﷺ خود ہی دروازہ کھول کر چھپ گئے تا کہ اس کو مزید شرمندگی کا احساس نہ ہو یا پھر اللہ عزوجل نے انہیں اپنے دامن میں چھپا لیا۔ اللہ عزوجل نگاہوں پر کبھی اس طرح پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو میں موجود دشمن کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو احوال کا علم ہو چکا تھا لیکن اللہ عزوجل کی حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ دروازہ نہ کھولیں۔ رات میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اس مشرک کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اس میں اس کے لئے ایک بھلائی پوشیدہ تھی۔ جب اس مشرک نے دروازہ کھلا ہوا دیکھا تو وہاں سے چپکے سے بھاگ نکلا۔ اس کے لئے مناسب تو یہی تھا کہ وہ اس پاخانے کو خود دھوتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے ایک سادہ لوح صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بستر دکھایا اور کہا کہ آپ ﷺ کے مہمان نے یہ کیا کیا ہے؟

حضور نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ پانی کا لوٹا لے آؤ تا کہ میں اسے دھو دوں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کام ہم کرتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ ان کے دل و جگر تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہماری زندگی کا مقصد صرف آپ ﷺ کی خدمت ہے اور اگر ہم یہ خدمت نہیں کر سکتے تو ہماری زندگی بیکار ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ان باتوں کا یقین ہے لیکن یہ کام میں اپنے

ہاتھوں سے خود کروں گا کہ اس میں کچھ حکمت پوشیدہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اس بستر کو اللہ عزوجل کے فرمان کے مطابق دھو رہے تھے۔ وہ مشرک مہمان جلدی میں اپنی مورتی وہیں بھول گیا تھا اور اگرچہ وہ اپنی اس حرکت پر بے حد شرمندہ تھا مگر اس مورتی کی حرص نے اسے واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ واپس آیا اور اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں سے اس کی نجاست دھو رہے ہیں۔

بیعت رضوان کے موقع پر اللہ عزوجل نے وحی فرمائی تھی کہ اللہ عزوجل کا ہاتھ ان لوگوں کے ہاتھ کے اوپر ہے تو گویا اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا تھا۔ وہ مشرک مہمان یہ منظر دیکھ کر متاثر ہوا اور اپنی مورتی کو بھول گیا۔ وہ دیوانہ وار اپنا سر دیواروں کو مارنے لگا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو اس کی اس حالت پر ترس آ گیا۔ وہ نعرے مارتا اور کہتا تھا کہ ان کی مخالفت سے بچو۔ وہ مشرک کہنے لگا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات مجموعہ عالم ہے اور اللہ عزوجل کے حکم کے تابع ہے جبکہ میں ایک ادنیٰ عاجز ہو کر ظالم اور سرکش بنا ہوا ہوں۔ اس لئے اس نے اپنا منہ آسمان کی جانب کیا اور کہا کہ میرا منہ اس لائق نہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے جا سکوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی اس بے قراری کو دیکھتے ہوئے اسے سینہ سے لگایا اور اسے حوصلہ دیا اور اسے نورِ ایمان عطا فرما دیا۔ جب تک ابر روتا نہیں چمن کب مسکراتا ہے؟ بچہ روتا ہے تو ماں کے اندر دودھ جوش مارتا ہے۔ کیا تم جانتے نہیں کہ وہ جس نے ماؤں کو دودھ دیا ہے وہ بھی بغیر روئے عطا نہیں کرتا؟

قرآن مجید میں ہے کہ وہ بہت روئیں اور اللہ عزوجل کی رحمت بغیر گریہ کے متوجہ نہیں ہوتی۔ اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہو تو اجسام کی نشوونما ممکن نہ تھی۔ انسان کو بھی اپنی روح کی نشوونما کے لئے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ اس طرح جسم کو گھٹاؤ اور روح کو بڑھاؤ۔ •

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ عزوجل کو قرضِ حسنہ دو۔ یہاں قرض کے معنی اللہ عزوجل کی راہ میں اپنے بدن کو گھٹانا ہے۔ جسمانی خوراک کے لالچی نہ بنو تا کہ تم جنت کی سیر کرسکو۔ جسم فضلات سے خالی ہوگا تو اسرار وانوار سے پر ہوگا۔ جسم کی ناپاکی دور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ بے شک اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں پاک صاف کردے۔ شیطان مختلف دنیاوی مشاغل کے فائدے اور مزے سمجھا کر ان کی جانب متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم کمزور ہو جاؤ گے فلاں چیز کھالو گے تو درد وغم سے نجات مل جائے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی تھیں۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور حرام کی جانب لے جاتا ہے۔ شیطان شبہات اور وسواس کے ذریعے صحیح راستہ کی جانب چلنے سے روک دیتا ہے۔ شیطان اپنے اوچھے ہتھکنڈوں سے بڑے بڑے علماء کو مذاق بنوا دیتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرک مہمان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابلیس اپنے اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے انسان کو ذلیل و رسوا کرنے کے درپے ہے۔ ابلیس انسان کے کان پکڑ کر اسے حرص اور حرام کی جانب لے جاتا ہے اور شکوک وشبہات کے ذریعے اسے سیدھے راستہ پر چلنے سے روکتا ہے۔

شیطان سے دلیلوں سے نہیں جیتا جا سکتا

شیطان کی فطرت میں جلاڈالنا وہ چوروں کا استاد ہے۔ معرفت کی باتیں شیطان پھنسانے کے لئے کرتا ہے۔ قومِ نوح علیہ السلام' قومِ عاد علیہ السلام' نمرود' ابولہب' بلعم باعور وغیرہ کو اسی نے تباہ کیا۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اپنی جانب سے کوئی منہ کالا نہیں کیا۔ میں تو نیک اور بد دونوں کو ظاہر کر دیتا ہوں اور میں خدا نہیں کہ نیک و بد بناؤں میں تو کڑوے خشک درخت کو کاٹ دیتا ہوں۔ چونکہ دل کا خشک ہونا ہی جرم ہے اور وہ آبِ حیات کو جذب کرنے والا نہیں ہوتا اس لئے خشک ہو جاتا ہے۔ کڑوی شاخ کو اچھے کے ساتھ پیوند کر کے وصل دی تو اس کے وجود میں اثر کر کے اصلاح ہو جاتی ہے۔ اس لئے شاید حق سے پیوست ہو کر میری اصلاح ہو جائے۔ شیطان سے دلیلوں سے نہیں جیتا جا سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام اسماء کا علم ہوتے ہوئے بھی بہک گئے اور تمام مکاری نفس کی گمراہی میں پنہاں ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ شیطان سے دلیلوں سے نہیں جیتا جا سکتا اور شیطان معرفت کی باتیں پھنسانے کے لئے کرتا ہے۔ تمام برائیوں کی جڑ نفس کی مکاری ہے اگر نفس کی اصلاح کر لی جائے اور نفسانی خواہشات پر قابو پا لیا جائے تو یقیناً انسان اعلیٰ وارفع مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے۔

پیر کامل کی صحبت کے بغیر تم نفسانی خواہشات کو پامال ہرگز نہیں کر سکتے

اگرچہ تیرا جسم نازک اور لاغر ہے لیکن پھر بھی تمہارے بغیر دنیا کا کام نہیں نکلتا۔ آغاز کا تیرے ہاتھ میں اور تیری منشاء کے مطابق ہے۔ کامل پیر چونکہ احوال سے واقف ہے اس لئے اس کا دامن تھام لوتا کہ حقیقی منزل کو پا سکو۔

میں نے ایک جواں بخت کو پیر کہا ہے کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی جانب سے پیر ہے نہ کہ عمر کی وجہ سے۔ وہ ایسا پیر ہے جس کی ابتداء نہیں جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی تمہارا نبی تھا جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنا تھا۔ پیری در حقیقت پیغمبری کا پرتو ہوتی ہے اور پیر کا بڑھاپا اس کی کمزوری کی دلیل نہیں ہوتا۔ پرانی شراب زیادہ قوی ہوتی ہے۔ پیر کا توسل اختیار کرو کیونکہ یہ راہ پیر کے بغیر آفت اور پر خطر ہے۔ تو راستہ تو بارہا چل چکا ہے اس کے لئے بھی کسی رہنما کی ضرورت ہوتی ہے اور جس راستے کو تو نے دیکھا ہی نہیں خبردار اس پر تنہا ہرگز نہ چلنا۔

جو شخص بغیر پیر کے راستہ چلا وہ شیطان کی وجہ سے گمراہ ہوا اگرچہ پیر نہ ہو تو شیطانی وساوس تجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ شیطان تجھے گمراہ کر کے پریشانی میں جلا کر دے گا۔ تجھ سے زیادہ ہوشیار اور چالاک اس راستہ میں گمراہ ہو گئے۔ ان کی گمراہی قرآن مجید سے سنو کہ شیطان لوگوں کو سیدھی راہ سے بھٹکا کر لاکھوں سال کی مسافت پر لے گیا۔ ان ہلاک شدگان سے عبرت حاصل کر وادران کے راستہ پر ہرگز نہ چلو۔ اپنے گدھے (نفس) کی گردن

پکڑلواور اسے راستہ کی جانب کھینچ لواور راستہ جاننے والوں کی جانب آؤ۔

خبردار اس گدھے کو نہ چھوڑو کیونکہ یہ سبزے کا عاشق ہے اگر تو نے اسے تھوڑی سی بھی ڈھیل دی تو یہ فوراً سبزے کی جانب بھاگے گا۔ سبزے کا عاشق گدھا راستے کا دشمن ہوتا ہے۔ اگر تمہیں راستہ سے کوئی واقف نہیں تو جو یہ گدھا چاہتا ہے اس کے خلاف کرو کہ وہی سیدھا راستہ ہے۔ عورتوں سے مشورہ کرو لیکن اس مشورہ کے الٹ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ نفسانی خواہشات اور آرزوؤں سے دوستی ہرگز نہ کرو کیونکہ یہ تجھے اللہ عزوجل کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہیں۔ پیر کامل کی صحبت کے بغیر تم نفسانی خواہشات کو پامال ہرگز نہیں کر سکتے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ نفسانی خواہشات انسان کو گمراہی میں مبتلا کر دیتی ہیں اور پیر کامل کی صحبت کے بغیر تم نفسانی خواہشات کو پامال ہرگز نہیں کر سکتے۔ اگرچہ تم عورتوں سے مشورہ ضرور کرو مگر اس مشورہ کے الٹ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ تمہارا نفس گدھے کی مانند ہے جو سبزے کا عاشق ہے پس اسے سبزے سے دور رکھو اور اس گدھے کو اپنے قابو میں رکھو اور اپنے سے پہلی اقوام کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرو تاکہ عبرت حاصل کر سکو۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو نصیحت

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو نصیحت کی کہ اللہ عزوجل کی عطا کو قبول کرو۔ غور کرو کہ "میں" میں نہیں۔ میں اپنی جان کے اعتبار سے مردہ ہوں لیکن محبوب کے ذریعے زندہ ہوں۔ مجھے موت نہیں کیونکہ میں بشری حواس کے اعتبار سے مردہ ہوں اور اللہ عزوجل میرا کان اور احساس اور بینائی بن گیا ہے۔ چونکہ میں نہیں ہوں تو یہ کلام اس کی جانب سے ہے اس کے مقابلے میں جو بات کرے گا وہ کافر ہوگا۔ لومڑی کی اس صورت میں شیر ذاتِ خدا ہے اسی لئے لومڑی کے مقابلے میں دلیر نہ ہو۔

اگر حضرت نوح علیہ السلام کی مدد اللہ عزوجل کی جانب سے نہ ہوتی تو طوفان دنیا کو کس طرح درہم برہم کرسکتا تھا؟ وہ "ما" و "من" سے گزر کر آگ کی مانند تھے اور دنیا کھلیان کی مانند۔ جو شخص اس چھپے ہوئے شیر کے سامنے بھیڑیئے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولے گا شیر اسے چیر پھاڑ دے گا۔ کاش! زخم جسم پر لگتا کہ دل اور ایمان تو سلامت رہتے۔ اب میں اصل راز کو ظاہر نہیں کرسکتا ہاں مگر اشارہ کرسکتا ہوں کہ شاید تم جان لو۔ اس لومڑی کی طرح تم کھاؤ۔

اللہ عزوجل کے سامنے بہانے سے کام نہ لو وہ ملک کا مالک ہے یہ سلطنت اس کے حوالے کردو۔ سیدھے راستہ پر فقیر بن کر آ جاؤ تو شیر بھی اور اس کا شکار بھی تمہارا مال ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں' جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے وہ اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

اللہ عزوجل کو کوئی لالچ نہیں دنیا کی ہر شے مخلوق کے لئے ہے۔ ملک اور دولت

اللہ عزوجل کے کس کام کی ہیں؟

اللہ عزوجل کے سامنے دل کی حفاظت رکھو اور وہ رازِ فکر اور طلب کو اسی طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح دودھ میں بال نظر آ جاتا ہے۔ جو شخص بے نقش اور صاف سینہ رکھتا ہو گا وہ غیب کے نقش کا آئینہ ہوتا ہے۔

مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے۔ پس تو بھی مومن ہے اور وہ بھی مومن ہے تو اس کا آئینہ بن جا۔ دونوں مومن ہیں مگر دونوں میں فرق بے شمار ہے۔ جب وہ ہمارے اعمال کو کسوٹی پر پرکھتا ہے تو یقین کو شک سے جدا کر دیتا ہے۔ مومن کامل کے قلب پر دوسرے مومنوں کا عکس نظر آتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو کی گئی نصیحت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ وہ اللہ عزوجل کی عطا کو قبول کر لیں اور اللہ عزوجل ہر شے سے بے نیاز ہے۔ جب ہم اپنے تمام معاملات اللہ عزوجل کے سپرد کر دیں گے تو پھر ہماری ظاہری حیثیت ختم ہو جائے گی اور پھر تم دنیاوی اعتبار سے مردہ مگر اخروی اعتبار سے زندہ ہو گے۔

بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا اور عقل منداس کا انکار کبھی نہیں کرے گا

عالم آخرت کے منکر دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر عالم آخرت ہے تو میں اس کو دیکھ سکتا لیکن کسی کے دیکھنے یا نہ دیکھنے سے اس چیز کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟

بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا اور عقل منداس کا انکار کبھی نہیں کرے گا۔ اگر کوئی صاحب عقل عشق کے احوال کو نہیں سمجھ سکتا تو اس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی زوال نہیں آ سکتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ان کے بھائیوں کو نظر نہ آیا مگر ان کے حسن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابتداء میں عصا کی حقیقت سے آگاہ نہ تھے مگر اس کا وجود تھا اسی لئے قبطی نے اسے دیکھ لیا۔

باطنی اور ظاہری آنکھ میں اختلاف ہے۔ باطنی آنکھ نے دلیل پیش کی اور حقیقت واضح ہو گئی۔ ایک ہی شے ایک انسان کے لئے خیالی اور دوسرے انسان کے لئے یقینی ہے۔ جو شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اور اس کی اسرار کی باتیں سنانا بے کار خیال کرے تو نورِ باطن ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے آزاد ہوتے ہیں اور سورۃ الکافرون میں کافروں سے کہہ دیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں جو ظاہر نظر آتا ہے لازمی نہیں کہ وہ باطن میں بھی ایسا ہی ہو۔ یہ ہماری نظر کا دھوکہ بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو ان کے بھائیوں نے پسند نہیں کیا تو پھر ان کے حسن کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا مگر آپ علیہ السلام ابتداء میں اس کی حقیقت سے آشنا نہ تھے۔ ظاہر اور باطن میں اختلاف ہے اور بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا اور عقل منداس کا انکار کبھی نہیں کرے گا۔

لوگوں کے لئے ان کی نظر بد بھی عشق سے مانع بنی ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین (رحمۃ اللہ علیہ)! مثنوی کو کشادہ میدان عطا کر دیجئے۔ دنیا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خضر علیہ السلام کی مانند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پریشان لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور بے کسوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔ لوگوں کی نظر بد کی وجہ سے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولی احوال کا بیان نہیں کرتا۔ لوگوں کے لئے ان کی نظر بد بھی عشق سے مانع بنی ہے اور حضرت ابوطالب لوگوں کے طعنوں کی وجہ سے ایمان نہ لائے کہ کہیں لوگ کہیں کہ انہوں نے سرداری کو خاک میں ملا دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! چپکے سے کلمہ پڑھ لیں مجھے آپ کی سفارش کا حق حاصل ہو جائے گا۔ حضرت ابوطالب نے کہا کہ راز راز نہیں رہے گا اور مشہور ہو جائے گا، میں عربوں کی زبان میں ہمیشہ کے لئے بدنام ہو جاؤں گا۔ اگر ان کے دل پر ازلی مہربانی ہوتی تو یقیناً وہ حق کے جذبے کے سامنے یوں بے دلی کا مظاہرہ نہ کرتے۔ اختیار کے دوراہے سے صرف انسان کو ہی پریشانی لاحق نہیں بلکہ اہل آسمان بھی پریشان ہیں۔

دوراہے سے بہتر ہے کہ اللہ عزوجل صراط مستقیم کا ایک راستہ عطا فرمائے۔ اگرچہ عاصی اور مطیع دونوں اسماء الٰہی کا مظہر ہیں لیکن تشریعاً مطلوب اطاعت ہے۔ معصیت کا تعلق قہر سے ہے اور اطاعت کا مہر سے لہٰذا دونوں یکساں نہیں ہیں۔

قرآن مجید میں جو امانت آسمانوں اور زمینوں نے لینے سے انکار کر دیا وہ بھی

اختیار کا دوراہا تھا کیونکہ اس سے انسان خوف اور بھلائی کی باہمی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تردد کی حالت میں اللہ عزوجل اپنا رحم فرمائے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنے مرشد کامل حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کر رہے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے لئے حضرت خضر علیہ السلام کی مانند ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا کریں کہ میری مثنوی لوگوں کے لئے کشادگی کا باعث بن جائے۔ لوگوں کے لئے ان کی نظر بد بھی عشق سے مانع بنی ہے اور حضرت ابوطالب لوگوں کے طعنوں کے خوف کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ دوراہے کی بدولت ہی انسان خوف اور بھلائی کی کشمکش میں مبتلا ہے اور اس دوراہے سے بہتر ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں صراطِ مستقیم کا سیدھا راستہ عطا فرمائے۔

اللہ راستہ نہ دے تو جان کا بچنا محال ہے

ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے ابلیس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور وہ خود پسند بن گئے۔ انہوں نے ابلیس کے فعل کا خوب مذاق اڑایا۔

غیرتِ حق نے پکارا اے آدم علیہ السلام! تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں اگر میں باطن کو ظاہر کر دوں تو پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں۔ اگر سینکڑوں آدمیوں کی پردہ داری کروں تو سینکڑوں شیطان نومسلم ہو جائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے اس نظر سے توبہ کی اور پھر ایسا خیال کبھی دل میں نہیں لاؤں گا۔

اے اللہ! اس بندہ کو معاف کر دے اور اس پر میری گرفت نہ کر۔

اے فریادیوں کی فریاد سننے والے! ہم کو ہدایت عطا فرما۔

علوم اور مال داری میں کوئی فخر نہیں تو نے جس دل پر نظر کرم کی اور اسے ہدایت عطا فرمائی اسے کج نہ کر اور بری تقدیر کو ہم سے ٹال دے۔ ہمیں اہل اللہ سے جدا نہ کرنا۔ تیری جدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں اور تیری پناہ کے بغیر کسی کی پناہ نہیں ہے۔

ہمارا سامان، ہمارا جسم، ہمارے ہاتھ پاؤں سب ہمارے دشمن ہیں کہ ہمیں برے کاموں کی جانب مائل کرتے ہیں اور تیری امان کے بغیر کوئی نہیں بچ سکتا اور نہ ہی ان خطروں سے جان محفوظ رہ سکتی ہے جب تک جانِ محبوب سے وصال نہ ہو جائے۔

اے اللہ! تو راستہ نہ دے تو جان کا بچنا محال ہے اور وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو درحقیقت مردہ ہے۔ اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے تو درست ہے کیونکہ تو مالک ہے اور اس

کائنات کا ہر ذرہ اور بڑی سے بڑی شے تیرے سامنے حقیر ہے۔

یہ بات اس لئے بھی صحیح ہے کہ تو ہی ان کو مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت رکھتا ہے۔ تو ہی عدم اور نیستی سے پاک ہے اور معدوم کو موجود کرنے والا ہے۔

ہر خزاں میں باغ اجڑ جاتا ہے اور پھر تو کہتا ہے کہ باہر آ اور تروتازہ ہو جا اور خوبصورت بن جا۔ ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اس لئے ماسوائے قانع ہونے کے کچھ نہیں کر سکتے۔

ہم نے شیطان سے رہائی پائی تو صرف تیری مہربانی سے اور اگر تو نہ چاہتا تو ہم بھی شیطان ہوتے۔ تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ وہ اچھا ہے یا برا' جلانے والا اور مجسم آگ ہے۔ تیرے سوا ہر شے باطل ہے اور تیرا ہی فضل رحمت کی بارش برسانے والا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی علیہ الرحمۃ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ ہر امور اللہ عزوجل کی جانب سے وقوع پذیر ہیں اور اس کی منشاء کے بغیر کوئی بھی امور وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ اللہ راستہ نہ دے تو جان کا بچنا محال ہے۔ اگر ہم نے برے اعمال سے رہائی پائی تو یہ بھی اسی کا کرم ہے اور اس کے سوا ہر شے باطل ہے۔

شیطانی وسوسہ

اللہ عزوجل نے پہلی اقوام کے دنیا سے عشق اور ہوس کا ذکر کیا ہے اور نصیحت کرنے والے کے ساتھ ان کے سلوک کا بھی ذکر بیان کیا ہے۔ ان کے برے احوال وافعال ہمارے سامنے بیان کر دیئے گئے تاکہ ان سے عبرت حاصل ہو پھر ان سے عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے۔ اگر کوئی بزرگ لوگوں کی برائی پر برداشت کا مظاہرہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عاجز ہے کسی کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟

اگر غصہ کرے تو انہیں مغرور کہا جاتا ہے۔ تو ان سے منافقت کیوں برتتا ہے؟ دین پر عمل پیرانہ ہونے کی وجہ بال بچوں کے ساتھ مصروفیت بتاتا ہے اور بغیر کسی عمل کے بزرگوں سے باطنی توجہ کا طلبگار رہتا ہے تاکہ ولی بن جائے۔ تیری یہ سب مجبوریاں اللہ عزوجل کی راہ اور اس کے دین کے لئے ہی کیوں ہیں شیطان اور کھانے کمانے کے معاملات ایسے کیوں نہیں ہیں؟

تو دنیا کے لئے بھاگتا ہے اور دین کے معاملے میں بے عمل صابر بن بیٹھتا ہے۔ دنیا کے کاموں کو تو دلجمعی سے کرتا ہے اور تیری یہ دلجمعی درحقیقت اللہ عزوجل سے بے نیازی کی وجہ سے ہے۔ بے عمل کا بغیر جستجو کئے یہ کہنا کہ اللہ عزوجل غفور الرحیم ہے بخش دے گا اصل میں شیطانی وسوسہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے معبود کی تلاش میں فرمایا کہ میں دونوں جہانوں میں جب تک اپنے رب کو پہچان نہ لوں گا کسی کی جانب نگاہ نہیں دوڑاؤں گا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ حالت ہے تو حیرانگی ہے ان لوگوں پر جو اللہ عزوجل کی ذات وصفات کو

پہچانے بغیر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی معرفت کی پہچان کے بغیر کھانا پینا تو جانوروں کا کام ہے۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے چوپائے انہیں کہا ہے جنہوں نے معرفت کے حصول کے بغیر اپنی زندگی بسر کی۔ اگرچہ وہ کتنے ہی قابل اور ہوشیار کیوں نہ ہوں انہوں نے دنیاوی زندگی فضولیات میں بسر کی اور آخرت کا کچھ انتظام نہ کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ اللہ عزوجل غفور ورحیم ہے بخش دے گا درحقیقت تمہارے نفس کا دھوکہ ہے۔ اگر تم رب پر ایمان رکھتے تو اس غم میں نہ مرتے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں گذشتہ اقوام کے عشق اور ہوس کو بیان کیا ہے اور یہ ہماری نصیحت کے لئے ہے تا کہ ہم ان کے واقعات سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ عزوجل کی معرفت جب تک حاصل نہ ہو اس وقت تک کھانا پینا جانوروں کا کام ہے۔ یہ ہمارے نفس کا دھوکہ ہے کہ ہم گناہوں میں مبتلا ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل غفور الرحیم ہے وہ ہمیں بخش دے گا حالانکہ ہمیں اپنے ان گناہوں پر نادم ہونا چاہیے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ کرنی چاہیے پھر اس کی رحمت سے بعید نہیں کہ وہ ہمیں بخش دے۔

حب جاہ میں مبتلا انسان کی دوستی ناپائیدار ہے

مور کا حب جاہ میں مبتلا ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مارنے کی حکمت

مور میں حب جاہ کا جذبہ مشہور ہے۔ حب جاہ میں انسان اکثر نفاق سے کام لیتا ہے۔ وہ انسانوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے۔ حب جاہ میں مبتلا انسان کی دوستی ناپائیدار ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ حاصل کرنے کے بعد دوستی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔ حب جاہ میں مبتلا انسان لغو باتوں میں اپنی زندگی برباد کر دیتا ہے۔ وہ ساری عمر دوسروں کو شکار بناتا رہتا ہے لیکن جب موت آتی ہے تو پھر وہ محرومی کا شکار ہوتا ہے۔

وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکار کرنے کی بجائے خود شکار بن جاتا ہے۔ عوام کو پھانسنا سور کا شکار ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اسے کھانا حرام ہے۔ شکار تم اس وقت کر سکو گے جب تک خود اس کے شکار ہو جاؤ گے۔ عشق کا نعرہ ہے کہ شکاری بننے سے بہتر ہے کہ تم خود شکار بن جاؤ۔ عشق کے اس معاملے میں خود کو بے عقل بنا لو اور سورج بننے کی بجائے ذرہ بن جاؤ یعنی خانماں برباد بن کر میرے در پر آن پڑو۔ جب یہ کیفیت ہوگی تو حقیقی لذت حاصل ہوگی اور پھر انسان غلامی میں بھی شاہی کرنے لگے گا۔

دنیا کے کام الٹے ہیں جو لوگ دنیا کے قیدی ہیں انہیں شاہ کہا جاتا ہے اور جو حقیقت میں شاہ ہیں انہیں فقیر اور گدا کہا جاتا ہے۔

اے مور! تو اپنے پروں پر نظر نہ دوڑا بلکہ اپنے پاؤں کو دیکھ جو بھدے ہیں۔

انسان کو اپنے عیوب پر نظر دوڑانی چاہیے ورنہ اس کی نیکیوں کو نظر بد لگ جاتی ہے۔ نظر بد کی تاثیر بہت بری ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اور قریب ہے کہ کافر لوگ تمہیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔

حضور نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ جا رہے تھے کہ پھسل گئے حالانکہ اس وقت بارش نہ ہوئی تھی اور نہ ہی کیچڑ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے اس پھسلنے پر حیران تھے پھر انہیں اپنے پھسلنے کی وجہ بذریعہ وحی معلوم ہوئی کہ کسی کافر کی نظر بد اتنی سخت تھی کہ آپ ﷺ صرف پھسلے وگرنہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً ہلاک ہو جاتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو جبکہ حضور نبی کریم ﷺ جیسے پہاڑ پر بھی نظر بد کا اثر ہو گیا تو اپنی گھاس جیسی حقیقت سے نظریں نہ چراؤ اور اس کی تاثیر جان لو۔ حضور نبی کریم ﷺ کو لوگوں نے بتایا کہ اس وادی کے لوگ اپنی نظر بد کے ذریعے لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں مور کے حب جاہ میں مبتلا ہونے کا بیان فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حب جاہ میں مبتلا شخص صرف اپنا نفع دیکھتا ہے اور اس کی دوستی بھی اپنے ذاتی نفع کے لئے ہوتی ہے۔ نیز نظر بد ایک حقیقت ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے کہ قرآن مجید میں اس کے متعلق بیان آیا ہے۔

جس سے اللہ عزوجل ناراض ہوتا ہے اسے کبھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی

ایک شخص رات کے وقت اللہ اللہ کرتا تھا اور اس ذکر سے خوب لطف اٹھاتا تھا۔ ابلیس نے اس سے کہا کہ تم بت کی مانند کب تک ایسے کرتے رہو گے؟ اللہ عزوجل کی جانب سے تو کبھی لبیک کا جواب بھی نہیں آیا۔

وہ شخص دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا۔ خواب میں اسے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تو نے اللہ عزوجل کا ذکر کیوں چھوڑ دیا؟

اس شخص نے جواب دیا کہ مجھے جواب میں لبیک کی آواز نہیں آئی۔ مجھے خطرہ ہے کہ میں بارگاہِ الٰہی میں مردود ہو گیا ہوں کیونکہ میرے ذکر کا جواب نہیں آتا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سادہ لوح! تیری عاجزی اور دردسوزی تمہاری جانب اس کا قاصد ہے۔ کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ عزوجل کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا ہی کرم ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگا دے۔ اللہ عزوجل کا عشق اس کی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے۔ دعا کرنے والا ایک مرتبہ یارب کہتا ہے تو اللہ عزوجل کی جانب سے کئی بار لبیک کہنا بن جاتا ہے۔ جس سے اللہ عزوجل ناراض ہوتا ہے اسے کبھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ اللہ عزوجل اسے در در سے بھی محروم رکھتا ہے اور نہ ہی وہ دعا کا سبب بن جاتا ہے۔ جو بیماری اللہ عزوجل کی جانب رجوع کرائے وہ اللہ عزوجل کی رحمت ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے

تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کی عاجزی کو سنے۔ درد اور زاری کے ساتھ دعا عشق کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ گھٹ گھٹ کر رونا ابتدائی حالت میں ہوتا ہے۔ جب انسان درد اور رونے کی حالت میں ''اے مددگار'' ''اے معین'' پکارتا ہے تو آواز صاف ہو جاتی ہے اور اسی میں انتہائی غم کی کیفیت ہوتی ہے۔ جب جذبہ الٰہی طاری ہوتا ہے تب انسان درد کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ اصحابِ کہف کا کتا ان اصحاب کے فیضِ محبت سے برابر مئے وحدت پی رہا ہے۔

اے بھائی! ایسے کئی معمولی لباس والے ہوتے ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا۔ تمہارے لئے لازم ہے کہ جامِ محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ اپنی جان دے دے۔ ایک مجاہد جنگ کی سختیوں پر صبر سے کام لیتا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے۔ صبر کشادگی کا راستہ ہے اور تمام معاملات میں احتیاط سے کام لینا ضروری ہے۔

غفلت انسان کو منزل سے دور کر دیتی ہے۔ ہر نفسانی خواہش کے پیچھے بھاگنے والا تنکے کی مانند ہوتا ہے۔ ابلیس انسان کو مختلف حیلے بہانوں کے ذریعے دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے لیکن یہ انسان کی پختہ کاری ہے کہ وہ اس کے فریب میں نہ آئے۔ ابلیس کے خوشنما قرب میں بہت سی مضرتیں پوشیدہ ہیں۔ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کو اس کے فریب میں مبتلا کر دیتی ہے اور یاد رکھو کہ قناعت بڑی دولت ہے کیونکہ دنیا کی چمک دمک چند روزہ ہے اسے دھوکہ جانو۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ جس سے اللہ عزوجل ناراض ہوتا ہے اسے کبھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ پس اللہ عزوجل کی ناراضگی مول نہ لو اور اس دنیا کے مکروفریب سے بچو۔ غفلت انسان کو اس کی منزل سے دور کر دیتی ہے اور نفسانی خواہشات انسان کو بارگاہِ الٰہی میں رسوا کر دیتی ہیں۔

ریا کاری کی تسبیح سے بچو

روح کا اظہار بات سے ہوتا ہے۔ ریا کاری کی تسبیح سے بچو۔ ظاہری نقش وصورت پر نہ جاؤ بلکہ حسن سیرت طلب کرو۔ حق کے ارادے حق کے فکر وخیال سے ہی جہان کا ظہور ہے اور اسی ایک کا وجود ہر طرف جلوہ نما ہے۔ رضائے الٰہی کے نور پر بھی مقدر کے ہاتھوں خاک پڑ سکتی ہے۔ اللہ عزوجل کی ذات میں خود کو فنا کر کے ہی آسودگی حاصل ہو سکتی ہے اور اسی فنا سے اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو حق کی پیوستگی میسر آتی ہے۔ خلق ان کے وجود سے فیضان حاصل کرتی ہے اور ایسے اللہ والوں کا ذکر کرو تو خود ذات لبیک کہتی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ روح کی پاکیزگی باتوں سے نظر آتی ہے اور ریا کاری کی تسبیح سے بچو۔ ظاہر کی بجائے باطن پر توجہ دو اور اللہ عزوجل کی ذات میں خود کو فنا کرنے کے بعد ہی آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل کے نیک بندوں نے بھی وصل حق فنا ہو کر ہی پایا ہے۔

نور کی تجلی

ابتداء میں پاک روحوں پر نور کی تجلی ہوئی اور اسی نور کی بدولت ہی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رحمہم اللہ نے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ یہ نور کی حامل ہستیاں تھیں جو پردہ میں ہی رہیں۔ بعد از وصال اس نورِ روح کی رفاقت جو ہر انسانیت کی آخرت میں پرستش، یہ جو ہر آخرت میں ایک صورت رکھے گا مگر عرض یا اعمال منتقل نہیں ہوتے۔ پہلے فکر آئی، پھر عمل مثالی کی صورت سے اعراض والی دنیا آئی، پھر آخرت اور پھر اس کے اعمال کی صورت آئی نیک و بد کو جانتے ہوئے۔ اللہ عزوجل نے دنیا کو آزمائش والی جگہ بنایا ہے اس لئے ان کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ ہر عمل اگر اپنی آخرت والی شکل لے لے تو دنیا کی زندگی میں ہر ایک دکھ دیکھ کر عمل کر رہا ہو اور غیب پر ایمان کی قدرت نہ رہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نور کی تجلی کی بدولت ہی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ دنیا آزمائش کی جگہ ہے اور یہاں پر کئے گئے نیک و بد اعمال کا صلہ آخرت میں ملے گا اور آخرت میں ہر عمل اپنے موافق صورت اپنائے گا۔ بس اس فانی دنیا میں رہ کر اخروی دنیا کے لئے نیک اعمال کرو تا کہ آخرت میں اجر و ثواب کے مستحق ہو۔

جماعت کے دوست بنو

دنیا کو اہل دنیا سے خالی نہ سمجھو۔ان سے ملنے کی کوشش کرو۔جماعت کے دوست بنو۔پتھر سے بھی دوست تراش لو۔جماعت کی کثرت ڈاکوؤں کو زیر کرتی ہے۔بیمار پرسی دوستی کا تعلق قائم رکھنے کے لئے بھی ہوتی ہے جبکہ بے وقوف کی دوستی ایک طرح کا کمینہ پن ہے اس کے دھوکہ میں مبتلا نہ ہو کیونکہ اس کی عقل اس کی قیدی ہے اور اس کا نفس اس کا حاکم ہے۔صاحب اقبال کی پناہ فکروں سے آزاد کر دیتی ہے۔در بدر پھرو اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو تلاش کرو۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا کو اہل دنیا سے خالی نہ جانو اور جماعت کے دوست بنو۔اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی تلاش میں در بدر پھرو اور انہیں تلاش کرو ان کی صحبت اختیار کرو کہ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی صحبت تمہارے لئے باعث برکت اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔

ہاروت اور ماروت کا قصہ

ہاروت اور ماروت متکبر ہوئے اور اسی وجہ سے انہوں نے مار کھائی۔ ان کو اپنی پاک دامنی پر بے حد گھمنڈ تھا مگر قضائے الٰہی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہے۔

شیر کے مقابلے میں بھینس کو کیا اطمینان نصیب ہو سکتا ہے؟

آندھی بڑے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے لیکن چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے۔

انسان میں روح کی موجودگی کی بدولت عقل ہے اور روح انسان کی سانس کو مختلف حرفوں کی آواز میں منہ سے خارج کرتی ہے۔ کبھی اچھے الفاظ منہ سے نکلتے ہیں جو دوستی اور صلح کا باعث بنتے ہیں اور کبھی ایسے الفاظ منہ سے نکلتے ہیں جن کی بدولت دشمنی ہو جاتی ہے۔

اللہ عزوجل نے پانی کو فرعون کے لئے عذاب بنا دیا اور غزوۂ احزاب میں ہوا کے ذریعے مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤثر حقیقی تو اللہ عزوجل کی ذات ہے اور اس کائنات میں آسمانوں اور زمینوں کی حیثیت اس کے نزدیک تنکے سے زیادہ نہیں ہے جس طرح سمندر تنکے پر اثر انداز ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل زمینوں اور آسمانوں پر حاکم ہے اور جب بروزِ محشر کائنات کو دوبارہ وجود عطا کیا جائے گا تو اس قدر جلدی اثر ہو گا جیسے آگ پھونس میں کرتی ہے۔

جب ہاروت اور ماروت دنیا کے لوگوں کو بدکاری میں مبتلا دیکھتے تھے تو غصہ سے اپنے ہاتھ چباتے مگر آنکھوں سے اپنا عیب نہ دیکھتے۔ بدصورت نے آئینہ دیکھا تو اسے آئینہ پر غصہ آیا اور اس نے منہ پھیر لیا۔ خود بین جب دوسروں کے گناہوں پر نگاہ دوڑاتا ہے تو غصہ

میں آگ بگولا ہو جاتا ہے۔ اپنے اس تکبر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے لیکن اپنے اندر کے بے دین نفس کو نہیں دیکھتا۔ دینی حمیت کی آگ کی بدولت تو دنیا سرسبز ہو جاتی ہے۔

ہاروت اور ماروت سے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ شکر ادا کرو کہ تم شہوت سے محفوظ ہو اگر میں اسے تم پر کھول دوں تو تمہیں آسمان قبول نہیں کرے گا۔ وہ پاک دامنی جو تم میں موجود ہے وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کی وجہ سے ہے۔ اپنی عصمت کو میری جانب سے سمجھو نہ کہ اسے اپنی جانب سے خیال کرو ورنہ شیطان تم پر غلبہ پالے گا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے کاتب وحی کے ساتھ ہوا تھا اور وہ خود کو طائرانِ قدس کا ہمنوا سمجھ بیٹھا حالانکہ وہ تو صدائے بازگشت کی طرح کی آواز تھی۔ اگر تم بلبل کی چہچہاہٹ سیکھ بھی لو تو کیا جانو گے کہ پھول سے اٹھکیاں کرتے ہوئے وہ کیا کہتی ہے؟ اگر تم اپنے گمان سے اسے سمجھنے کی کوشش کرو گے تو وہ اس کے برعکس ہوگا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ہاروت اور ماروت کی متکبرانہ سوچ کو بیان فرما رہے ہیں کہ وہ اپنی اس متکبرانہ سوچ کی وجہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رسوا ہوئے۔ اللہ عزوجل کو تکبر پسند نہیں اور اپنی نیک فطرت کو اللہ عزوجل کی جانب سے جانو۔ اگر تم اس حقیقت کو جان جاؤ گے تو یقیناً بارگاہِ الٰہی میں بلند مرتبہ کے حامل ہو گے۔

تقویٰ اور پرہیزگاری درحقیقت بزرگی کی نشانی ہے

سب سے پہلا شخص جس نے اللہ عزوجل کے انوار وتجلیات کے مقابلہ میں قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔اس نے کہا کہ آگ مٹی سے یقیناً بہتر ہے۔اللہ عزوجل نے فرمایا کہ نسب کچھ معنی نہیں رکھتی بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری درحقیقت بزرگی کی نشانی ہے۔یہ فانی دنیا کی وراثت نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ورثہ ہے۔ابوجہل کا بیٹا مسلمان ہوگیا اور حضرت نوح علیہ السلام جو کہ نبی تھے ان کا بیٹا گمراہ رہا۔

قیاس اور اٹکل ابر کے دن یا رات میں قبلہ کا بدل بن سکتا ہے لیکن سورج اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے قیاس نہ کرو اور محض اپنے خیالات کو ذات نہ بناؤ۔ابدال کے حالات کا صاحب اقوال کو علم نہیں ہوتا۔تو نے پرندوں کی بولی سیکھ لی اور سینکڑوں قیاس اپنی عقل سے گھڑ لئے لیکن اس بیمار کی مانند تو نے بہت سے دلوں کو شکستہ کردیا۔

خبردار! اپنے گمان کی بدولت آسمانی مراتب سے نہ گر جا۔اگرچہ تم فرشتے ہاروت اور ماروت ہو مگر غیرتِ خداوندی سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ہاروت اور ماروت یہی کہہ رہے تھے کہ ہم جیسے بہترین غلاموں سے کیسے برائی سرزد ہوسکتی ہے اور ان کے ان وسوسوں نے خود بینی کا بیج بودیا۔وہ کہتے تھے کہ ہم روحانی مخلوق ہیں اور اے دنیا والو! ہم مٹی اور پانی کی تخلیق نہیں۔ہم دنیا پر عبادت بجالائیں گے اور پھر آسمانوں کی جانب لوٹ جائیں گے۔ہم زمین میں امن وامان قائم کریں گے۔انہوں نے آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کیا اور یہ صحیح نہیں

بلکہ اس میں بہت فرق ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے انوار و تجلیات کے مقابلے میں ابلیس اولین تھا جس نے قیاس کیا۔ اللہ عزوجل کے نزدیک نسب کی کچھ حقیقت نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہی بزرگی کی نشانی ہیں۔ یہ فانی دنیا انبیاء کرام علیہم السلام کا ورثہ نہیں ہے۔ ہاروت اور ماروت خود بینی میں مبتلا ہو گئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ گناہوں میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ پھر جب قضا آئی تو وہ بارگاہِ الٰہی میں رسوا ہو گئے۔

عارف باللہ ہی درحقیقت صحیح پہچان کرانے والا ہوتا ہے

ایک بادشاہ نے کرم کر کے ایک غلام کو اپنے تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا اور اس کی تنخواہ چالیس سرداروں کے برابر کر دی۔ بادشاہ کے کسی بھی وزیر نے اس کے دسویں حصہ کے برابر مرتبہ نہ دیکھا تھا۔ بس یوں سمجھ لو کہ قسمت اقبال کی وجہ سے وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمود تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جسمانی وجود میں آنے سے پہلے بھی دونوں ایک ہی تھے اور ایاز کی روح حقیقت میں محمود کی روح سے جڑی ہوئی تھی۔ حقیقت میں معاملہ بھی وہی ہے جو جسم کے ظہور میں آنے سے پہلے ہوا۔ پس تم بھی دنیوی تعلقات چھوڑ دو جو کہ اس فانی دنیا میں پیدا ہوئے اور عارف باللہ ہی درحقیقت صحیح پہچان کرانے والا ہوتا ہے۔

عارف باللہ کی آنکھ بھینگی اور دودکھانے والی نہیں ہوتی بلکہ اس کی نظر اس دنیا میں آنے سے پہلے والی کھیتیوں پر ہوتی ہے۔ عالم ارواح میں جو گیہوں یا جو انہوں نے بویا ہے اس کی نظر روز و شب ان پر لگی رہتی ہے۔ رات جس سے حاملہ بنی ہے اس مقدر کے سوا اس نے نہیں جنا۔ اس لئے عطا کردہ صلاحیتوں کے علاوہ سب تدبیریں بے کار ہیں۔ ان عارضی تدبیروں سے اس شخص کا دل کب خوش ہوسکتا ہے جو اللہ عزوجل کی تدبیر کو خود پر مسلط دیکھتا ہے اور حیلہ گر کبھی اس جال میں ہے کبھی ایک اور جال بچھاتا ہے۔ تمہاری جان کی قسم! وہ نہ اس کوشش سے جال سے نکلتا ہے نہ ہی اس کوشش سے اگر سینکڑوں گھاسیں بھی اگیں یا یہ شخص اگانے کی کوشش کرے تب بھی انجام کار اللہ کا بویا ہوا اگے گا۔

تم نے تقدیر کی پرانی کھیتی بحر جان پر تدبیر کی نئی کھیتی دنیائے ہست بودی۔ یہ تدبیر کی کھیتی فنا ہو جائے گی اور تقدیر کی کھیتی کبھی فنا نہ ہوگی۔ تقدیر والا بیج مکمل اور منتخب الٰہی ہے اور تدبیر والا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے۔ تم اپنی تدبیر کو محبوب حقیقی کی مرضی کے آگے ڈال دو۔ اگر چہ تمہاری تدبیر بھی اس کی وجہ سے ہے اس لئے اہم کام وہی ہے جو خدا نے مقدر کر دیا ہے اور بالآخر وہی ہوگا جو پہلے بویا ہے۔ اس لئے اے دوستی کا حق نبھانے والے! جب تم دوستی کے پابند ہو گے تو جو بھی اعمال کا بیج بوؤ وہ اپنے دوست کی خاطر ہی بوؤ۔ تم چور نفس اور اس کے کاموں میں نہ لگو۔

خوب جان لو کہ جو اللہ عزوجل کا کام نہیں ہے وہ نہایت مشکل اور دشوار ہے اپنے آپ کو اس وقت سے پہلے بچا رکھو۔ پس جب قیامت کا دن ظاہر ہوگا اور مالک حقیقی کے سامنے دنیا کی زندگی کی رات کا چور رسوا ہوگا۔ یہ سمجھ لو کہ حیلہ و تدبیر سے چرایا ہوا مال اس دن چور کی گردن پر ہوگا۔ دنیوی زندگی میں لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں تا کہ اس کے مقرر کردہ تقدیر کے جال کے سوا کوئی اپنی تدبیر کا جال بچھائیں ایسا کرنے والے اپنی تقدیر کے جال کو اور اپنے اوپر سخت پاتے ہیں کیونکہ ایک تنکا آندھی کے مقابلہ میں کیا طاقت رکھتا ہے۔ اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو جا کر قرآن مجید میں دیکھ لو جہاں اللہ عزوجل فرما رہا ہے کہ اور اللہ سب سے بہترین داؤ کرنے والا ہے۔ پس اگر تم کہو کہ اس عالم تدبیر کا کیا فائدہ ہے تو پھر اے سرکش! خود ہی دیکھ لے کہ اس سوال سے تیرا کیا فائدہ ہے؟ اگر تیرے سوال میں ہی کوئی فائدہ نہیں ہے تو ایسے بے کار سوال کو کیوں سنوں اور اگر تیرے سوال کارآمد ہے تو غور کر اور خود دیکھ لے کہ عالم تدبیر بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مومن کے لئے شہادت ایک زندگی ہے اور منافق کے لئے موت ایک تباہی ہے۔ اب تم خود ہی بتاؤ کہ دنیا میں کون سی نعمت ہے جس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں سلطان محمود غزنوی کی اپنے غلام ایاز پر کی

جاننے والی نوازشوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عارف باللہ ہی درحقیقت صحیح پہچان کرانے والا ہوتا ہے۔ تقدیر کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ مومن اور منافق کی موت میں بھی بڑا فرق ہے۔ مومن موت کو اپنے لئے انعام سمجھتا ہے اور منافق کی موت اس کے لئے باعث عذاب ہے۔ اللہ عزوجل کی حکمت کے آگے سب حکمتیں ہیچ ہیں اور جب اس کا فیصلہ آتا ہے تو پھر کوئی کارگری کام نہیں آتی۔ یہ دنیا اعمال کی کھیتی ہے پس جیسے اعمال بوؤ گے آخرت میں ویسا ہی پھل پاؤ گے۔

ناقص کے ہاتھ میں اسمِ اعظم بے کار ہے

شیطان انسان کے دھوکہ سے بچو۔ جسموں کو تر لقموں سے فربہ نہ کرو۔ ذکر کو جسم کی بجائے دل سے کرو۔ کینہ سے بچو کہ حقیقی دوزخ یہی ہے۔ نورِ ذات کے آئینہ سے ہی کھرے کھوٹے کی پہچان کی جاتی ہے۔ روزِ محشر کی حقیقت اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا باطن ہے۔ ناقص کے ہاتھ میں اسم اعظم بے کار ہے اور صاحب شوق بے علم بھی ہو تو علم معرفت فضل ربانی سے استاد کے ذریعہ ملتا ہے۔ جاہل کی ہمدردی بلائے جان ہوتی ہے اور اہل جنت کو اہل دوزخ کے ساتھ کبھی بھی سکون نہیں ملتا۔ عقل مندی یہ ہے کہ اپنی اوقات کو پہچانو اور مہربانی و رحمت کے بھروسہ پر بے ادب نہ بن جاؤ۔ نااہل کے ہاتھ میں علم حق کی مثال ایسی ہی ہے جیسی کہ شاہی باز کا بڑھیا کے ہاتھوں میں پڑ پنجے اور چونچ کٹوا بیٹھنا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان کے دھوکہ سے بچو اور اپنے جسموں کو زیادہ خوراک سے فربہ بنانے کی بجائے اپنی روح کی خوراک تلاش کرو۔ بغض و کینہ سے خود کو بچاؤ کہ یہ دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا باطن ہی درحقیقت روزِ محشر کی حقیقت ہے اور ناقص کے ہاتھ میں اسم اعظم بے کار ہے۔ عقل مندی کا تقاضہ یہ ہے کہ تم اپنی حقیقت کو پہچانو اور بے ادب نہ بنو۔

تمام برائیاں جسم ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں

انسان کی تمام خصلتیں اس کی مادی بدن کی بدولت ہیں چونکہ زمین فلک کے درمیان ہے اس لئے اس کے جس حصہ پر سورج کی روشنی پڑتی ہے وہاں دن ہوتا ہے وگرنہ رات ہوتی ہے۔ اب اگر زمین اس دائرے سے خارج ہو جائے تو اس کی یہ صفت بدل جائے گی۔ اسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعے جسمانی حجاب رفع کر دیا جائے تو روح ہمیشہ کے لئے منور ہو جائے گی اور اس پر غفلت کے آثار ظاہر نہیں ہوں گے۔

تمام برائیاں جسم ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور روح کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چہرے کا رنگ انسانی حالات کے اسباب کی وجہ سے کبھی سرخ، کبھی زرد اور کبھی سفید ہوتا ہے۔ اس طرح روح میں بھی بے شمار اشکال مختلف اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہیں ورنہ وہ خود پاک شے ہے۔

انسان جب مجاہدات کے ذریعے اپنے مقصد حقیقی کو پالیتا ہے تو اسباب کو لات مار دیتا ہے اور مسبب الاسباب ہی کو مؤثر حقیقی سمجھنے لگتا ہے۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا انسان اسباب ہی کے مؤثر ہونے پر قائم رہتا ہے۔

اس بات سے بے نیاز ہو جاؤ کہ روحیں ملاء اعلیٰ کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ جس طرح دوسری ارواح اور عقول لامکان میں رہتی ہیں یہ بھی لامکانی بن جاتا ہے۔ ایسی کامل روح کے سامنے ہماری عقول پست ہیں اور اس روحِ کامل کا الہام نص کی مانند ہوتا ہے۔

جو شخص قرآن مجید اور احادیث شریف میں مذکورہ احکام سے ان پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن مجید اور احادیث شریف میں موجود ہے اس کے پاس اگر کوئی قرآنی آیت یا

حدیث بطورِ نص موجود ہوتی ہے تو وہ اس کے ذریعے سے حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی دوسری نص پر قیاس کرنے کا حکم جاری کر دیتا ہے۔

روحِ قدسی کا احساس بھی بمنزلہ نص کے ہے اور ہماری عقل و ادراک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص میں مؤثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کر دی ہے تب بھی عقل میں مؤثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔

اگر روح نے عقل میں تاثیر کر بھی دی تب بھی عقل کو روح کی ہمسری زیب نہیں دیتی۔ اس میں وہ اسباب اور علامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔ عقل بعض اوقات روح کی تاثیر کو روح سمجھ لیتی ہے اور یہ اس کی غلطی ہے۔

تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اس کی روشنی میں ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ روشنی اور چیز ہے اور سورج اور چیز ہے تو سالک کو صرف روشنی پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دنیا میں قدرت کے جو آثار ہیں وہ فانی ہیں لیکن جس کا وصول ذات تک ہو جائے گا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا۔ اب اس کی جسمانی کثافتیں نور سے مانع نہ ہوں گی اور نہ مظاہر قدرت کا فنا ہونا اس کے لئے غم فراق کا باعث بنے گا۔

ایسا شخص وہی ہو گا جو لاہوتی ہو گا یا اگر وہ ناسوتی ہوا تو اس نے مجاہدوں کے ذریعے اپنے ناسوتی پن کو ختم کر دیا۔ خاکی اور ناسوتی ذات کے جلووں کی تاب نہیں لا سکتا اس کو اس طرح جان لو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ چمکتا رہے تو زمین اسے برداشت نہیں کر سکے گی اور اس میں کوئی چیز اگانے کی طاقت نہیں رہے گی۔ مچھلی چونکہ آبی ہے اس لئے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کر لیتی ہے۔ سانپ خشکی کی چیز ہے اس لئے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح لاہوتی اور ناسوتی کو سمجھو۔

کبھی ناسوتی مکار لاہوتی بننے کی کوشش کرتا ہے تو بحر وحدت کو رسوا کر دیتا ہے ہاں ایسے لاہوتی انسان بھی ہوتے ہیں جو ناسوتیوں کا لاہوتی بنا دیتے ہیں۔ اگر تم ناسوتی ہو تو

لاہوتیوں کی صحبت اختیار کرو کہ وہ تمہیں بحرِ وحدت میں تیرنا سکھائیں گے۔ یہ لاہوتی اولیاء ایک قسم کا جادو کرتے ہیں جس سے انسان کی ماہیئت بدل جاتی ہے اور ان کا جادو حلال ہے۔ یہ لوگ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات کے ذریعے ممکن بنا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت میں برا شخص نیک بن جاتا ہے لیکن منکرین ان کو بشر ہی کہتے ہیں۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا بیان اگر میں قیامت تک بھی کرتا رہوں تو وہ ختم نہیں ہوگا۔

جو لوگ میری ان باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیان کرنا بیکار ہے لیکن ان مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی عطا کرتا ہے۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی عطا کرتی ہے۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر پڑنے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک مکدر کے محفل میں موجود ہونے سے بزرگوں کی محفل مکدر ہو جاتی ہے اور مضامین عالیہ کی آمد بند ہو جاتی ہے۔

اللہ عزوجل کے نیک بندے دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرارِ الٰہی بیان کرتے ہیں۔ ایسے اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا مزاج شاہانہ ہوتا ہے اور وہ مریدوں کی اصلاح میں کوشاں رہتے ہیں۔ مرید کے لئے محض ذکر و فکر کافی نہیں بلکہ شیخ کے آداب اور اس کی خدمت بجالانا بھی لازم ہے۔

جب مرید شیخ کی اطاعت کرتا ہے تب کہیں جا کر وہ نسبت مرید کے سپرد کرتا ہے اور صرف معمولی ادب سے کام نہیں چل سکتا بلکہ شیخ کے شایانِ شان ادب کرنا لازم ہے۔ ایسا ادب جو شیخ میں شکر گزاری کی کیفیت پیدا کرے اور جب تک طلب صادق نہ ہوگی اسرار کی تعلیم نہیں دی جاسکتی۔

اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو لوگوں کی بے رغبتی کے باوجود بھی اسرار کی بارش کرتے رہنا چاہئے۔ جو مبلغ سامعین کی بے رغبتی کے باوجود بھی اپنا بیان جاری رکھتے ہیں وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ بے توجہ لوگوں کے سامنے اگر اسرار کے بیان سے شرمندگی طاری ہو تو اس کو برداشت کرو۔ کامل مرشد ایسے حالات میں پریشان نہیں ہوتے۔ جس طرح جانور اپنے دشمن

کی بو سونگھ کر بھاگ جاتے ہیں اس طرح پریشانی مرشد کامل کی خوشبو سے بھاگ جاتی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ مرشد کامل کی خوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرشد کامل سورج کی مانند اپنی روشنی زمین پر بکھیرتا ہے اور مرشد کامل کے انوار سے لوگوں کے قلوب روشن ہوتے ہیں۔ مرشد کامل کی خوشبو سے مرید کی پریشانی بھاگ جاتی ہے اور مرید جب خود کو مرشد کامل کے سپرد کر دیتا ہے تو پھر مرشد کامل اسے نعمت عظمیٰ کا حقدار ٹھہراتا ہے۔ پس مرید کے لئے ذکر و فکر ہی نہیں بلکہ مرشد کامل کی خدمت بجالانا بھی لازم ہے۔

ہر شخص کو اس کی توفیق کے مطابق استعداد حاصل ہوتی ہے

ایک عاشق حق تعالیٰ سے اس طرح کلام کرتا ہے جس طرح کوئی اپنے محبوب سے کرتا ہے۔ پس اگر جذبِ شوق نہ پایا جائے تو اللہ عزوجل کے خاص بندے کی بھی ایسی باتیں کرنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے جبکہ مردِ حق کا کام بندوں کو حق سے واصل کرانا ہے نہ کہ جدا کرانا۔ ہر شخص کو اس کی توفیق کے مطابق استعداد حاصل ہوتی ہے اور اللہ عزوجل انسان کے قال کو نہیں بلکہ حال کو دیکھتے ہیں اور اس کی باطنی عاجزی ومحبت پر نظر رکھتے ہیں۔ عشق کی آگ کو جلاؤ کیونکہ عشق کا دین اور مذہب صرف اللہ ہی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عاشق حق تعالیٰ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح کوئی اپنے محبوب سے کلام کرتا ہے۔ ہر شخص کو اس کی توفیق کے مطابق استعداد حاصل ہوتی ہے۔ پس عشق کی آگ جلاؤ کیونکہ عشق کا دین اور مذہب صرف اللہ ہے۔

اپنے نفس کی دیوار گرانے کے بعد ہی آبِ حیات تک پہنچ سکو گے

ایک نہر کے کنارے اونچی دیوار تھی جس پر ایک مصیبت کا مارا ہوا پیاسا بیٹھا تھا۔ یہ ایک مست اور بے چین عاشق تھا جو پیاس اور پانی کی طلب سے کمزور ولاغر ہو چکا تھا۔ یہ دیوار جس پر وہ بیٹھا تھا پانی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی حالانکہ پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

اس کی وہ دیوار پانی کی آڑ تھی اور پانی کے لئے اس کی دردناک فریاد آسمان تک جا پہنچی۔ اچانک اس نے پانی میں ایک اینٹ پھینکی۔ طلب میں شدت تھی اس لئے اس کے کان میں پانی کی ایسی آواز گونجی جس طرح کوئی دوست میٹھی اور پرلطف گفتگو کر رہا ہو۔ پانی کی طلب میں پانی کی اس آواز نے ہی اسے بے خود کر دیا اور وہ آواز کو سننے کی کوشش میں اس دیوار سے اینٹیں اکھاڑ اکھاڑ کر پانی میں پھینکنے لگا۔ پانی نے اس پیاسے سے کہا کہ مجھ پر اس طرح اینٹیں مارنے سے تجھے کیا حاصل؟

پیاسے نے کہا کہ میرے اس میں دو فائدے ہیں اس لئے میں اس کام سے باز نہ آؤں گا۔ میرا اول فائدہ یہ ہے کہ اس طرح مجھے تیری آواز سنائی دیتی ہے جو پیاسے کے لئے ابر رحمت سے کم نہیں اور جس طرح اللہ عزوجل کی وہ گفتگو جو عین حضور نبی کریم ﷺ تک بغیر منہ کے پہنچتی ہے یا ایسے حضور نبی کریم ﷺ کی خوشبو جو ایک گنہگار کو شفاعت کے وقت پہنچے گی۔ میرا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہر اینٹ جو میں اس دیوار سے اکھاڑ کر تجھ تک پھینک

رہا ہوں اس طرح میں تجھ سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہوں اور اینٹیں اکھاڑنا مجھے تیرے قرب کا سبب بنا رہا ہے۔

پس اس حکایت کو بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ آبِ حیات جس تک تم پہنچنا چاہتے ہو وہ اپنے نفس کی دیوار کو گرانے کے بعد ہی ممکن ہو سکے گا۔

جس شخص میں محبوب کی طلب سچی ہو گی وہ اپنے نفس کی اس دیوار کی اینٹوں کو یونہی اکھاڑتا رہے گا اور جو اپنے محبوب کی آرزو میں سچا ہو گا وہ اس کی آواز پر زیادہ عاشق ہو گا یہاں تک کہ محبوب کی راہ میں حائل دیوار گر جائے گی پھر اس کے اور محبوب کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہونے پائے گی۔

جوانی کا وقت ایسا وقت ہے جب مجاہدوں سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے اور برے اخلاق ورکاوٹوں کی اینٹیں اکھاڑ دینی چاہئیں اس لئے ریزہ ریزہ ہو جانے والی ست زمین بن جانے کی حالت سے پہلے ہی عمل کر لینا چاہئے۔ جب ہر بنی ہوئی چیز اپنے بنانے والے کی ذات کی دلیل ہے تو کوئی موجود شے غیر موجود سے کیونکر وجود حاصل کر سکتی ہے۔

تمام موجودات اسی باغ سے غذا حاصل کرتے ہیں خواہ براق، عربی گھوڑے یا گدھے ہی کیوں نہ ہوں۔ بات یہ ہے کہ اپنے نفس کے اندھے گھوڑے کو لگام دو جو باغ کو نہیں دیکھ سکتا۔

جس نے گردشِ زمانہ اسبابِ عالم کو بحرِ حقیقت یعنی من جانب اللہ نہ جانا وہ ہر دم نئے قبلہ کی تلاش میں رہتا ہے اور اس کا حال ایسا ہے جیسے اس نے شیریں دریا سے بھی کھارا پانی ہی پیا ہو۔ مجبوری یہ ہے کہ ہم شمس دین (رحمۃ اللہ علیہ) کے عشق میں محویت کے باعث بے بس و معذور ہیں ورنہ ہم اس حق ناشناس کو بینا کر دیتے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنی دلی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سے میری ملاقات حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی ہے میری دلی

کیفیت بدل گئی۔ تیز جوانی کا وقت ایسا وقت ہے جب مجاہدوں کے ذریعے انسان خود میں نکھار پیدا کر سکتا ہے۔ اپنے نفس کے اندھے گھوڑے کو لگام دو اور مجاہدات کے ذریعے خود کو پختہ کرو۔ کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کرو کہ اس کی صحبت میں رہ کر تم اعلیٰ وارفع مقام کے حقدار بن سکو گے۔ اپنے نفس کی دیوار گرانے کے بعد ہی تم آبِ حیات تک پہنچ سکو گے۔ جس شخص کی طلب سچی ہوگی اس کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں خود بخود دور ہو جائیں گی۔

عاشق حقیقی

عاشق حقیقی جو کہ ذاتِ حق کے پسماندہ حقیر ذرات ہیں وہ درجہ رکھتے ہیں کہ دونوں جہانوں میں ایسے آفتاب ہیں جن کا سایہ نہیں اور یہ ہر وقت چمکتے رہتے ہیں۔ پس تعجب ہے کہ میں اپنے شمس (حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ) کے گرد شوق میں گردش کرتا ہوں اور یہ گردش کرنے کی صلاحیت عشق بھی ان کے فیضان سے ہی ہے۔ درحقیقت وہ شمس حقیقت ہر شے کے سبب سے آگاہ ہوتا ہے اور اسی کے ارادے سے سبب کی رسیاں منقطع ہوتی ہیں۔ ہمارا اختیار کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے اس بے چارگی کے عالم میں لاکھوں مرتبہ امید منقطع کر لی وہ بھی اس سے۔ آپ میری اس بات کا یقین کریں لیکن یہ باور مت کریں کہ اس ناامیدی کے باوجود میں آفتابِ ذات سے صبر کر سکتا ہوں یا مچھلی پانی سے صبر کر سکتی ہے۔ اگر میں ناامید بھی ہوں تو تب بھی میری یہ ناامیدی آفتابِ ذات کی ہی عطا کردہ ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں اپنے عشق کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب عاشق عشق کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اس کے اندر دنیاوی خواہشات موجزن ہوتی ہے۔ عاشق حقیقی دونوں جہان میں ایسے آفتاب ہیں جن کا سایہ نہیں۔ عشق حقیقی وہ عشق ہے جس کی تڑپ خاص ہے اور اس کی کیفیت سب سے نرالی ہے۔

یہ خدائی جذب عام جذب نہیں ہوتا

مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ آ رہی ہے تو وہ اس کے استقبال کے لئے نکلا۔ جس اونٹنی پر وہ سوار ہوا اس کے بچے کو گھر چھوڑ گیا۔ راستہ میں اس کی اونٹنی کی کشمکش شروع ہو گئی۔ اونٹنی گھر کی جانب واپس لوٹنا چاہتی تھی تاکہ اپنے بچے کے پاس پہنچ سکے اور مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ اسے لیلیٰ کا وصال نصیب ہو۔

مجنوں ذرا سا غافل ہوتا تو اونٹنی پیچھے کی جانب پلٹ جاتی۔ چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پر تھا اس لئے وہ اونٹنی کی ایسی حرکت سے بے ہوش ہوا جاتا تھا۔ انسان کی عقل اس کے تمام امور کی نگرانی کرتی ہے مگر مجنوں تو عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔ اونٹنی ہوش میں تھی جب وہ دیکھتی کہ اس کی مہار ڈھیلی ہوئی ہے وہ فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور وہ پیچھے کی جانب پلٹ جاتی۔ جب مجنوں کو ہوش آتا تو وہ دیکھتا کہ اونٹنی تو واپس جا رہی ہے۔

مجنوں اس حالت میں مبتلا رہا پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد سمتوں کے عاشقوں کا باہمی سفر اکٹھے نہیں گزر سکتا۔ اونٹنی اس کا راستہ کھوٹا کر رہی تھی اور یہ اونٹنی اس کے لئے خرابی کا باعث تھی۔ مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑ دیا اور خود پیدل چل پڑا۔

پس جو شخص جسم کا ساتھ نہیں چھوڑے گا وہ گمراہ ہی رہے گا۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ اکٹھے نہیں چل سکتا۔ جان کی پرواز عالم بالا کی جانب ہے اور جسم کو زمین پسند ہے۔ جب تک انسان کی روح جسم میں رہے گی وہ اپنے مقصد حقیقی کو نہیں پا سکے گا۔

حکیم سنائی کا قول ہے کہ اللہ عزوجل کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب

مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو چھوڑ سکتا ہے تو اللہ عزوجل کے عشق میں جسم کو اور اس کی سواری کو تم نہیں چھوڑ سکتے؟

اللہ عزوجل کے راستے کا گیند بن جاؤ اور لڑھکتے ہوئے اس کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ۔ اس سفر میں کوشش شروع کرنا تمہارا کام ہے پھر اللہ عزوجل کی کشش خود ہی تمہارے لئے آسانی پیدا کردے گی۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ملے گی وہ محض عطائے خداوندی ہے۔ یہ خدائی جذب عام جذب نہیں ہوتا جو ہر راستے میں حاصل ہو جائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو حضور نبی کریم ﷺ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور ان کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں مجنوں کے عشق کی کیفیت بیان کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دو متضاد سمتوں کے عاشق کبھی باہم سفر نہیں کرتے۔ جو شخص جسم کا ساتھ نہیں چھوڑے گا وہ گمراہی میں مبتلا رہے گا اور جسم و جان کی خواہشات جداگانہ ہیں۔ یہ خدائی جذب عام جذب نہیں ہوتا۔ جب تک انسان کے جسم میں روح رہے گی وہ اپنے مقصد کو ہرگز پا نہیں سکے گا۔ اللہ عزوجل کے راستہ میں چلنا شروع کرو تو یقیناً تم بارگاہِ الٰہی تک پہنچ جاؤ گے۔ اس سفر میں کوشش شروع کرنا تمہارا کام ہے پھر عشق الٰہی کی کشش تمہاری باقی منزلیں خود بخود آسان بنادے گی۔

رسول ملانے کے لئے ہی آئے ہیں

دنیا میں گردش کسی غرض کے بغیر نہیں ہے ماسوائے عاشقوں کے جسم و جان کے جو کہ صحیح معنوں میں ذاتِ خداوندی کے عاشق ہوں۔ جب کوئی جزو کا عاشق ہوتا ہے تو اس کا معشوق اپنے کل کی جانب جلدی ہی چلا جاتا ہے کیونکہ تمام ممکنات فنا ہو کر ذات احدیت میں مل جاتے ہیں۔ احمق نے جب سورج کی روشنی دیوار پر دیکھی تو سمجھا کہ یہ پرنور ہے اور وہ اس کا عاشق بن گیا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ یہ تو آسمان کے سورج کا عکس ہے۔ جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی تو کالی دیوار اپنی جگہ پر موجود تھی۔ مجاز کا عاشق تو اس شکاری کی مانند ہے جو سایہ کو پکڑ لے مگر سایہ حقیقت کب ہے؟ شکار نے پرندے کے سائے کو مضبوطی سے تھام لیا لیکن درخت پر بیٹھا پرندہ اس کی اس بے وقوفی پر ہنسا۔ جز پوری طرح کل سے جڑا ہوا نہیں ہے اس سے الگ ہے ورنہ رسولوں کو بھیجنے کی کیا حاجت تھی؟ رسول ملانے کے لئے ہی تو آئے جب ایک ہی ہیں تو وہ کس چیز کو ملائیں گے؟

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عاشق صحیح معنوں میں ذاتِ خداوندی کے عاشق ہوتے ہیں۔ جز پوری طرح کل سے جڑا ہوا نہیں ہے ورنہ رسولوں کو بھیجنے کی حاجت کیوں ہوتی؟

فرمانِ رسول اللہ ﷺ

اپنے دل سے انکار و بدگمانی کو دور کر دو

اے میرے عزیز! حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کو غور سے سنو اور اپنے دل سے انکار و بدگمانی کو دور کر دو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہار کی سردی یعنی مرشد کامل کی صحبت سے جسم کو ڈھانپنے کی کوشش مت کرو کیونکہ وہ تمہاری جانوں کے ساتھ وہی کرتی ہے جو موسم بہار درختوں کے ساتھ کرتی ہے یعنی ان کو نئی زندگی دیتی ہے۔ پس وارداتِ غیب کی وہ سرمائے بہار غنیمت ہے۔ ان عارفوں کے لئے جو صاحب وقت ہیں دنیوی زندگی میں فیضانِ حق میں ہیں۔ موسم بہار میں ظاہری علم و عقل کے جھول اتار کر گلشن ذات کی جانب چل دے۔ بے حجابانہ محبوب کی جانب پہنچ اور نفس و ہوا کی خزاں سے بچ کیونکہ وہ تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو انہوں نے درختوں کے ساتھ کیا یعنی ان کو خشک کر دیا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنے دل سے انکار و بدگمانی کو دور کرو۔ نفس کی شرانگیزیوں سے بچو کہ یہ تمہیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔

یہ نفس دوزخ ہے

اے بزرگو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا ہے لیکن اس سے بھی بدتر اور ذلیل دشمن باطن میں بچا رہ گیا ہے۔ اس دشمن کو مارنے کے لئے عقل و ہوش کی ضرورت نہیں۔ باطن کا شیر خرگوش کے قابو میں آنا والا نہیں ہے۔

یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدھا کی مانند ہے کہ وہ دریاؤں سے بھی نہیں بھر سکتا۔ اگر تم سات سمندر بھی پی لو پھر بھی اس کی سوزش کم نہ ہوگی۔ اس دوزخ میں پتھر اور سنگدل انسان ذلیل ہو کر داخل کئے جائیں گے۔

اللہ عزوجل دوزخ سے کہے گا کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا؟

دوزخ کہے گی کہ مزید لائے جائیں۔ پھر اللہ عزوجل لامکاں سے اس پر قدم رکھ دے گا اور وہ کن سے ساکن ہو جائے گی۔ اللہ عزوجل کے سوا کون ہے جو اس کمان کو کھینچے کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں۔ تمہارے تمام تیر ٹیڑھے ہیں۔

تم تیر کی مانند سیدھے ہو جاؤ اور اللہ عزوجل کی کمان سے چھوٹ جاؤ۔ اب ہمیں اپنے باطن کی جانب متوجہ ہونا چاہئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے توسط سے ہم جہادِ اکبر میں لگے ہیں اللہ عزوجل سے میں سمندر کو چاک کر دینے والی قوت چاہتا ہوں۔ دوسروں کو چیر نے پھاڑنے والا شیر بننا آسان ہے مگر اصل شیر وہی ہے جو خود کو شکست دے سکے تاکہ اللہ عزوجل کی مدد سے اللہ کا شیر بن جائے اور نفس اور اس کے مکر و دانہ عزائم سے نجات پا جائے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نفس کی شر انگیزیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نفس

دوزخ ہے اور اس کا پیٹ بھی دوزخ کے پیٹ کی مانند نہیں بھر سکتا۔ تم تیر کی مانند سید ھے جاؤ یعنی خود کو سید ھے راستہ پر چلانا شروع کر دو۔ اپنے باطن کو سنوارنے کی کوشش کرو اور حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ دوسروں پر تنقید کرنا نہایت آسان ہے مگر خود کو درست کرنا نہایت مشکل ہے۔ اللہ عزوجل سے مدد کے طلبگار رہو اور اس کی مدد سے اپنے نفس کی شر انگیزیوں پر قابو پانے کی کوشش کرو۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ

عورت عقل منداور صاحب دل لوگوں پر غالب رہتی ہے

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ عورت عقل منداور صاحب دل لوگوں پر غالب رہتی ہے برخلاف اس کے کہ جاہل لوگ عورتوں پر غلبہ پاتے ہیں کیونکہ وہ سختی اور اکھڑپن میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں مہربانی اور کرم کی صلاحیتیں معدوم ہوتی ہیں اور ان پر ہر وقت حیوانیات کا غلبہ طاری رہتا ہے۔ جاہلوں کی محبت عارضی ہوتی ہے اور غصہ و شہوت حیوانی صفات ہیں۔ ان سے قطع نظر جو معشوق تمہیں نظر آتی ہے حق کا پرتو ہے اور اس لحاظ سے وہ نورِ خالق سمجھا جائے گا نہ کہ نورِ مخلوق۔ ہر عقل مند کی عقل کے نزدیک یہ بات درست ہے کہ ہر پھرنے والی شے کے ساتھ پھرانے والا بھی ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات بہت ہی غفور و رحیم ہے اور اس پر ہر شے عاشق ہے۔ عدم وجود اور ایمان بھی اس کے عاشق ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ عورت عقل منداور صاحب دل لوگوں پر غالب رہتی ہے۔ جاہلوں کی صحبت سے بچو کہ ان کی محبت عارضی ہوتی ہے اور اللہ عزوجل سے معافی کے طلبگار رہو کہ اس کی ذات بہت ہی غفور و رحیم ہے۔

عقل اور روح عین بہار ہے

اے دوست! حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کو سنو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ موسم بہار کے جاڑے سے بدن کو ہرگز نہ ڈھانپو یہ سردی دنیا میں وقت کی تلاش کرنے والے عارفوں کے لئے غنیمت ہوتی ہے۔ ننگے بدن باغوں میں جاؤ اور خزاں سے بچو۔

اہل ظاہر نے ظاہری معنی لئے کیونکہ یہ راز سے ناواقف تھے۔ پہاڑ کو دیکھا مگر اس کے اندر موجود کان کو نہ دیکھا۔ خزاں اللہ عزوجل کے نزدیک نفس اور خواہش ہے۔

عقل اور روح عین بہار ہے۔ اگر تجھ میں عقل ناقص ہے تو کوئی مکمل عقل والا تلاش کر۔ تیری ناقص عقل اس کی کامل عقل سے کامل ہو جائے گی۔ پاک سانس بہار کی مانند ہوتی ہے اور پتوں اور انگوروں کے لئے یہ آبِ حیات ہے۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی نرم اور سخت بات سے پہلوتہی نہ کرو۔ وہ چاہے گرم کہیں یا سرد ان کی باتیں جہنم سے نجات کا ذریعہ ہیں۔

یاد رکھو کہ صدق اور یقین زندگی کا سرمایہ ہیں۔ اگر دل کے باغ کا ایک تنکا بھی کم ہو جائے تو عقل مندوں پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہل ظاہر نے اس کے ظاہری معنی لئے اور وہ حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ عقل اور روح عین بہار ہیں اور اگر تجھ میں تھوڑی بھی عقل ہے تو کامل کو تلاش کر اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی نرم و سخت بات سے جان نہ چھڑا کہ ان کی باتیں تیرے لئے باعث نجات ہیں۔

کامل ہونا انجام پر نظر رکھنا ہے

ایک فلسفی کا عقیدہ تھا کہ آسمان انڈے کی مانند ہے اور زمین زردی کی مانند۔ کسی سوال کرنے والے نے پوچھا کہ زمین آسمان کے درمیان کیسے معلق ہے؟ اس فلسفی نے جواب دیا کہ کشش شش جہات کی وجہ سے جس طرح مقناطیس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ آسمان مصفی ہے وہ تاریک زمین کو کب تک کھینچے گا؟ وہ تو اسے تیز ہواؤں کے درمیان اپنے سے دفع کرتا ہے؟

اللہ عزوجل کے بندوں سے اس لئے سرکشی کرتا ہے کہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں۔ ان کے پاس کہربا ہے جب وہ اس کو ظاہر کرتے ہیں تیرے وجود کو تنکے کی مانند اپنا عاشق بنا لیتے ہیں۔ جب وہ کہربا کو چھپا لیتے ہیں تو پھر تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح حیوان انسان کے ہاتھوں قیدی ہیں اسی طرح انسانوں کا مرتبہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ حیوان کی مانند فرمانبردار بن جا۔ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنا بندہ کہہ کر پکارا ہے۔

جان لو کہ تم اونٹ ہو اور عقل شتربان کی مانند ہے۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ عقل کی عقل ہیں اور عقلیں اونٹ کی مانند ہیں۔ ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں۔ یہ تو ایک مثال ہے ورنہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو شتربان سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ آفتاب کی مانند ہیں۔ تم وہ آنکھ حاصل کرو جو آفتاب کو دیکھنے کی سکت رکھ سکے۔ حیرانگی ہے کہ ذرہ میں سورج پوشیدہ ہے۔ بکری کے بچے کی کھال میں نر شیر ہے۔ گھاس کے نیچے چھپا ہوا دریا ہے۔ خبردار اس شبہ میں گھاس پہ پاؤں مت رکھنا۔

فقراء کے ساتھ حسن ظن رکھنے سے کبھی نہ کبھی رہنما مل ہی جاتا ہے۔ ہر پیغمبر دنیا میں تنہا آیا لیکن اس میں سو جہان چھپے ہوئے تھے۔ بے وقوفوں نے اسے اکیلا سمجھا لیکن جو شاہ کا مصاحب ہو وہ کمزور کب ہوتا ہے؟

بے وقوفوں نے کہا کہ وہ ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ عاقبت اندیش نہیں ہیں۔ پیغمبر انسان کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن کائنات پر اس کا تصرف ہوتا ہے۔ کامل ہونا انجام پر نظر رکھنا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم مانند آفتاب ہیں جو ایک عالم کو روشن کرتے ہیں۔ ہر پیغمبر اس دنیا میں تنہا آیا مگر اس کے اندر سو جہان پوشیدہ تھے۔ بے وقوفوں نے انہیں اکیلا جانا اور وہ بھول گئے کہ شاہ کا مصاحب کمزور کیسے ہو سکتا ہے؟

خرچ کرنے والوں کا اچھا صلہ

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ نصیحت کے لئے دو فرشتے ہمیشہ عمدہ منادی کرتے ہیں کہ اے اللہ! دنیا میں بخیل کو ماسوائے تباہی و بربادی کے کچھ عطا نہ فرما اور خرچ کرنے والوں کو اچھا صلہ دینا۔ موقع کی مناسبت سے خرچ کرنے والے اور نہ کرنے والے اچھے ہوتے ہیں۔ جب خرچ کا موقع ہوتا ہے تو ان پر اثر ہو جاتا ہے۔ بہت سی جگہوں پر خرچ نہ کرنا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اللہ عزوجل کا مال اس کے حکم کے بغیر خرچ نہ کرو کہ تم کو بے شمار خزانوں کا مالک بنایا جائے گا اور تم کافروں میں خود کو شمار نہ کرو کیونکہ وہ اونٹوں کو ذبح کرتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ پر میدانِ بدر میں غلبہ پانے کے لئے۔ اللہ عزوجل کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کرو کیونکہ ہر دل اللہ عزوجل کے حکم کو نہیں جان سکتا۔ برائی کے راستے پر خرچ کرنے والوں کے لئے قرآن مجید میں ہے کہ ان کی فضول خرچی حسرت کا باعث ہوگی۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ انسان کو فضول خرچی کی بجائے میانہ روی اختیار کرنا چاہئے۔ اللہ عزوجل کے فرمان کے متعلق کسی صاحب علم سے دریافت کرو اور اس معاملے میں کسی جاہل سے دریافت کرنا سراسر زیادتی ہے۔

انسان کے نیک اعمال سے بہتر اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے

انسان کے نیک اعمال سے بہتر اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور برا عمل اس کے لئے سانپ اور بچھو بنے گا۔ یہ عمل اور ہنر بغیر استاد کے حاصل نہیں ہو سکتا پس چاہئے کہ کسی کو اپنا رہبر بنایا۔

ہر شے کا پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اگر تم نصیحت کرنے والوں کو دیکھو تو خاموشی سے سنو۔ کچھ حاصل کرنے کے لئے بڑھو اور متکبر نہ ہو۔ بڑائی کا مدار لباس پر نہیں اس لئے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ذلت اور مساکین کا لباس اختیار کرو۔ یاد رکھو کہ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے اور ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

یقین جانو کہ ذاتِ باری تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بھی ہنر علم کے مقابلے میں زیادہ درکار ہے۔ اس ہنر کو سیکھنے کے لئے فقر درکار ہے جو محض شیخ کامل کی صحبت سے ہی حاصل ہوتا ہے نہ کہ باتیں کرنے سے اور عمل کرنے سے۔ انوارِ الٰہی کا علم اولیاء کے دلوں میں ہے اور کوئی دل ان کے دلوں سے براہِ راست حاصل کر سکتا ہے باتوں اور کتابوں کے پڑھنے سے نہیں۔

اس راستہ کے مسافر کے دل میں اگر کچھ اشارے موجود ہوتے ہیں تو وہ ان اشاروں کو سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔ جب سالک کے لئے نورِ خداوندی ان اشاروں کی تشریح کر دیتا ہے تو اللہ عزوجل کی جانب سے اَلَمْ نَشْرَحْ والی بشارت مل جاتی ہے۔

قرآن مجید میں حضور نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ ہم نے آپ ﷺ کو شرح

صدر نہیں کر دیا یعنی ہم نے آپ ﷺ کو وہ نور عطا کیا ہے جس سے تمام رموز سے آپ ﷺ با آسانی آگاہ ہو سکتے ہیں۔

اس سورہ میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کے سینہ میں تمام باتیں سمجھنے کی استعداد پیدا کی ہے۔ ایک عام انسان سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار ذاتِ باری تعالیٰ کہیں باہر سے حاصل ہوتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ وہ علوم انسان کے دل اور روح میں موجود ہوتے ہیں۔ اَلَمْ نَشْرَحْ میں مخاطب اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ ہیں لیکن ہر طالب حق اس میں داخل ہے۔

انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اس میں ذات وصفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی اپنے دل میں مشاہدہ نہیں کرتا تو اس پر لَا یُبْصِرُوْنَ وہ نہیں دیکھتے کا طعنہ نہیں لگے گا جو کہ کفار کے متعلق ہے۔

یاد رکھو! ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن درمیان میں اس انسان کی اپنی ذات حائل ہے۔ دل میں ذاتِ حق کے مشاہدے کی طلب ہونی چاہئے۔ اپنے دل میں اس کے مشاہدے کی طلب پیدا کرو اور در بدر بھٹکتے نہ پھرو۔

حضرتِ حق کو اپنے آپ سے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسی گھوڑے کو تلاش کرو۔ لوگ اس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اسے کہنا کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کی تلاش میں لگے رہو۔ اس گھوڑے کے سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے ہے وہ کہتا ہے کہ ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر آ رہا ہے۔ وہ گھوڑے کی تلاش میں مدہوش بنا ہوا ہے اور گھوڑا اس کے سامنے موجود ہے صرف انسان کے خیالات راستے میں مانع بنتے ہیں۔

مطلوب کے نزدیک ہوتے ہوئے مطلوب کا پوچھنا اور مطلوب کا پردہ مطلوب کے نور کی چمک اس کے لئے ابر جیسی آڑ بن جاتی ہے۔ اس کی نظر کا دھوکا خود اس کی آنکھ کا پردہ ہے۔ وہی آنکھ جو آڑ کو ہٹانے والی چیز تھی وہ فوراً خود آڑ بن گئی۔ ایسے طلبگار کا کان خود اس کو بہرہ بنا دیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیالوں سے بچنا چاہئے اور یقین رکھنا چاہئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ میری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور اس کے مشاہدے کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ اس کا غم بن جائے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ انسان کو برے خیالات کو دل میں ہرگز جگہ نہیں دینی چاہئے اور وسوسہ سے بچنا چاہئے۔ سالک کو چاہئے کہ وہ مشاہدے کی کوشش کرے اور ظاہری علوم کی بجائے باطنی علوم سے خود سنوارنے کی کوشش کرے۔

جسم خاکی ہے اور روح بحرِ وحدت سے وابستہ ہے

اے سالک! انسان تو بطخ کے ایک انڈے کی مانند ہے جس کو گھریلو مرغ نے اپنے پروں کے نیچے لے کر پالا ہے۔ تیری ماں کا تعلق پانی سے ہے لیکن دایہ کا تعلق خشکی سے ہے۔ تیرا تیرنے کی طرف میلان ماں کے ساتھ تیری نسبت کی وجہ سے ہے اور خشکی کی جانب تیرا میلان تیری دایہ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے ہے۔ دایہ کی خشکی کو چھوڑ اور بطخوں کی جانب حقیقت کے سمندر میں آ جا۔ اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے تو خوف محسوس نہ کر۔ انسانی جسم روحانیت کے سفر میں بڑی رکاوٹ ہے اسے زیادہ اہمیت نہ دے۔

جسم خاکی ہے اور روح بحرِ وحدت سے وابستہ ہے۔ تو کرم کی وجہ سے خشکی اور دریا دونوں میں قدم رکھتا ہے جس طرح حضور نبی کریم ﷺ بشر ہونے کی وجہ سے اس عالم دنیا سے متعلق تھے اور ساتھ ہی ان کی روح مسلسل وحی عالم بالا سے متعلق رہتی تھی۔ ایسا ہی حال شیخ کامل کا ہوتا ہے اور شیخ کامل بحر کی مانند ہے اور ہم مرغ آب کی مانند۔

شیخ کامل ہماری باتیں سمجھتا ہے۔ دریائے وحدت میں جب شیخ کامل کی مانند کود و گے تو تمہاری حفاظت کے لاتعداد سامان پیدا ہو جائیں گے جو تمہیں ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھیں گے۔ تم خود کو بڑا سمجھتے ہو اس لئے شیخ کامل کے ہاتھ دینے میں غیرت کے خلاف محسوس کرتے ہو اور اسی لئے تم پر شیخ کامل کی حقیقت عیاں نہیں ہوتی۔ اگر انسان کو انجام کی بھلائی پر یقین ہو تو اس کے لئے مقصد کے حصول کی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں۔

انسان اپنی غفلت کی بدولت ادنیٰ مطلوب کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔ وہ دنیاوی اسباب کو ہی سب کچھ جان لیتا ہے اور اسباب کو پیدا کرنے والے کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔ جو خوش قسمت اسباب کے پیدا کرنے والے پر نگاہ رکھتا ہے اسباب اس کی نگاہوں میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جسم خاکی ہے اور روح بحرِ وحدت سے وابستہ ہے۔ سالک کو چاہیے کہ وہ خود کو شیخ کامل کے دامن سے وابستہ کر لے کہ وہ تمہارے حال سے واقف ہے۔ انسان اپنی غفلت کی بدولت ادنیٰ کی طلب کرتا ہے اور اپنے اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔ وہ خوش نصیب ہیں جو اسباب کے پیدا کرنے والے کے طلبگار ہیں اور پھر اسباب ان کی نگاہوں میں ہیچ ہیں۔

اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی غیرت کا تقاضہ

ایک دانا نے کوے اور لق لق کو اکٹھے دیکھا تو حیران ہوا۔ اس نے جستجو کی کہ ان دونوں میں قدرِ مشترک کو تلاش کیا جائے جس کی بدولت یہ اکٹھے ہیں۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں لنگڑے ہیں۔ ساتھ رہنے کے لئے قدرِ مشترک ہونا ضروری ہے۔ نبی جو کہ عرش کا شہباز ہے اور منکر زمین کا الو ہے وہ کیسے مانوس ہو سکتے ہیں؟ علیین کا خورشید سجین کی چمگادڑوں کے لئے اجنبی ہے۔

ایک وہ جو اپنے کرم سے مخلوق کو شرمندہ کرتا ہے وہ اپنی بے سروسامانی پر شرمندہ کے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر گندگی کا کیڑا باغ کی خوشبو سے دور بھاگے تو اس کی نفرت باغ کا کمال ہے۔

اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ اللہ عزوجل کے دشمن ان سے دور رہیں۔ یاد رکھو کہ بروں کا بھلوں سے میل جول بڑھانا بھلوں کے لئے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک کو کئی مرتبہ شق کیا گیا تاکہ اسے مکمل طور پر پاک کر دیا جائے۔ یہ سب اللہ عزوجل کی منشاء کے عین مطابق تھا تاکہ دوسرے ان کی ہمسری کا دعوٰی ہرگز نہ کر سکیں۔

شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا اس لئے تھا کہ وہ نامقبول مخلوق تھی۔ شیطان اگر سجدہ کر بھی لیتا تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کا دوسرا کمال مفقود ہو جاتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا سجدہ گواہ ہے اسی طرح شیطان کا انکار بھی گواہ ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے دشمنوں سے دور رہیں۔ ساتھ رہنے کے لئے قدرِ مشترک ہونا لازم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا سجدہ کرنا گواہ ہے اس طرح ابلیس کا انکار بھی آپ علیہ السلام کے کمال پر گواہ ہے۔

تخلیق کرنے کا مقصد احسان کرنا تھا

دعا کا طریقہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ سکھایا ہے کہ اے اللہ! مشکل کو آسان کر دے، دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما، صراطِ مستقیم کو پرلطف بنا دے، ہماری منزل تو خود ہی ہے۔ نفس پر قابو پانے کی وجہ سے دوزخ بھی مومن کے لئے جنت نظر آتی ہے۔ مومن نے نفس امارہ کی دوزخ کی آگ کی جگہ نفس مطمئنہ کا پانی حاصل کر لیا۔ عاشق دوست کے رخ کی شمع کے پروانے ہیں اور تمہاری حفاظت کی زرہ ایسے صاحبانِ روح کی پناہ میں جاؤ۔ عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو اور اس فرمان کی وجہ سے جگاؤ۔ جب حق نے محبت کا ہاتھ سر پر رکھا ہے تو عتاب میں بھی کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں۔ تخلیق کرنے کا مقصد احسان کرنا تھا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں دعا مانگنے کا جو طریقہ سکھایا ہے ہمیں اسی طریقہ کے مطابق دعا مانگنی چاہئے۔ جو لوگ اپنے نفوس پر غلبہ پا لیتے ہیں وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کا ہمیں تخلیق کرنے کا مقصد درحقیقت ہم پر احسان کرنا تھا۔

اپنی فکر کو درست کرو

قرآن مجید کے نورِ فرقان نے ہمارے لئے حق اور باطل کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے۔

قرآن مجید کی گوہر جیسی آیات کا نور ہماری آنکھوں کا نور ہو گیا ہے اور اس کی ہدایت میں ہمارا سوال اور ہمارا جواب بھی ہو گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی کج بینی کے باعث چاند جیسی چمک دار شے یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقت میں بھی کفار نے دوئی دیکھی۔ اعتراض اور شہد میں یہ ٹیڑھی نظر قرآن مجید کے معاملہ میں بھی حرف سوال بنی ہوئی ہے۔ اے کج بین! تو نورِ حق کو دیکھنے میں اپنی آنکھ کو درست کرتا کہ تو نورِ حق کو ایک دیکھے۔ قرآن مجید کی حق و باطل کی تمیز تجھ پر روشن ہو۔ اپنی فکر کو درست کرو اور صحیح فکر انسان کی نہیں بلکہ ذات کے گہر کے شعاع کا نور ہے۔ کان تو سنی سنائی بات کرنے والا دلال ہے اور چشم بصیرت خود صاحب وصل ہے۔ چشم بصیرت کو خود صاحب حال سمجھو اور کان کو صاحب قال جانو۔ ولی حق جنون کا پردہ اختیار کرلے تو اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔

وجہ بیان:

مولانا روی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے نور نے ہمیں حق و باطل کی تمیز سکھا دی ہے۔ اپنی فکر کو درست کرو اور چشم بصیرت کو خود صاحب حال جانو اور کان کو صاحب قال جانو۔ کان تو سنی سنائی بات کرنے والا دلال ہے۔

کامل کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہوش سے کام لو

(حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تفسیر)

اے دانا! تو صاحب دل ہے تو درجہ کمال پر پہنچنے کی وجہ سے اگر زہر بھی کھالے گا تو وہ تیرے لئے شہد بن جائے گا۔ صاحب دل کسی مضر شے سے نقصان نہیں اٹھا سکتا اس لئے کہ وہ نقائص سے فارغ ہو چکا ہے اور پرہیز سے نجات پا چکا ہے۔ اس راہ کا طالب ابھی بخار میں مبتلا ہے اور اسے صبر سے کام لینا ہوگا تا کہ مراتب کو مزید بلند کر سکے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے گستاخ! کسی مرشد کی برابری کی ہمت بھی نہ کر کیونکہ اگر مرشد سے جھگڑا کرے گا تو تیرا ہی نقصان ہوگا۔ اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا اور اگر آگ میں جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کی مثل بن۔ اگر تو تیراک نہیں ہے تو خود کو پانی میں نہ ڈال۔

ایک مردِ کامل ناقص چیزوں سے بھی نفع حاصل کرتا ہے۔ وہ اگر خاک مٹھی میں لے تو وہ بھی سونا بن جاتی ہے اور وہ سونے کو خاک بنانے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ ایسا انسان چونکہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتا ہے اس لئے اس کے کاموں میں اللہ عزوجل کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ناقص کا ہاتھ دھوکے اور مکر کا جال ہوگا۔ بیمار انسان جو بھی کرے اس سے بیماری پیدا ہوگی۔ کامل انسان بظاہر کفر کی بات بھی کرے تو وہ دین بن جاتی ہے۔ کامل کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہوش سے کام لو۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے قول "کامل کے

ساتھ معاملہ کرنے میں ہوش سے کام لو“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرشد کامل چونکہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتا ہے اس لئے اس کی تکذیب سے بچو اور اس کے ساتھ نہایت ادب کا معاملہ روا رکھو۔ مرشد کامل ناقص چیزوں سے بھی نفع حاصل کرتا ہے اور اگر وہ خاک کو مٹھی میں لے تو وہ خاک سونا بن جاتی ہے۔ مرشد کامل کا ہاتھ اللہ عزوجل کا ہاتھ ہوتا ہے جبکہ ناقص کا ہاتھ دھوکے اور مکر کا ایک جال ہے۔ مرشد کامل بظاہر کفریہ بات بھی کرے تو وہ دین بن جاتی ہے اس لئے اس کے ساتھ اپنے معاملات کرنے میں ہوش سے کام لو۔

دنیا سے جنگ کرنے کی بجائے اپنے نفس کو ہی قتل کر ڈالو

دنیا سے جنگ کرنے کی بجائے اپنے نفس کو ہی قتل کر ڈالو۔ تمہارے نفس کی وجہ سے ہی لوگ تمہارے دشمن بن گئے ہیں اور تم دشمن کی ہی وجہ سے اندھے بہرے ہو گئے ہو۔ اپنے استاد ہمدرد سے دشمنی کرنا خود تمہارا ہی نقصان ہے اور انسان اپنے برابر والے کو اپنے سے بڑا دیکھنے کا روادار نہیں ہوتا۔ حسد رزق کو کم کر دیتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے بھیجا گیا کہ وہ انسان کو اس کے اصل سے آگاہ کریں۔

انبیاء کرام علیہم السلام انسان کو قطب ارشاد کا مقام' قطب حی و قیوم مرتبت والا ہوتا ہے دوسرے اس کے نور سے فیضان عطا کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنی کیمیاء سے برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ آب و گل سے اشرف المخلوقات بنایا اور نسبتیں اسی آب و گل میں قائم کر دیں۔ وحدت وجود کا مشاہدہ کرو موجودِ حقیقی وہی ہے۔

موجودِ حقیقی کو ہی دیکھو اگر وہم میں مبتلا ہو گئے تو خدا پر بھروسہ ختم ہو گیا اور وہی منافق ہے۔ اگر نورِ باطن نہیں ہے تو کسی دانا کے سپرد خود کو کر دو۔ تمہارا وحق میں آگے مت بڑھو کیونکہ فنا کے بعد ہی مشاہدہ حق ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا سے لڑنے کی بجائے اپنے نفس کو ہی مار ڈالو۔ یہ نفس ہی ہے جس کی وجہ سے تمہارے دشمن بے شمار ہیں۔ اپنے ہمدرد سے دشمنی مول

لینے میں درحقیقت تمہارا ہی نقصان ہے۔ حسد سے بچو کہ یہ رزق کو کم کرنے والا ہے۔ اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اسی لئے مبعوث فرمایا کہ وہ ہمیں نیک و بد میں تمیز سکھائیں۔ اگر نورِ باطن حاصل نہیں ہے تو پھر خود کو کسی کامل کے سپرد کر دو اور اپنے تمام معاملات کو اللہ عزوجل کی منشاء کے مطابق کرلو تو یقیناً تمہیں مشاہدہ حق حاصل ہوگا۔

تجھے کس جزا کا انتظار ہے؟

قیامت کے دن ہر جان کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جائے گا۔ اللہ عزوجل کے قرب سے عجیب نعمتیں حاصل ہوں گی۔ اللہ عزوجل کے قرب سے کبھی فراق وصل حاصل ہوگا اور رحمت خداوندی سے بہت سی سعادتیں بھی حاصل ہو جائیں گی۔ جہاں عتاب کی توقع ہوگی وہ وہاں برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دے گا۔

ہر روح اپنے جسم کو اس علم کے ذریعے پہچان لے گی جو اسے اللہ عزوجل نے عطا کیا ہوگا۔ جس طرح بھیڑ اپنے بچے کو پہچان لیتی ہے اسی طرح روح اپنے جسم کی جانب پرواز کرے گی اور اسی طرح اعمال نامے دائیں اور بائیں جانب پرواز کر کے انسانوں تک پہنچ جائیں گے۔

فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں ان کی نیکیاں اور گناہوں کے اعمال نامے پکڑا دیں گے اور اگر کسی نے مجاہدہ کر کے نیک عادات اختیار کی ہوں گی تو وہ بروزِ محشر اس کے سامنے آ جائیں گی اور ہمارا سونا' جاگنا اور ہمارا مرنا اور بروزِ محشر زندہ ہونا سب کے گواہ ہیں۔

دنیا میں ہمارا اعمال نامہ جو فرشتے تیار کرتے ہیں وہ پوشیدہ ہیں اور قیامت میں وہ ظاہر ہوں گے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک کاریگر کے دل کے خیالات حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں اور جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اسی طرح انسان کے خیالات اور اس کے مقاصد قیامت کے دن ظاہر ہوں گے اور اس کے دل کے راز دوسروں پر ظاہر ہوں گے جس طرح لالٹین کے اندر موجود تیل یا پانی کا علم ہو جاتا ہے۔ اگر انسان متقی ہوگا تو وہ سر سبز ہوگا اور آور برے اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں

گے۔ بدکار سوکھے درخت کی مانند ہوگا اور اس نے جو مکاریاں کی ہوں گی اور جن گناہوں کا وہ مرتکب ہوا ہوگا وہ سب اس کے اعمال نامے میں درج ہوں گے۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم ان پر مہر لگا دیں گے اور ہم ان کے ساتھ گفتگو کریں گے اور ان کے اعمال کی گواہی ان کے پاؤں دیں گے۔ جب چور کے گھر سے چوری کا مال برآمد ہو جائے تو ثبوت مکمل ہو جاتے ہیں۔ فرشتے اسے جہنم کی جانب دھکیلیں گے اور کسی نہ کسی امید پر پلٹ کر دیکھے گا کہ شاید اس کے لئے معافی ہو۔

عالم قدس سے اس کو پکارا جائے گا کہ اے جھوٹے! اعمالِ صالحہ سے ننگے مڑ مڑ کر دیکھتا ہے اور تجھے کس جزا کا انتظار ہے؟

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں قیامت کے دن سزا و جزا کے معاملے کو بیان کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر جان کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جائے گا اور اس روز اللہ عزوجل کے قرب سے عجیب نعمتیں حاصل ہوں گی۔ ہر روح اپنے جسم کو اس علم کے ذریعے پہچان لے گی جو اللہ عزوجل نے اسے عطا کر رکھا ہے۔ اس دن بدکرداروں اور برے اعمال والوں کو دوزخ کی جانب دھکیلا جائے گا اور وہ امید بری نگاہوں سے دیکھیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ اب تمہیں کس جزا کا انتظار ہے؟ تم نے جو برے اعمال کئے یہ انہی کا صلہ ہے اور اب تو کس امید اور بھروسہ پر معافی کا طلبگار ہے؟

جسم پنجرے کی مانند ہے

جسم پنجرے کی مانند ہے اس لئے جان کے لئے اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے کانٹا ہے۔ یہ بھی اس کو اپنا دوست بتاتا ہے اور وہ اسے کہتا ہے کہ تیرے جیسا کوئی موجود نہیں تو کمال، فضل، احسان اور سخاوت کا سرچشمہ ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ عیش اور خوشی کا وقت ہے۔ پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے۔

جب جسم لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے تو تکبر میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس جیسے ہزاروں کو شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے۔

دنیا کی چالبازی اور ہوشیاری ایک مزیدار نوالہ ہے اسے نہ کھاؤ کہ وہ آگ سے بھرا ہوا ہے۔ آدمی کا آدمی شیطان ہے اس کا مزہ کھلا لیکن آگ ڈھکی ہوئی ہے اور اس کا دھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کی غلط مدح سرائی سے ہم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یاد رکھو کہ اثر پڑتا ہے لیکن غیر محسوس طور پر۔ جب تم کسی کی برائی سے متاثر ہوتے ہو تو جان رکھو کہ بے جا خوشامد سے بھی متاثر ہوتے ہو۔

تعریف چونکہ میٹھی ہوتی ہے اس لئے اچھی لگتی ہے اور برائی کڑوی ہوتی ہے اس لئے بری لگتی ہے۔ حلوہ کھانے میں مزہ دیتا ہے لیکن شکر کی تاثیر کی بدولت ہی پھوڑے پھنسیاں نکلتے ہیں۔ مسہل بظاہر کڑوا ہوتا ہے لیکن تمہیں گندے مواد سے پاک کرتا ہے۔

نفس تعریفوں سے فرعون بن جاتا ہے۔ اسے منکسر المزاج بناؤ۔ سرداری کی خواہش نہ کرو جب تک ہو سکے خادم بنے رہو۔ شیطان شر پھیلانے کے لئے انسان کی جانب آتا

ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تو حقیقت میں اس کا بھی استاد ہے اب اسے تیرے پاس رہنے کی کیا ضرورت ہے؟

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جسم پنجرے کی مانند ہے۔ جب جسم لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے تو یہ متکبر بن جاتا ہے۔ دنیا کی چالبازی اور ہوشیاری ایک مزیدار نوالہ ہے اسے نہ کھاؤ کہ یہ آگ سے بھرا ہوا ہے۔ بے جا خوشامد سے بچو اور یاد رکھو کہ تعریف چونکہ میٹھی ہوتی ہے اس لئے اچھی لگتی ہے۔

طبعی تصورات کا دھوکہ

انسان اپنی ذہانت اور عقل مندی کے بھروسہ پر علم نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ اپنی ذہانت اور طبعی تصورات کے دھوکے میں مبتلا رہتا ہے اور پھر اسے افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش ونگار اور آرائش میں مصروف رہ کر میں اس خزانے سے محروم ہو گیا۔ پھر وہ کہے گا کہ کاش! میں مجاہدے کے تیر سے اس خزانے کو کھود لیتا۔

حکیم سنائی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے:

همه اندر زمن بتو انیست
که تو طفلی و خانه رنگینست

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ انسان اپنی ذہانت اور عقل پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے علم نبوت سے محروم رہ جاتا ہے اور انسان طبعی تصورات اور اپنی ذہانت کے دھوکے میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے ظاہری مکان کی آرائش وزیبائش میں مصروف رہتا ہے اور اپنے اخروی مکان کی آرائش وزیبائش کی تیاری نہیں کرتا۔ پھر جب وہ اخروی نعمت سے محروم ہو جائے گا تو کہے گا کہ کاش میں مجاہدے کے ذریعے اسے حاصل کر پاتا۔

ہمیشہ محسنوں کے مہمان بنو

داناؤں کا قول ہے کہ ہمیشہ محسنوں کے مہمان بنو نہ کہ ایسے شخص کے جو تمہاری کمائی کمینگی سے وصول کرے۔ ایسے پیر روشنی نہیں دے سکتے جو تمہیں تاریک بنا دیں۔ جب اس کے باطن میں نور نہیں تو دوسرے اس سے کیسے روشنی حاصل کر سکتے ہیں؟

ایک چندیا کسی کی آنکھ کا کیا علاج کرے گا کہ اس کا دل تاریک ہے اور زبان تیز ہے۔ اس میں نہ ہی خدا کی بو ہے اور نہ اثر۔ اس نے درویشوں کی بعض باتیں چرا رکھی ہیں تا کہ گمان ہو کہ ۰۰ کچھ ہے۔ وہ بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) کی عیب جوئی کرتا ہے حالانکہ اندر سے وہ خود یزید ہے۔

اس کے لئے وقت درکار ہے کہ انسان کا اصل بھید ظاہر ہو کہ جسم کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا چیونٹی یا پھر سانپ کا بل۔ کوئی مرید اگر جھوٹے مدعی کا معتقد ہو جائے کہ وہ کچھ ہے لیکن وہ اپنے اعتقاد کی بدولت اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو جائے گا جو پیر نے خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں گے۔ وہ خود آگ اور پانی سے محفوظ رہے گے لیکن اس کا پیر محفوظ نہ رہ سکے گا۔

ایسا کوئی کوئی ہی ہوتا ہے۔ کبھی مرید کے باطن کی روشنی کی بدولت جو اسے اپنے اخلاص کی وجہ سے حاصل ہوئی پیر کے حق میں مفید ثابت ہو جاتی ہے۔ مرید اپنے نیک ارادے کی بدولت ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ جس کو اس نے روح سمجھا وہ جسم نکلا اس کے لئے ایسے احوال رونما ہو جاتے ہیں کہ اس کے ناچیز پیر نے سالوں میں بھی ان احوال کا مشاہدہ نہیں کیا ہوتا۔ جس طرح قبلہ کی درست سمت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے اٹکل نماز پڑھ لی جائے تو پھر بھی قبلہ رو نہ ہونے کی وجہ سے وہ نماز درست ہو جاتی ہے۔ ہمیں

اپنے روحانی افلاس کو چھپانے اور جھوٹی آبرو کے لئے بناوٹ ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں جعلی پیروں کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی میں ایسی صفات نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکے تو اسے ہرگز مسند پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اگر کوئی اس جعلی پیر کا معتقد ہو گیا اور اس کی نیت میں خلوص تھا تو وہ اپنی اس خالص نیت کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی سے فیضیاب ہو جائے گا۔ اپنی روحانی کمی کو پورا کرنے کے لئے جھوٹی بناوٹ ہرگز نہ کرو اور صدقِ دل سے کوشش کرو بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرو وہ یقیناً تمہارے اس افلاس کو دور کرے گا۔

جسے نورِ حق حاصل ہو گیا اسے بڑھاپا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا

جسے نورِ حق حاصل ہو گیا اسے بڑھاپا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ایسے شخص کے اعضاء کی سست مست کے اعضاء کی سستی کی مانند ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لئے بھی رشک کا باعث ہے۔ ایسا انسان جب مرتا ہے تو اس وقت اس کے رگ و پے میں اللہ عزوجل سے ملاقات کا اشتیاق ہوتا ہے۔

جو شخص ان انوارِ الٰہی سے محروم ہے اس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جسے خزاں نے ختم کر ڈالا۔ باغ کی ایسی حالت اس کی خود بینی کی وجہ سے ہوئی جو کہ بہت بڑا جرم ہے۔ جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اس کو اپنے سے دور بھگاتا ہے۔ اس نے ایسا کیا جرم کیا؟

اس کا جرم یہ ہے کہ اس نے حسن کو اپنی ملکیت جانا ہم اس سے حسن کو اس لئے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب جان جائیں کہ حسن دراصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں تاکہ یہ حسین سمجھ جائیں کہ یہ حسن کا لباس مانگا ہوا ہے اور اللہ عزوجل کی ایک تجلی تھی اور درحقیقت تمام خوبیاں تو اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں اور یہ کائنات حقیقت میں اسی کا مظہر ہے۔

کائنات میں موجود سب خوبیاں عارضی ہیں اور یہ پھر اپنے مرکز کی جانب لوٹ جاتی ہیں۔ ان کا ظہور ایسے ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینے میں سورج کی روشنی نظر آتی ہے۔ جس

طرح سورج کا نور ایک ہی رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں مختلف نظر آتا ہے اس طرح اس کی صفات ہیں اور جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے تو صرف ایک رنگ نور کا باقی رہ جاتا ہے۔

انسان کو صفاتِ خداوندی کے بغیر مظاہر کا مشاہدہ کرنا چاہیے تاکہ کائنات کے فنا ہونے کے بعد بھی وہ اس نور کا مشاہدہ کر سکے۔ تو نے مظاہر کے ذریعے اس کی صفات کے مشاہدے کی عادت خود کو ڈال رکھی ہے۔ حضرت حق اپنی صفت حسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تو جان سکے کہ یہ حسن تیرے پاس عارضی تھا۔

اگر تو اس نعمت کے زوال پر بھی اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے گا تو وہ تجھے اس سے سینکڑوں گنا زیادہ عطا فرمائے گا۔ اگر حسن کے جانے پر تو نے شکر ادا نہیں کیا تو پھر خون کے آنسو بہاتا رہے گا۔ عوض تو شکر گزار کو ملتا ہے نہ کہ ناشکرے کافر کو۔ کفار کے اعمال رائیگاں جاتے ہیں اور اللہ عزوجل نے مومنوں کے قلوب کی اصلاح کر دی ہے۔ ناشکرے سے حسن اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اس کا نشان بھی باقی نہیں رہتا پھر کافر کو اپنے اوصافِ حسنہ یاد بھی نہیں آتے۔

ہمیشگی دولت صرف شکر گزاروں اور وفاداروں کو ہی ملتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ عزوجل کو قرضِ حسنہ دو۔ پس اس حکم پر عمل کرنے سے ہی تجھے بہترین اجر مل سکتا ہے۔ انسان اپنی ضروریات کو کم کر کے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب ہی اسے آخرت میں بہترین اجر ملتا ہے۔ جو بھی دوسروں پر خرچ کرے گا دولت آخرت اسی کے حصہ میں آئے گی اور اللہ عزوجل انہیں بہترین جزا عطا فرما کر انہیں خوش کر دے گا۔ جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اس کو بڑھا کر انہیں واپس کیا جائے گا۔

اللہ عزوجل موت کو حکم دے گا کہ ان شکر گزاروں سے تو نے جو کچھ چھینا وہ ان کو لوٹا دے۔ موت ان کو دنیاوی مال دینا چاہے گی تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیں گے کہ انہیں اب اخروی مالداری میسر آ گئی ہے اور وہ کہیں گے کہ ہم صوفی ہیں اور اپنا سب کچھ لٹا چکے ہیں اب ہم اسے ہرگز واپس نہ لیں گے۔ اب اللہ عزوجل نے ہمیں وہ اجر عطا فرما دیا

ہے جس کے بعد ہمیں دنیاوی مال وزر کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

دنیاوی چیزیں شوررزدہ پانی کی مانند ہیں اور آخرت کی نعمتیں سرچشمہ کوثر ہیں۔ ایسا انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم راہِ خدا کے شہیدان ہیں اور تیری ان عنایتوں کو تیرے منہ پر مارتے ہیں تاکہ دنیا جان لے کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو دنیا کو بیکار سمجھتے ہیں۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اکھاڑ پھینکتے ہیں اور ہر معاملے میں اللہ عزوجل کی مدد کے قلعے پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں۔ یہ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں اور پھر سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی جملہ مشکلات بفضلہٖ تعالیٰ کھل جاتی ہیں اور ان کا مشرک نفس بسمل ہو جاتا ہے۔

فنا سے جو ناامیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب امید سے بدل گئی اور ان کے لئے یہ دنیا پاک جگہ بن جاتی ہے۔ اس فنا کے بعد ان کو ابدی زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔ عالم غیب میں ایسے لوگ سورج کی مانند ہوتے ہیں اور سورج ان کے مقابلے میں ستارے کی مانند ہوتا ہے۔ اب آپ پوچھیں گے کہ نیستی میں ہستی چھپی ہوئی کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں اور ایک دوسرے میں کیسے چھپی ہوئی ہو سکتی ہیں؟

جواب یہ ہے کہ یہ ایسے ممکن ہے جیسا کہ نطفے سے جو کہ غلاظت ہے اور نیستی ہے اس سے زندہ بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ کاشت کار جس نے بیج بو کر اپنی کوٹھی خالی کر لی ہے وہ اسی پیداوار پر خوش ہے جو کہ ابھی عدم میں ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آئے گی۔

پس ہر انسان کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے لئے پردۂ غیب میں ہے وہ اس کا منتظر رہے گا تاکہ وہ جان لے کہ نیکی سے لامحالہ آرام میسر آئے گا۔ پردۂ غیب کو چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ حضرت حق تعالیٰ کی کارگاہ عدم ہے جس سے وہ عطا یا عنایت کرتا رہتا ہے۔

درحقیقت دنیا غیر موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن نظر نہیں آتی جیسا کہ ہوا کو غبار وغیرہ نے پوشیدہ کر رکھا ہے جو غیر واقعی چیزیں ہیں۔ تو جو معدوم ہے وہ نظر

آ رہا ہے اور جو مخفی ہے وہ موجود ہے۔ گرد کا بگولا اٹھتا ہے تو خاک نظر آتی ہے لیکن اصل محرک یعنی ہوا نظر نہیں آتی۔ ہوا نظر نہیں آتی مگر اس کا وجود اس لئے سمجھ آ جاتا ہے کہ خاک میں خود اڑنے کی طاقت نہیں۔

انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے اور یہی حال وجودِ مطلق سے ہے جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہیں اور موجود نظر آتی ہیں۔ ہم نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے۔ یہ ہماری نظر کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو ہمیں دکھا رہی ہے اور جس کی آنکھ میں نیند ہو وہ محض خیالی اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے۔

عالم شہود جو کہ معدوم ہے موجود نظر آتا ہے اور عالم غیب ہماری جسمانی آنکھوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ منکر غیر حقیقی سمجھتے ہیں کہ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہوتے ہیں جو چاند کی چاندنی کو کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ دنیا کے متعلق ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندنی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔ دنیادار کی عمر اسی دھوکے میں ختم ہو جاتی ہے اور وہ کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتا۔

دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں۔ دوست، مال اور نیک عمل ان میں دو تو مرتے وقت ساتھ چھوڑ جاتے ہیں مگر نیک عمل وفاداری کا مظاہرہ کرتا ہے اور ہمیشہ ساتھ دیتا ہے۔ موت کے وقت محض دوست قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس لوٹ جاتے ہیں اور نیک اعمال انسان کی قبر میں اس کے ساتھی ہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسے نورِ حق حاصل ہو گیا اسے بڑھاپا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ انسان کو چاہئے کہ اس فانی دنیا میں رہ کر اخروی دنیا کے لئے کوشش کرے اور نیک اعمال کرے جو اس کے کام آنے والے ہیں۔

نام سے ترقی کر کے صفات کو دیکھو

عالم کے اندر علم کا درخت ہے جس میں آبِ حیات پایا جاتا ہے۔ علم باری کا سب سے کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے۔ علم بے پایاں ہے اور اس کے ہزاروں نام مناسب ہیں۔ نام سے ترقی کر کے صفات کو دیکھو۔ صفات سے ذات تک راہنمائی ہوتی ہے اور اسی طرح نفس خودی سے نجات پا کر غلبہ وحدت میں آ جاتا ہے۔ ناموں سے نکل کر حقیقت اور معنی تک پہنچا تو راحت ملتی ہے۔ جیسے اشیاء کی حقیقت عارضی تبدیلی سے نہیں بدلتی ایسے ہی شیخ کامل کی عارضی ریاکاری سے اس کا اخلاص نہیں بدل جاتا۔ اہل حسد کی بات تو تفرقہ پیدا کرتی ہے جبکہ شیخ کامل مریدوں کو ایک نفس واحد بناتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عالم کے اندر علم کا درخت پایا جاتا ہے اور اگر تم حقیقی علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو ناموں کی بجائے صفات پر غور کرو۔ شیخ کامل مریدوں کو ایک نفس واحد بنانے والا ہے اور حاسدوں سے بچو کہ ان کی باتیں تفرقہ پھیلانے والی ہیں۔

صوفیوں کا دل تجلیاتِ الٰہی کا مرکز ہے

صوفیوں کا دل تجلیاتِ الٰہی کا مرکز ہے۔ ذات کی خوشبو من جانب اللہ انہیں حق کی جانب کھینچتی ہے۔ رہبر کامل کسی شے کے ظہور میں آنے سے پہلے ہی اس کے حال سے واقف ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ قربِ الٰہی میں ہوتے ہیں۔ پیرانِ کامل تخلیق عالم سے پہلے ہی فکر و حکمت میں تھے۔ ان کا مشاہدہ وجود و صورت سے پرے علم الٰہی یا فکر کل کے معنی رکھتا ہے جبکہ حقیقت باطنی میں ان میں سے کوئی دو ایک ہیں انسانی روح ایک واحد نورِ جان ہے دونوں جہان اس کے رخساروں کا عکس ہیں۔ تمہاری جانب سے شوق حسن رخسار ہونا چاہئے اور تمہاری طلب کی وجہ سے اللہ کا کرم تو آسمانوں کے طبقات سے گزار دے گا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کے دل انوار و تجلیات کے مرکز ہوتے ہیں اور ان کی ذات کی خوشبو اللہ عزوجل کی خاص عطا کردہ ہے۔ وہ کسی بھی شے کے ظہور سے قبل اس سے واقف ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی ذات عوام الناس کے لئے باعث رحمت ہوتی ہے۔

باطنی حس

شیخ طریقت دلوں کے حال سے واقف ہوتا ہے اس لئے باطنی ادب ضروری ہے۔
عالم غیب کی خوشبو اس جہان میں ہی ڈھونڈو اور نورِ بصیرت تلاش کرو۔ غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس بانور ہوتے ہیں۔ ایک ہدایت یافتہ حس سے دوسری حسوں پر اظہارِ حقیقت ہوتا ہے۔ اس طرح دوسرے لوگوں کی حسیں مسخر ہوتی ہیں۔ باطنی حس کی بات ایسی ہے کہ جسم تو آسانِ ظاہر ہے۔ روح چھپی ہوئی ہے اور عقل سلیم روح سے زیادہ پوشیدہ ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ طریقت دلوں کے حال سے واقف ہوتے ہیں اس لئے ان کا باطن میں بھی ادب ویسے ہی ضروری ہے جس طرح ظاہر میں کیا جاتا ہے۔

دل پیر کامل کے ہاتھ میں موم کی مانند ہوتا ہے

یقین جانو کہ پیر کامل بھی حق تعالیٰ کی طرح بغیر کسی آلہ کے عمل پذیر ہوتا ہے اور وہ بولے بغیر مریدوں کو سبق پڑھاتا ہے۔ دل اس کے ہاتھ میں موم کی مانند ہوتا ہے کہ اس کی مہر کبھی ذلت کی مہر لگاتی ہے، کبھی شہرت کی۔ اس کے موم کی مہر انگوٹھی پر نقش خداوندی ہے۔ پھر وہ نقش جو مرید کے اوپر ابھرتا ہے سوائے پیر کے کس کا ہو سکتا ہے۔ وہ نقش زرگر ازلی کا نقش ہے اور ہر حلقہ کا سلسلہ جو یکے بعد دیگرے دوسرے حلقہ میں جڑتا چلا جاتا ہے اس پر بھی یہی نقش منقش ہوگا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ دل پیر کامل کے ہاتھ میں موم کی مانند ہوتا ہے۔ پیر کامل بولے بغیر مریدوں کو سبق پڑھاتے ہیں اور پیر کامل جس جانب چاہے مرید کو موڑ سکتا ہے۔ مرید کو پیر کامل کی صحبت واصل باللہ کر دیتی ہے۔

ایک مسخرے کا دعویٰ پیغمبری

ایک مسخرے شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اس نے یہ دعویٰ افلاس سے مجبور ہو کر کیا تا کہ لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا سکے۔ وہ اپنی گفتگو میں دو جملے استعمال کرتا جس کے دو معنی ہوتے۔ ایک معنی نبوت کے دعویٰ پر محمول ہو سکتا تھا تو دوسرے معنی کا نبوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نے اپنے نبی ہونے کا مطلب یہ بتایا کہ وہ اللہ عزوجل کی جانب سے اس دنیا میں آیا ہے اور اللہ عزوجل نے مجھے ملک عدم سے بھیجا ہے۔

لوگوں نے اس سے کہا کہ عدم سے تو ہم سب بھی آئے ہیں تجھ میں ایسی کون سی خصوصیت ہے؟

اس نے کہا کہ بے شک تم لوگ بھی عدم سے آئے ہو مگر ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ تمہیں نہ راستے کا علم ہے اور نہ ہی تم اپنی منزل کے متعلق جانتے ہو۔ تم لوگ سوتے ہوئے بچے کی مانند دنیا میں آئے ہو جبکہ میں بیداری کی حالت میں آیا ہوں۔

لوگوں نے بادشاہِ وقت سے مطالبہ کیا کہ اسے سزا دی جائے۔ بادشاہ نے اسے بہت کمزور جانا اور کہا کہ یہ سزا برداشت نہیں کر سکے گا۔ بادشاہ نے سوچا کہ اسے سزا دینے سے بہتر ہے کہ اسے سمجھایا جائے۔

بادشاہ نے تنہائی میں اس سے پوچھا کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں دارالسلام سلامت کے گھر یعنی دنیا میں آیا ہوں۔ بادشاہ نے تفریحاً پوچھا کہ تو نے آج ناشتہ میں کیا کھایا؟

وہ بولا اگر میرے پاس کھانے کو کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا؟ ان

لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ کرنا ایسا ہی مشکل کام ہے جیسے پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا۔

ان لوگوں کا یہی حال ہے اور انہیں اللہ عزوجل کے پیغام سے کچھ نسبت نہیں ہے۔

ہاں! اگر کسی حسین عورت کا پیغام ان کے پاس آئے تو یہ سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں اللہ عزوجل کی جانب بلاؤ تو ناگواری محسوس کریں گے اور آخرت سے ڈرانے والے کی جان کے دشمن بن جائیں گے۔ یہ لوگ اللہ عزوجل کے جس پیغام کو رد کرتے ہیں اور کسی دین کی حمایت نہیں کرتے انہیں اس فانی دنیا سے محبت ہوتی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک مسخرے کے دعویٰ پیغمبری کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ ہمیں اللہ عزوجل کی دعوت سے کچھ نسبت نہیں اور اگر کوئی حسین عورت پیغام دے تو ہم فوراً اس پیغام کو قبول کر لیتے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

انسان میں عقل اور شہوت دونوں موجود ہیں

ایک بادشاہ کا غلام شہوت پرست اور بے وقوف تھا۔ وہ اپنے آقا کی معمولی خدمت بھی انجام نہیں دیتا تھا۔

وہ غلام اپنے آقا کا بدخواہ تھا اور اپنی اس عادت سے بخوبی واقف تھا۔ بادشاہ نے اس کی تنخواہ کم کر دی اور وہ کم عقل اور لالچی تھا اس لئے سرکشی پر اتر آیا۔ اگر وہ عقل مند ہوتا تو خود پر نگاہ دوڑاتا اور اپنی کوتاہی کی معافی بادشاہ سے مانگتا۔

اس غلام کی مثال اس گدھے کی سی تھی جس کی ایک ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی تھی پھر بھی وہ شرارت کرنے لگا۔ اس کی دوسری ٹانگ کو بھی باندھ دیا گیا۔ دونوں ٹانگیں بندھنے کے بعد وہ کہنے لگا کہ میری ایک ٹانگ باندھنا ہی کافی تھی۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی دونوں ٹانگیں اس کی کمینگی کی وجہ سے باندھے گئے اور اگر وہ سمجھتا کہ میری ایک ٹانگ بھی میری اس کمینگی کی وجہ سے باندھی گئی تو وہ یقیناً شرارت سے باز آ جاتا اور پھر اس کی پہلی ٹانگ بھی کھل جاتی۔

اللہ عزوجل نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی ہے اور اس عقل کا تقاضہ ہے کہ وہ صرف اطاعت اور بندگی بجا لائیں لہٰذا یہی وجہ ہے کہ فرشتوں سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا۔ حیوانات میں صرف شہوت و حرص رکھی چاہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی۔ انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھیں اور ملائکہ کی غذا صرف عشق خداوندی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کے شہوت پرست غلام کا قصہ

بیان کرتے ہیں جو اپنے آقا کی معمولی خدمت بجالانا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے اس کی تنخواہ میں کمی کردی اور وہ کم عقل سرکشی پر اتر آیا۔ اللہ عزوجل نے انسان میں عقل اور شہوت دونوں کو رکھا ہے اس لئے انسان سے گناہوں کا صدور بھی ہوتا ہے اور فرشتوں میں صرف عقل رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں اور فرشتوں کی خوراک صرف عشقِ خداوندی ہے۔

عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ

انسان کو ہمیشہ وہ بات کرنی چاہیے جس کی تائید اس کا عمل کر سکے۔ کفار زبان سے تو اللہ عزوجل کے وجود کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کا عمل حقیقت میں یہ ہے کہ وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔

ایک زہد کے مدعی کی خوبصورت بیوی تھی اور اس کی ایک لونڈی بھی حسین تھی۔ بیوی ہمیشہ شوہر کی نگرانی کرتی اور اسے کبھی تنہا اس لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی تھی۔ تقدیر کا حکم ہوا اور بیوی حمام میں تھی کہ اسے یاد آیا کہ وہ طشت گھر بھول آئی ہے۔ لونڈی سے کہا کہ فوراً گھر جاؤ اور جا کر وہ طشت لے آؤ۔ وہ حسین لونڈی بھی اپنے آقا کو پسند کرتی تھی جب وہ گھر پہنچی تو اس نے آقا کو خلوت میں پایا۔

شہوت کے جوش میں وہ دروازے کی کنڈی لگانا بھول گئے۔ بیوی نے سوچا کہ میں نے تو روئی اور آگ کو خود اکٹھا کر دیا وہ تیزی سے گھر کی جانب بھاگی۔ بی بی اور لونڈی کے بھاگنے میں بہت فرق ہے بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی اپنے عشق کی وجہ سے بھاگ رہی تھی۔

یہی کیفیت عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کی ہے۔ عارف کی سیر عاشقانہ اور زاہد کی سیر جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے۔ بسط اور قبض اللہ عزوجل کی قدرت میں ہیں۔ عارف کا تھوڑا سا وقت عشق کے تحت بڑے بڑے کام کر جاتا ہے اور وہ قرب کے مقام جو زاہد پچاس سال میں طے کرتا ہے عاشق ایک ہی دن میں طے کر جاتا ہے۔

بسط و قبض کا یہ معاملہ عقل و وہم سے سمجھ نہیں آسکتا۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام

ہے اس کی صفت خوف ہے۔ اللہ عزوجل کی صفت عشق ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت اللہ عزوجل کی صفت ہے اور اللہ عزوجل کی ہر صفت کمال سے متصف ہے۔ محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے اس لئے عشق بھی اللہ عزوجل کی صفت ہوا۔

انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اس صفت خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ عشق اور خوف میں بھی بہت فرق ہے۔ اللہ عزوجل کی صفت عشق غیر محدود ہے اور خوف یعنی قیامت تک کا زمانہ محدود ہے۔ غیر محدود محدود میں نہیں سما سکتا۔ لہٰذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعے ہوتی ہے اور عارف کی پرواز پانچ سو پروں والے عاشق کے ذریعے۔ زاہد عشق کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا اگر اللہ عزوجل کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے۔ عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر و اختیار سے بالاتر ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زاہد جو منازل پچاس سالوں میں بھی طے نہیں کر سکتا عارف وہ منازل ایک لمحے میں طے کر جاتا ہے۔

اللہ عزوجل کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

جب مخلوق کی تخلیق کے وقت اللہ عزوجل نے فرشتوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے تخلیق انسان اور اس کی خلافت کے خلاف مشورہ دیا۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی ارواح چونکہ قدرت کے سمندر میں غرق تھیں اور منشائے الٰہی سے واقف تھیں انہوں نے فرشتوں کے اس مشورہ پر استہزاء یہ اڑایا کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نتائج سے آگاہ تھے۔ عالم ناسوت میں آنے سے قبل انہوں نے ان چیزوں کا مشاہدہ کر رکھا تھا اور وہ ان کی کیفیات سے آگاہ تھے۔ روحِ اعظم میں سب کا اشتراک تھا لہٰذا تمام اولیاء اللہ رحمہم اللہ درحقیقت متحد اور ایک ہیں اگرچہ تشخص کے اعتبار سے ان میں دوئی ہے مگر باطنی قوت کے اعتبار سے وہ ایک ہیں کیونکہ اللہ عزوجل کا نور متعدد نہیں ہو سکتا۔ موجوں کا تعدد ہوا کی وجہ سے ہے ورنہ درحقیقت وہ ایک ہی ہیں۔ روحِ انسان تعداد کے باوجود حقیقت میں متحد ہے۔ سورج کی روشنی کا تعدد مختلف قسم کے روزنوں کی وجہ سے ہے درحقیقت وہ ایک ہی ہے۔ اللہ عزوجل کے نور میں تفرقہ ممکن نہیں۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں تخلیق انسان سے قبل اللہ عزوجل کا فرشتوں سے مشورہ کرنا بیان فرما رہے ہیں۔ فرشتے چونکہ اللہ عزوجل کی منشاء سے واقف نہ تھے اس لئے انہوں نے اس مشورہ کا مذاق اڑایا۔

خوشامدیوں کے شر سے اعمال نامہ سیاہ ہوجاتا ہے

جان لو کہ بغیر اللہ اور اللہ والوں کی عنایت کے اگر فرشتہ بھی ہو تو خوشامدیوں سے نہیں بچ سکتا۔ ان کے شر سے اس کا اعمال نامہ بھی سیاہ ہوجائے گا۔ اے اللہ! اے صاحب قدرت! اے ہر شے سے مبرا! تو ہر ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔ تجھ میں نہ کسی شے کی کمی ہے اور نہ ہی زیادتی۔ تیرے ہی ذریعے ہم تک ہدایت پہنچی اور ہم ذلیل و خوار ہونے سے بچ گئے۔ تو نے ہمارے عیب ظاہری و باطنی پر پردہ ڈال دیا۔ وہ قطرۂ علم جو تو نے مجھے بخش رکھا ہے اس کو اپنے علم کے دریاؤں سے متصل کردے۔ میری روح میں علم کا ایک قطرہ موجود ہے اس کو نفس کی شرانگیزیوں سے بچالے۔ اے اللہ! تو اس پر قادر ہے کہ جب ہوائے نفس اور لذاتِ جسمانیہ اس قطرۂ علم کو بالکل خشک کرلیں تب بھی تو اس کو ان سے واپس لے لے اور اپنی بے پایاں رحمت اس کی رہائی کرالے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں بیان کرتے ہیں کہ خوشامدیوں کے شر سے اعمال نامہ سیاہ ہوجاتا ہے۔ اگر اللہ عزوجل کی نصرت شامل حال رہے تو انسان ذلیل و خوار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے پایاں رحمت کی بدولت ہی انسان بخشا جائے گا ورنہ اعمال کا حساب بہت سخت ہے۔

مرشد کامل کے پاک حوض سے نفس کو پاک کرو

مرشد کامل کے پاک حوض سے نفس کو پاک کرو۔ حق کی راہ میں جان بھی جائے تب بھی آگے بڑھو۔ عاشق تو آگ کی بھٹی میں خوشی محسوس کرتا ہے کیونکہ فنا کے بعد بقا ہے اور موت ختم ہے۔ شدتِ شوق جنون میں فاش گوئی کی قلندرانہ کیفیت' نااہلوں کے ہاتھ انبیاء کرام علیہم السلام کا ستایا جانا' اپنے خصائل کی بنا پر انسانوں کا حشر ہونا' انسان کی حیوانی اور ملکوتی صفات' عارفوں کے باطن سے فیضان حاصل کرنا' زندگی میں فنائے جسم کے بعد حیاتِ نو اور اسرارِ الٰہی کا عطا ہونا' اس زندہ روح کا شیطان کو ظاہر کر دینا اور نفس کی گائے کو ذبح کر کے اس پر چھپی ہوئی روح کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اچھے کاموں کو کل پر چھوڑ دینے کی آفت' صحیح سخاوت جسم کی خواہشات کو چھوڑنا ہے۔ عشق کے مجاہدوں سے جسم کے بند توڑ کر اللہ عزوجل کے رنگ میں رنگ جاؤ۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مرشد کامل کے پاک حوض سے نفس کو پاک کرو تب ہی تم راہِ حق میں آگے بڑھ سکو گے۔ فنا کے بعد بقا ہے اور عشق کے مجاہدوں سے جسم کے بند توڑ دو پھر ہی تم صحیح معنوں میں عشقِ الٰہی کے رنگ میں رنگ سکو گے۔

فقیر ساتوں طبقات کا امین ہوتا ہے

فقیر اللہ کے ساتھ میں اور مخلوق سے علیحدگی میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ راہِ حق میں بلند مُرتبہ مردانِ حق کی تعظیم سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ فقیر ساتوں طبقات کا امین ہوتا ہے۔ بڑوں کی شان میں گستاخی کرنے والا آتشِ حق کی چنگاری سے جل کر راکھ ہو سکتا ہے اس لئے کسی کامل کے تابع ہو جاؤ کیونکہ اسی میں امان ہے۔ خود پرستی تکبر کا باعث ہوتی ہے اور سرکشی بری عادتوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نیک لوگوں کے لئے اللہ عزوجل نے نجس کو پاک کر دیا ہے اور شیخ کامل ایک لامحدود کیمیا ہے۔ شیخ کامل ازلی دریائے حق ہے اور آبِ کوثر کی مانند ہے۔ شیخ کامل سے حسد کرنے والے سے رحمت کا پانی روک لیا جاتا ہے اور سورج کی شعاعوں کی مانند شیخ کامل کا نور بھی نجاست گوارا نہیں کرتا۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ فقیر اللہ عزوجل کے قرب میں خوشی محسوس کرتا ہے اور فقیر ساتوں طبقات کا امین ہوتا ہے۔ شیخ کامل دریائے حق ہے اور سالک کے لئے آبِ کوثر کی مانند ہے۔ پس شیخ کامل کی صحبت اختیار کرتے وقت صدقِ دل سے صحبت اختیار کرو تا کہ نعمتِ عظمیٰ کے حقدار بن سکو۔

صوفیوں کے سینے ذکر وفکر سے بھرے ہوتے ہیں

بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ پر پہلوانوں کو کھڑا کرتے ہیں کیونکہ دل بائیں جانب ہے۔ اہل قلم اور محاسب کو بادشاہ دائیں جانب کھڑا کرتے ہیں کہ درج کرنے اور لکھنے کا عمل دائیں ہاتھ کا ہے۔ صوفیاء کرام کو سامنے جگہ دیتے ہیں کیونکہ وہ روح کا آئینہ ہوتے ہیں اور ظاہری آئینے سے بہتر ہیں۔ پس اے بیٹے! صوفیوں کے سینے ذکر وفکر سے بھرے ہوتے ہیں آئینہ کی صورت ان کے دل پر درست نقش ابھرتے ہیں۔ جو اصل میں حسین ہو وہ آئینہ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ جو شخص خوبصورت اور موزوں رکھتا ہو وہی حقیقت میں آئینہ کا طالب ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں بادشاہوں کی عادت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صوفیوں کے سینے ذکر وفکر سے بھرے ہوتے ہیں اور ان پر آئینہ کی مانند درست نقش ابھرتے ہیں۔ پس تم بھی صوفیاء کرام کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو تا کہ حقیقت سے آشنا ہو۔

دوستی کی شناخت

دوستی کی شناخت دوست کے ہاتھوں پر مصیبت و آفت پر خوش آنا ہے۔ خواہش نفسانی سے آزادی پانے والا ہی حقیقی آزاد ہے۔ دنیا مکروفریب کے زہد کی قدر کرتی ہے اور فقیر کو عامی سمجھتی ہے۔ نورِ باطن رکھنے والا عارف ہے اور اصل حال دیکھتا ہے۔ ایمان و محبت قابل قدر چیزیں ہیں اور تمہاری حرص وغفلت جس کی جانب تم توجہ نہیں کرتے وہ شیطان چوری کر سکتا ہے جبکہ عاجزی اور فنا کی مزدوری ترکِ خودی عطا کرتی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ دوستی کی شناخت یہ ہے کہ جب دوست کے ہاتھوں کوئی مصیبت آئے تو اس پر خوش ہوا جائے اور یہ دنیا مکروفریب کے زہد کی قدر کرتی ہے اور حقیقی زاہد کو نہیں پہچانتی۔

عابد کی دعا

ایک صحرا میں ایک عبادت گزار عابد قیام پذیر تھا۔ کچھ حاجی وہاں سے گزرے تو اسے گرم ریت پر عبادت میں مصروف دیکھ کر حیران رہ گئے کہ صحرا کی گرمی ہلاک کرنے والی تھی۔ وہ اس قدر تکلیف دہ مقام میں اپنی عبادت پر اس قدر خوش تھا جیسے کوئی سبزہ گل میں مسرور ہو یا جیسے براق کی سواری پر ہو۔ وہ خشوع و خضوع اور عاجزی سے بھرپور اپنے دوست سے استغراقِ میں گم راز و نیاز کر رہا تھا۔ حاجیوں کا وہ گروہ کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ عابد اپنی نماز سے فارغ ہو۔

جب وہ عابد استغراقی کیفیت سے لوٹا تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں اور چہرے سے وضو کا پانی ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ پانی کہاں سے آیا؟ اس نے آسمان کی جانب اشارہ کیا۔ حاجی کہنے لگے کہ اے دین کے بادشاہ! ہمیں اپنے راز سے آگاہ کرتا کہ تیری اس حالت سے ہمیں یقین کی قوت نصیب ہو۔

اس عابد نے ان کی دعا کی قبولیت کے لئے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے مولا! میں عالم بالا سے رزق تلاش کرنے کا عادی ہوں کیونکہ تو نے میرے لئے اس کا دروازہ کھول رکھا ہے تو ان حاجیوں کی دعا قبول فرما لے۔ تو نے مجھے وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ کا مشاہدہ کروایا ہے۔

اس دوران ابر آیا اور اس نے برسنا شروع کر دیا۔ ہر جگہ جل تھل ہو گیا۔ حاجیوں میں سے کچھ کو یقین کامل کی دولت نصیب ہوگئی کیونکہ ہدایت اور یقین عطا کرنا اللہ عزوجل ہی کے اختیار میں ہے۔ ان حاجیوں میں کچھ لوگ کھوٹے اور کچھ کچے تھے یعنی ابدی ناقص

تھے اور وہ محروم رہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک عابد کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یقین کامل اور ہدایت کی دولت اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے ہی نصیب ہوتی ہے اور جو ہدایت کے طالب نہیں ہوتے وہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہتے ہیں۔

قرآن مجید کی شرط

اے عزیز! دل کا نور روح سے ہوتا ہے۔ اے کہ تو شرم سے مست اور بے نیاز ہے۔ اس روح کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ۔ جس وقت تیرے یہ ہاتھ پاؤں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا اس وقت تیری روح کے بال و پر بھی ہوں گے جو پرواز کریں۔ جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی اس وقت کے لئے ضروری ہے کہ تو باقی رہنے والی روح کو زندہ رکھ۔

قرآن مجید کی یہ شرط ہے کہ جو شخص نیکی لایا اس کے معنی محض نیکی کرنا ہی نہیں بلکہ نیکی کو بحرِ حقیقت یعنی خدائی دربار میں پیش کرنا بھی ہیں۔ کیا تو جوہر انسانیت رکھتا ہے یا نرا گدھا ہے؟ جب یہ چیزیں جن کا وجود دوسرے جہان میں نہیں ہے فنا ہو گئیں تو انہیں لے کر آگے کہاں جا سکے گا؟

یہ نماز و روزہ بھی ایسی ہی عرضی میں شمار ہیں یعنی دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے اور دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے اس لئے ناپید ہیں۔ عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہو گیا لیکن فرزند ہے جسے جوہر کہیں ہم سے برآمد ہو گیا۔ کیمیا کا استعمال یعنی ترکیب عرض ہے اور جوہر سونا چاندی ہے جو کیمیا گری سے یار کو ملا۔ پس بکری کی قربانی قرب حاصل کرنے کے لئے سبب بنے گی نہ کہ اس کے سایہ کی قربانی۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی شرط ہے کہ جو شخص نیکی لایا اس کے معنی محض نیکی کرنا ہی نہیں بلکہ اس نیکی کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بھی پیش کرنا ہے۔

رازِ فنافی اللہ

اس "فنا" کے راز کی تفصیل میں زوروشور سے بیان کرتا لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی لغزش نہ دکھا جاؤں۔ نکتے تیز تلوار کی مانند ہیں اور اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے تو لوٹ جا کیونکہ تلوار تیز ہو تو بغیر ڈھال کے اس کے سامنے مت جاؤ کہ یہ کاٹنے سے نہیں شرماتی اس لئے تلوار کو میں نے غلاف کر لیا ہے تاکہ کوئی الٹا سمجھنے والا الٹا نہ سمجھ لے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں فنافی اللہ کے راز کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اگر میں نے اس کی تفصیل بیان کی تو مجھے ڈر ہے کہ میری کسی کوتاہی کی وجہ سے میں زیرِ عتاب نہ آ جاؤں۔

باطن میں راز کھل کر مشاہدہ اور گفتگو کی حقیقت ایک ہو جاتی ہے

یقین بالغیب کے باوجود شانِ حکمت دیکھنے کا شوق عارف میں ہوتا ہے۔ اشیاء کا ظہور سبب کے تحت ہوتا ہے اور بے سبب میں جسم کی پرورش کی بجائے روح کی پرورش کرنی چاہیے۔ سختیاں رحمت کی بنیاد ہیں اور زندگی کی تلخیاں آخرت میں رحمت کا باعث ہیں۔ حقیقت کے چراغ سبب کے چراغوں سے پاک ہوتے ہیں اور حقیقت کی جانب راہنمائی کرتے ہیں۔ وہ ہمارے نفوس کو تہذیب عطا کرتے ہیں جبکہ دانا دشمن نادان دوست سے افضل ہے۔ باطن میں راز کھل کر مشاہدہ اور گفتگو کی حقیقت ایک ہو جاتی ہے۔ ازل سے ابد تک کے تمام حالات وواقعات روشن ہو جاتے ہیں۔ عشق کا دین جان کا نور ہے اور یہ مقامِ امن ہے۔ حق کی زبان سے ساتویں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ سے بولا جا سکتا ہے۔ دل کے خون میں آلودہ ہو کر بھی سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے آگے کا سفر کیا جا سکتا ہے۔ عاشق کو ٹوکنا تازیانہ کا کام کرتا ہے اور اس مقام کے احوال کا بیان اسی ذاتِ حق کا بیان ہے اور اس سے تعلق اپنی استعداد سے بھی بڑھ کر ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ باطن میں راز کھل کر مشاہدہ اور گفتگو کی حقیقت ایک ہو جاتی ہے۔ دانا دشمن نادان دوست سے افضل ہے۔

کشادہ دستی بغیر معاوضہ کے توقع کے ہوا کرتی ہے

انسان کی بات اس کے باطن کے حال کی گواہی دیتی ہے۔ قرآن مجید کے نور نے حق و باطل میں تفریق پیدا کر دی ہے۔ صحیح فکر ذات کے نور سے حقیقت بین ہوتی ہے۔ کان صرف صاحب قال ہے، چشم بصیرت صاحب حال ہے، یقین میں پختگی، عمل کے بعد عین الیقین ہوتا ہے۔ جو اپنا عرفان کر لے اس کی نظر اللہ کی نظر ہوتی ہے اور جو بدلہ سے بھی بے نیازی میں جان دے وہی جوانمرد ہے۔ سخاوت آخرت کو مدنظر رکھ کر کرتے ہیں مگر کشادہ دستی بغیر معاوضہ کے توقع کے ہوا کرتی ہے۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید کے نور کے ذریعے حق و باطل میں تمیز واضح کر دی ہے اور سخاوت کرتے وقت مدنظر آخرت ہونی چاہئے نہ کہ دنیاوی فائدے کے لئے سخاوت کی جائے۔ یاد رکھو کہ کشادہ دستی بغیر معاوضہ کے توقع کے ہوا کرتی ہے۔

سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے

خبردار! ایسا ہرگز نہ کہو کہ میں کل شروع کروں گا۔ آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔ اس معاملے میں صرف باتوں سے کام نہیں چلتا' سخاوت اور خیرات کو اپناؤ اور بدن کی سخاوت یہ ہے کہ اسے جسمانی لذتوں اور شہوتوں سے دور رکھا جائے اور اسے عبادت میں مشغول رکھا جائے۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے اور جو شخص سخی ہے اس نے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے۔ وہ شاخ سخی کو اس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک اس کو بہشت میں داخل نہیں کروا دیتی۔

اے انسان! تو حسن کا یوسف ہے اور یہ جہان کنواں ہے اور رسی اللہ عزوجل کے حکم پر صبر کرنا ہے۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں نجات کا طریقہ بتا دیا ہے جو کہ توبہ و استغفار ہے۔ اس طریقہ سے اللہ عزوجل کے مقرب بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی بگولا اٹھتا ہے تو گردوغبار نظر آتا ہے اور ہوا جو کہ اس کی اصل ہے وہ نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ انسان بگولے کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گرد اڑ رہی ہے۔ عالم شہود میں بھی دراصل غیب کام کر رہا ہے جیسے بگولے میں ہوا۔ پس اصل عالم غیب کو سمجھو۔

ہمارے ظاہری حواس عالم شہود کو دیکھتے ہیں لیکن اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی نگاہ عالم غیب کو دیکھتی ہے۔ عالم ظاہر میں جو کچھ عمل ہو رہا ہے وہ محض چھلکا ہے اور فنا ہونے والا ہے۔ اصل محرک تو عالم غیب میں ہے جو ظاہری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ حسی نظر صرف عالم شہود کی چیزوں کو ہی جان سکتی ہے لیکن ظاہری آنکھ کا سوار بھی اللہ عزوجل کا غیبی نور ہے۔ گھوڑے کی آنکھ رہبر کی آنکھ ہوتی ہے ورنہ گھوڑے کی نگاہ تو گھاس اور دانے پر ہی ہوتی ہے۔

اسی طرح حسی آنکھ کے پیش نظر صرف دنیاوی اشیاء ہوتی ہیں۔ اگر نورِ بصر پر نورِ حق سوار ہوتا ہے تو اس کو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔

نورِ بصیرت کے بغیر محض نورِ بصارت سے وصول الی الحق ممکن نہیں اور قرآن مجید میں نور علی نور سے یہی مراد ہے۔ نورِ حسی انسان کو دنیا کی جانب مبذول کراتا ہے اور اس کے جملہ محسوسات عالم اسفل کے ہیں۔ جن لوگوں کو نورِ حق حاصل ہو گیا ان کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ آجاتا ہے کہ ان کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہے۔

نورِ بصارت جو کہ مادی چیز ہے وہ بھی نظر نہیں آتا تو پھر نورِ بصیرت جو کہ نورِ ایمان ہے وہ کیسے نظر آسکتا ہے؟ اس جہان نے عالم غیب کی مہربانی سے عاجزی اختیار کی ہوئی ہے اور یہ عالم ہر اس تصرف کو قبول کر لیتا ہے جو عالم غیب اس میں کرتا ہے۔ کوئی قلم بغیر ہاتھ کے نہیں لکھتا' نہ کوئی گھوڑا بغیر گھڑ سوار کے گھڑ دوڑ میں دوڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کوئی کرنے والا تو ہے۔ قضا و قدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم و قدیر کے چلائے ہوئے ہیں اور اس میں اس کی کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔

غزوۂ بدر میں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی جانب پھینکی جس نے آندھی کی مانند دشمنوں کی آنکھوں کو متاثر کیا۔ اگر کوئی تیر تمہیں آلگے تو اسے قضا و قدر کی جانب سے جان اور غم و غصہ نہ کر۔ غصہ کی حالت غلط بینی کے باعث ہوتی ہے اور انسان کو ہمیشہ قضا پر راضی رہنا چاہئے۔ اس جہان میں جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ ہماری نگاہوں سے پردہ میں ہے۔ ہر انسان کا دل قدرت کے قبضہ میں ہوتا ہے جسے وہ ایک آن میں پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔

ہر سالک کو چونکہ بے شمار مراتب طے کرنے ہوتے ہیں اس لئے اس راہ میں خطرات بھی بے شمار ہیں۔ سالک مراتب حاصل کرنے کے بعد ہی مقامِ امن پر پہنچتا ہے۔ کمال حاصل کرنے کے بعد خطرات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ نقصان کی جانب نہیں لوٹتا۔ کمال ابدیت کے بعد انسان کو رب کی جانب سے سلطانی عطا ہوتی ہے اور اس سے باطنی تصرفات

سرزد ہوتے ہیں۔ مریدین کے دل شیخ کے تصرف سے کبھی قبض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کبھی بسط میں' پیر کے دل پر نقش خداوندی ہوتا ہے اور مرید کے دل پر پیر کا نقش ابھرتا ہے۔ ہر حلقہ یا سلسلہ کے یکے بعد دیگرے جس قدر مرید ہوتے چلے جائیں گے ان کی صورت ہوگی۔ پیر کے دل کے منقش خداوندی کی وجہ سے مرید کے دل پر شیخ کی توجہ کی بدولت اسرار و حکمت کے لاکھوں چشمے پھوٹتے ہیں اور خدانخواستہ شیخ کی توجہ کے ہٹ جانے سے پابند ہو جانے سے معارف کفریہ خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔

کوہِ طور نے جب اس پر اللہ عزوجل کی تجلی پڑی اسنے قبول کر لیا۔ پہاڑ تو فیوض کو قبول کر کے اور انسان اپنے اندر ایسی صلاحیت پیدا نہ کرے تو نہایت شرم کی بات ہے۔ اسی زندگی میں انسان کے دل اور اعضاء پر اللہ عزوجل کے قرب کے فیوض طاری ہونے چاہئیں اور ضروری ہے کہ بدن کو مجاہدات کے تیشہ سے اکھاڑ پھینکا جائے خواہ اس زندگی میں تکلیف کیوں نہ محسوس ہو۔

اگر مجاہدات سے مقامِ فنا حاصل کر لیا جائے تو مقامِ احسان حاصل ہو جائے گا۔ یہ مقامِ انسان کو بھلوں کی صحبت سے ہی مل سکتا ہے۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر انسان خدائی رنگ میں رنگا جاتا ہے جیسے لوہا آگ میں فنا ہو کر لوہا ہوتے ہوئے بھی آگ کی صفات کا حامل ہو جاتا ہے۔ جیسے وادی ایمن میں درخت میں سے "انی انا اللہ" کی آواز آتی تھی۔

منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ فنائیت کلی وجہ سے صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گئے جیسے لوہا سرخ ہو کر زبانِ حال سے اپنے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسی طرح بعض اہل اللہ بھی جب اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں تو وحدت کے مدعی ہو جاتے ہیں۔ انسان میں جب اخلاقِ خداوندی پیدا ہو جاتے ہیں تو اس میں مسجود ہونے کی صفت خداوندی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذاتِ حق کو آگ سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ یہ بات محض سمجھانے کے لیے تھی اس لئے اس معاملے میں خاموشی بہتر ہے۔

ذات و صفات کی بحث ناپیدا کنار سمندر ہیں ان میں کودنا مناسب نہیں۔ میرے

(مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ) جیسے سینکڑوں عالم بھی مل جائیں تو ان بحثوں کو سلجھا نہیں سکتے۔ بے شک یہ ایک نازک کام ہے لیکن میں ذات وصفات کے ذکر کے بغیر صبر نہیں کرسکتا کہ میں بطخ ہوں جو اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتی ہے کہ جس جانب چاہے بہالے جائے۔ ذات وصفات کے ذکر میں غلبہ حال میں کبھی سوئے ادب بھی ہو جاتا ہے لیکن ذکر کرنا بہر حال نہ کرنے سے بہتر ہے۔ شیخ کامل خدائی حوض کی مانند ہوتا ہے جس کا تعلق دریائے باطن سے ہوتا ہے۔ شیخ کامل کے باطن کا اتصال ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے۔ نیک لوگوں کو بھی شیخ کامل کا دامن تھام لینا چاہئے ورنہ ان کی محدود پاکی کسی بھی دن ختم ہو جائے گی۔

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں فنافی اللہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نازک مسئلہ پر بات نہ کرنا ہی بہتر ہے کہ اس نازک مسئلہ کے بیان میں بے شمار کوتاہیوں کا اندیشہ ہے۔ انسان کو آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سخاوت جنت کے ایک درخت کا نام ہے اور سخی جب راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے تو وہ اس درخت کی شاخ کو پکڑ لیتا ہے پھر یہ شاخ اسے جنت میں داخل کرا دیتی ہے۔

ایمان اور توکل اختیار کرو'

شیطان تم پر غالب نہیں ہوگا

ماں نے بچے سے کہا کہ اگر تمہیں کوئی ڈراؤنا خواب آئے یا پھر قبرستان میں یہ خیال ہو کہ کوئی خوفناک چیز گھات لگائے بیٹھی ہے تو دل کو مضبوط کر کے اس پر حملہ کر دینا وہ بھاگ جائے گا۔ بچے نے کہا کہ اگر اس کی ماں نے بھی اسے یہی بات سمجھائی ہوئی ہوگی تو وہ آ کر میرے گلے سے چمٹ جائے گا۔ جس طرح تم مجھے سمجھا رہی ہو اس خیال کی بھی کوئی ماں اور ہوگی جس نے اسے اسی طرح سمجھایا ہوگا۔

اگر شیطان کے متعلق کوئی ایسا سوال کرلے جیسا کہ اس بچے نے اپنی ماں سے کیا تو قرآن مجید میں شیطان کے متعلق ہے کہ شیطان ان لوگوں پر ہرگز غلبہ نہیں پا سکتا جو کہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ایمان والے ہیں۔ یعنی ایمان اور توکل اختیار کرو' شیطان تم پر غالب نہیں ہوگا۔

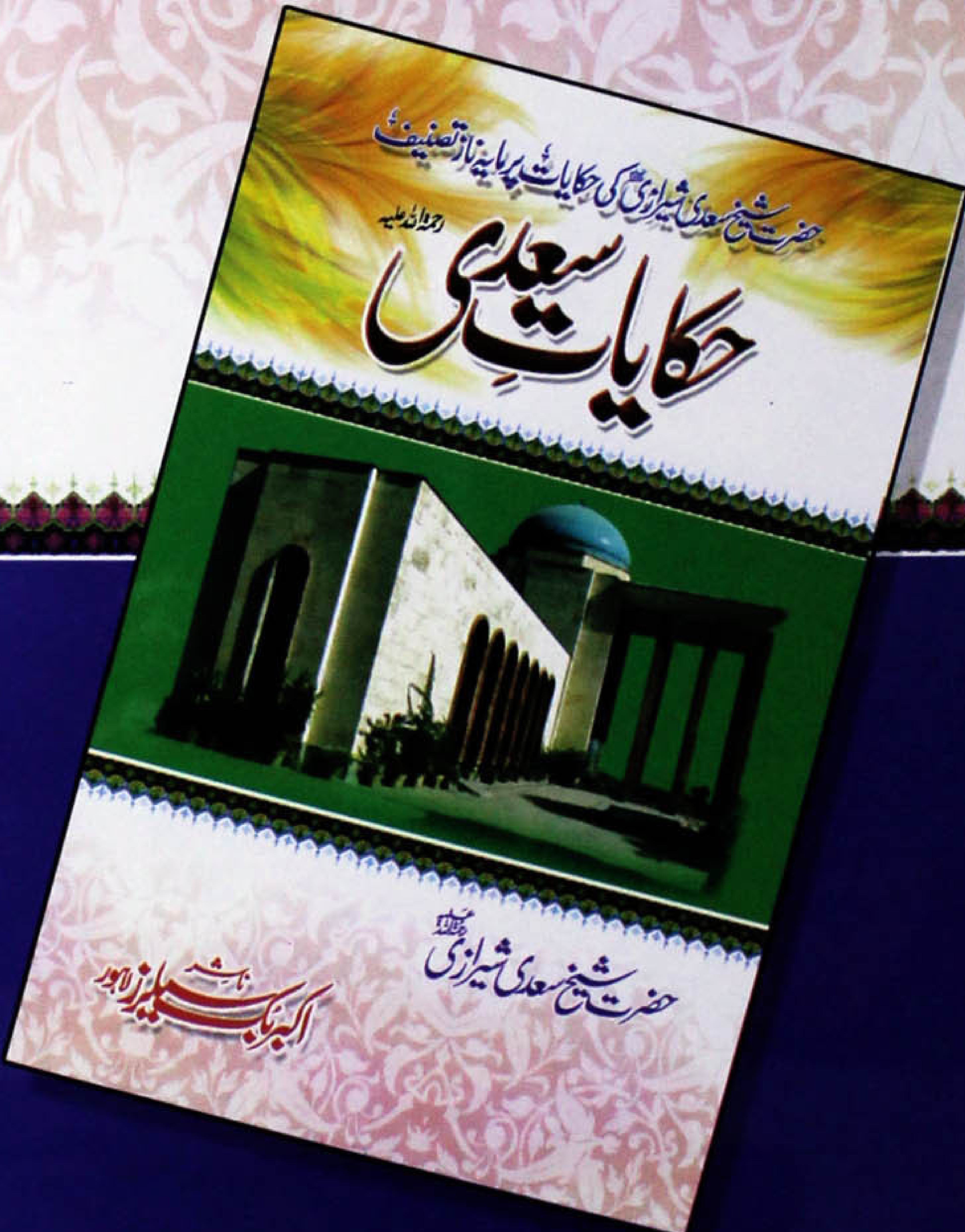
اگر کسی نے یہ سوال کیا کہ شیطان کو بھی ایسی ہی تعلیم دی گئی ہوگی تو اس کا کیا علاج ہے تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ خیال کے متعلق جو ماں بچے نے احتمال کیا ہے شیطان کے معاملے میں یہ احتمال نہیں ہوگا اس لئے کہ یہاں تو سمجھانے والی ذات ایک ہی ہے۔

سوال کرنے والے نے کہا کہ اگر وہ تدبیر بھی کام نہ آئے تو پھر اس راز کو معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ابن نے جواب دیا کہ صبر سے اس کے سامنے بیٹھا رہوں گا۔ اب جو خیالات میرے قلب پر منعکس ہوں گے اگر وہ دنیوی حالت نہیں ہیں تو میں سمجھوں گا

کہ یہ خیالات اس نے میرے دل میں ڈالے ہیں یعنی اس کے قلبی خیالات ہیں۔ جب اس کے ضمیر کا اثر میرے دل پر پڑتا ہے تو میں اس کی بزرگی کا قائل ہو جاتا ہے اور اس کا شکر گزار ہوتا ہوں۔ میں جان لیتا ہوں کہ یہ مبارک قلبی خیالات اس مبارک شخص کے دل کی جانب سے آئے ہیں اس لئے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اب القائے مضامین کا سورج میرے دل کے سوراخ سے ڈھل گیا ہے اور میں کتاب کو یہیں ختم کرتا ہوں اور اللہ خوب جاننے والا ہے کہ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

وجہ بیان:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہاں ایک ماں اور بچے کا مکالمہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایمان اور توکل اختیار کرو شیطان تم پر غالب نہیں ہوگا۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی کا اختتام اس بات سے کرتے ہیں کہ مثنوی کے تمام مضامین میری قلبی واردات نہیں بلکہ میرے مرشد کامل حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی قلبی واردات کا عکاس ہیں۔ چونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اس لئے ان کے قلب سے یہ میرے قلب میں منتقل ہوئے ہیں۔



ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022